رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

حضرت مسیح موعودؑ کے
چیلنج
اور ردّعمل و نتائج و اثرات

مقالہ نگار

مبشر احمد خالد

مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

نام کتاب .... حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج اور ردعمل ونتائج واثرات

نام مصنف .... مبشر احمد خالد مربی سلسلہ احمدیہ

ناشر .... حافظ عبدالحمید

تعداد طبع باراول.....1000

تاریخ اشاعت مارچ2008ء

تعداد طبع باردوم..............500

مطبع: ضیاءالاسلام پریس ربوہ۔

تھک گئے ہم تو انہیں باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

(درّثمین)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ روحانی دنیا کے جو عجائبات ظاہر ہوئے ان میں سے ایک سلسلہ آپ کے چیلنجز سے تعلق رکھتا ہے۔ علمی اور روحانی میدانوں میں مقابلہ کی دعوتِ عام اور اکثر کے متعلق معین انعامات اس پیشگوئی کے عین مطابق ہیں جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہدی مال تقسیم کرے گا مگر اس کو کوئی قبول نہ کرے گا۔

یہ پیشگوئی اس طرح بھی پوری ہوئی کہ آپ نے روحانی دنیا کے اموال یعنی معارفِ قرآن لٹائے مگر ایک معمولی تعداد کے سوا دنیا کی بھاری اکثریت نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا اور یہ پیشگوئی اس طرح بھی اتمام کو پہنچی کہ آپ نے چیلنج دے کر معین انعام دینے کی پیشکش بھی کی مگر کسی کو یہ چیلنج قبول کرنے یا آپ کے دعاوی کو توڑنے کی ہمت یا توفیق نہ ہوئی۔

یہ مقالہ دراصل اس پیشگوئی کے دونوں پہلوؤں کی شرح اور تفصیل سے روشناس کراتا ہے۔ آپ نے دین کی عظمت اور سربلندی کے لئے نہ صرف اپنی جان، عزت اور اولاد قربان کر دی بلکہ اپنی تمام جائداد کو بھی اسلامی سچائیوں اور حقائق کے پھیلاؤ اور غلبہ کے لئے میدانِ مقابلہ میں رکھ دیا۔ بزبانِ شاعر

ع   جسے غرور ہو آئے کرے شکار مجھے

مگر کسی کو بھی آپ کے مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہو سکی۔

یہ چیلنجز اس زمانہ کے تمام معروف مسلمان علماء، عیسائی پادریوں، ہندو پنڈتوں، آریہ سماجی لیڈروں اور مختلف مذاہب اور مسالک سے تعلق رکھنے والے ان تمام سربرآوردہ رہنماؤں کے نام ہیں جنہوں نے قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس اور پاکیزگی پر حملہ کیا، قرآنی صداقتوں کو جھٹلایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے زورآور نشانات کا انکار کیا۔ اس پہلو سے ان چیلنجز کا مطالعہ احمدیت کی تاریخ کے ایک بہت اہم باب سے آگاہ کرتا ہے اور بتاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کس طرح دشمنیوں اور مخالفتوں میں اسلام کا پرچم سربلند رکھا اور تیز ہواؤں کے بالمقابل علم و حکمت کے بلند مینار تعمیر کیے اور ہر مینار کے اوپر انعام کا چراغ جلا کر رکھ دیا مگر کوئی اس مینار پر چڑھنے اور چراغ بجھانے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ کی بے پناہ مصروفیات میں سلسلہ تصنیف و تالیف، اشتہارات، خطوط، زبانی گفتگو، مناظرے، مباحثے، سفر، مقدمات میں پیشی اور جماعت کی روحانی اور اخلاقی تربیت کے ساتھ سلسلہ انعامات کے لئے وسیع تحقیق و تدقیق بھی شامل تھی اور یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت کا ایک الگ دلکش باب ہے۔

اس مقالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام انعامی چیلنج یکجا کر دیئے

گئے ہیں اور مخالفین سے تمام ضروری مباحث اور خط و کتابت کو ترتیب وار اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ آپ اس کو آغاز سے اختتام تک پڑھیں گے تو اس جری اللہ کی عظمتوں کو سلام کرنے اور آپ کی بے پناہ صلاحیتوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے جو خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کی ضروریات کے مطابق عطا فرمائی تھیں۔

خاکسار

عبد السمیع خان

ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ

حرفِ آغاز

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ:۔

کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ۔ (المجادلة : ۲۲)

یعنی اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب آئیں گے۔ یہ آیت کریمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ جب آپ نے مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کا دعویٰ فرمایا تو سنت اللہ کے موافق آپ کی مخالفت شروع ہوگئی۔ اور ظاہر بین علماء نے آپ کے دعویٰ پر طرح طرح کے اعتراضات کرنے شروع کر دیے۔ اس طرح آپ کے اور مخالفین کے درمیان گویا ایک علمی و روحانی جنگ چھڑ گئی۔ چنانچہ آپ نے جہاں اپنے دعویٰ کی تائید میں سینکڑوں عقلی و نقلی دلائل پیش فرمائے۔ وہاں حق و باطل میں امتیاز کیلئے اپنے مخالفین کو علمی و روحانی میدان میں مقابلہ کے ہزاروں روپے انعامات پر مبنی سینکڑوں چیلنج بھی دیئے۔ مگر آج تک مخالفین کو کسی ایک چیلنج کو توڑنے کی توفیق نہیں مل سکی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ چیلنج ہمارے لئے ایک بہت بڑا علمی اور روحانی سرمایہ ہیں نیز ازدیادِ ایمان کا ذریعہ ہیں۔ چنانچہ اسی سوچ اور ضرورت کے

پیش نظر اس مقالہ کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تمام چیلنج نفس مضمون کے اعتبار سے مختلف عناوین کے تابع حضور کے اپنے الفاظ میں ہی جمع کر دیئے گئے ہیں۔

اس مقالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جملہ چیلنجوں کو یکجا کرنے کے علاوہ ان چیلنجوں کا پس منظر، مخالفین کا ردّ عمل اور اس کا جواب بھی تحریر کر دیا گیا ہے۔ نیز ان چیلنجوں کے نتائج واثرات بھی مرتب کر دیئے گئے ہیں تا کہ یہ چیلنج زیادہ سے زیادہ علمی ذوق رکھنے والوں کی دلچسپی اور متلاشیان حق کی ہدایت و راہنمائی کا ذریعہ ثابت ہوں۔

اس مقالہ میں جملہ چیلنجوں کو بنیادی طور پر علمی اور روحانی دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اور ہر دو قسم کے چیلنجوں کو نفس مضمون کے اعتبار سے مزید کئی عناوین کے تابع یکجا کیا گیا ہے۔

اسی طرح ہر باب میں تمام چیلنجوں کو حالات و واقعات کی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کیا گیا ہے۔ تا کہ قارئین کو ایک مسئلہ کے متعلق تمام چیلنجوں کو یکجائی طور پر مطالعہ کر کے حقیقت حال کو سمجھنے میں مدد مل سکے۔

اس مقالہ میں نفس مضمون کے اعتبار سے علمی و روحانی چیلنجوں کی تعداد 80 بنتی ہے۔ جب کہ عمومی طور پر چیلنجوں کی کل تعداد تقریباً 270 ہے۔ ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند   ہر مخالف کو مقابل پہ بُلایا ہم نے

آخر پر میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جس نے مجھے فضل عمر فاؤنڈیشن کی انعامی سکیم کے تحت نہ صرف یہ مقالہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی بلکہ میری اس حقیر سی مساعی کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے انعام کا حقدار بھی قرار دیا۔

الحمد للّٰہ علیٰ ذالک

اس کے بعد میں اپنے اُن کرم فرماؤں اور محسنوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ جنہوں نے اس مقالہ کو قابل اشاعت بنانے میں میری مدد فرمائی جن میں سے مکرم فہیم احمد خالد صاحب مربی سلسلہ، مکرم ملک سعید احمد رشید صاحب مربی سلسلہ مکرم تنویر احمد چوہدری صاحب مربی سلسلہ اور مکرم وجیہ الرحمٰن خاں صاحب نیز خاکسار کے بیٹے عزیزم ہشام احمد فرحان کے نام قابل ذکر ہیں۔

فجزاءھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ یہ گراں قدر علمی و روحانی سرمایہ بنی نوع انسان کی ہدایت اور روحانیت میں ترقی کا ذریعہ ثابت ہو۔ آمین

طالب دعا

مبشر احمد خالد

مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ

ترتیب

اس مقالہ میں جملہ چیلنجوں کو درج ذیل ترتیب دی گئی ہے۔

حصہ اول ...... علمی چیلنج

۱۔ وفات وحیات مسیح

۲۔ کتب نویسی

۳۔ تفسیر نویسی

۴۔ کسوف وخسوف

۵۔ افترٰی علی اللہ

۶۔ قرآن کریم اور دیگر آسمانی کتب کا موازنہ

۷۔ عربی دانی

۸۔ دیگر متفرق علمی چیلنج

حصہ دوئم ...... روحانی چیلنج

۱۔ پیشگوئیاں

۲۔ نشان نمائی

۳۔ استجابت دعا

۴۔ مباہلہ

۵۔ دیگر متفرق روحانی چیلنج

فہرست مضامین

حصّہ اوّل

علمی چیلنج

حصّہ دوم

روحانی چیلنج

حصّہ اوّل

علمی چیلنج

”میں ہر میدان میں تیرے ساتھ ہوں گا
اور ہر ایک مقابلہ میں روح القدس سے
میں تیری مدد کروں گا۔“ (الہام مسیح موعودؑ)

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۴۱)

باب اول

وفات وحیاتِ مسیح

وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّادُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِىْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ (المائدہ:۱۱۷)

(ترجمہ) اور میں ان پر نگران رہا جب تک میں ان کے درمیان رہا۔ لیکن اے خدا! جب تو نے مجھے وفات دے دی تو ہی ان کا نگران تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ وفات وحیات مسیح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی ابتداءً دیگر مسلمانوں کے رسمی عقیدہ کی طرح حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر جانے اور پھر دوبارہ زمین پر واپس آنے کے قائل تھے۔ جیسا کہ آپ نے اپنی پہلی کتاب ''براہین احمدیہ'' صفحہ ۴۳۱ اور صفحہ ۵۹۳ ح، ح پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے اور پھر دوبارہ آنے کے متعلق لکھا تھا۔ مگر ۱۸۹۰ء کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس امر کا انکشاف فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے جس مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر دی تھی وہ تو ہی ہے۔ پہلا مسیح آسمان پر خاکی جسم کے ساتھ ہرگز زندہ نہیں بلکہ وہ دیگر انبیاء کی طرح فوت ہو چکا ہے۔ یہ الہام حسب ذیل ہے۔

''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وَكَانَ وَعْدُاللّٰهِ مَفْعُوْلًا۔'' (ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۴۰۲)

اس سے قبل بھی کئی الہامات اور بشارات کے ذریعہ آپ مسیح موعود قرار دیئے گئے تھے مگر جب تک آپ پر صراحت کے ساتھ انکشاف نہ ہوا آپ اپنے پرانے عقیدہ پر قائم رہے۔ اور عام مسلمانوں کی طرح حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو جسد عنصری کے ساتھ آسمان ہی پر سمجھتے رہے۔ اور مانتے رہے۔ مگر جب انکشاف ہو گیا تو آپ نے اس کے اظہار میں ایک لمحہ کے لئے بھی توقّف نہ فرمایا۔ اور حیات مسیح کے عقیدہ کو ترک کرتے ہوئے یہ اعلان فرمایا کہ

''مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔''

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۱۰/ح)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعویٰ کے منظر عام پر آتے ہی مخالفت کی آگ مشتعل ہونا شروع ہوگئی اور آپ کے مدّاح اور قریبی علماء بھی آپ کے مخالف ہوگئے۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جو اپنے مشہور رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں آپ کی شہرہ آفاق کتاب براہین احمدیہ پر ایک نہایت مبسوط تبصرہ لکھ کر آپ کے مناصب جلیلہ کی تائید کر چکے تھے وہ بھی آپ کے خلاف مضامین شائع کرنے لگے۔ اس طرح وفات و حیات مسیح کے مسئلہ پر گفتگو کا سلسلہ چل نکلا جس کے نتیجہ میں آپ نے ضروری اشتہار کے عنوان سے تمام علماء اور پبلک پر اتمام حجت کی غرض سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں علماء کو مسئلہ وفات و حیات مسیح پر بحث کرنے کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''اور میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے پر خدا تعالی نے اپنے الہام اور القاء سے حق کو کھول دیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کی روح اپنے خالہ زاد بھائی یحییٰ کی روح کے ساتھ دوسرے آسمان پر ہے۔ اس زمانہ کے لئے جو روحانی طور پر مسیح آنے والا تھا جس کی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ میں ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو لوگوں کی نظروں میں عجیب اور تحقیر سے دیکھا جاتا ہے اور میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف مبنی برالہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔ عقل خداداد بھی اس کی مؤید ہے۔ اگر مولوی صاحبوں کے پاس مخالفانہ طور پر شرعی دلائل موجود ہیں تو وہ جلسہ عام کر بطریق مذکورہ بالا مجھ سے فیصلہ کریں (اور واضح رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرکردہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی عبدالجبار صاحب

غزنوی مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھو کے والے مولوی شیخ عبیداللہ صاحب تبّتی مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اصفحہ ۲۰۳،۲۰۴)

مولوی محمد حسین بٹالوی کا ردّ عمل

مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس چیلنج کے موصول ہونے پر لکھا کہ:۔

''۲۹ مارچ ۱۸۹۲ء کو لدھیانہ سے ایک خط پہنچا جو نہ تو مرزا صاحب کے قلم کا لکھا ہوا تھا اور نہ اس پر مرزا صاحب کا دستخط ثبت تھا اور اس کے ساتھ مرزا صاحب کا وہ اشتہار پہنچا جو ۲۶ مارچ ۱۸۹۲ء کو انہوں نے شائع کیا تھا۔''

اس خط پر مولوی صاحب مذکور نے یہ لکھ کر واپس کر دیا کہ:۔

''اس خط پر مرزا صاحب کا دستخط نہیں ہے لہذا واپس ہے۔''

یکم اپریل کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ لکھ کر کہ:۔

''اس عاجز کی منشاء کے موافق ہے''

اسے پھر مولوی محمد حسین صاحب کو واپس بھیج دیا۔ جس کے جواب میں مولوی صاحب نے لکھا کہ

اس خط اور اس اشتہار (مورخہ ۲۶ مارچ) سے آپ نے دوستانہ اور برادرانہ تعلقات کو منقطع کر دیا ہے اور مخاصمانہ مباحثہ کی بناء کو قائم و مستحکم کر دیا ہے۔ لہذا ہم بھی آپ سے دوستانہ و برادرانہ بحث بلکہ پرائیویٹ ملاقات تک نہیں چاہتے۔ اور مخاصمانہ مباحثہ کے لئے حاضر و مستعد ہیں۔ (اشاعۃ السنہ جلد ۱۲ صفحہ ۱۲)

اس کے بعد مولوی صاحب نے اشاعۃ السنہ میں یہ ذکر کر کے کہ اب اشاعۃ السنہ صرف آپ کے دعاوی کا رد شائع کرے گا اور آپ کی جماعت کو تتر بتر کرنے کی کوشش کرے گا اور یہ کہ اشاعۃ السنہ کا ریویو براہین آپ کو امکانی ولی و ملہم نہ بناتا تو آپ تمام مسلمانوں کی نظر میں بے

اعتبار ہو جاتے اور یہ کہ اسی نے آپ کو حامی اسلام بنا رکھا تھا۔لکھا:۔

’’لہذا اسی اشاعۃ السنہ کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا کہ اس کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لاوے اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہو لے تب تک بلاضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔‘‘

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ۱، ۳ صفحہ ۳، ۴)

اس کے بعد لاہور کے چند احباب کی خواہش پر حضرت مولوی حکیم نورالدین ۱۳ / اپریل ۱۸۹۱ء کو لاہور پہنچے اور منشی امیرالدین صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔ ۱۴ / اپریل کی صبح کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو بھی بلایا گیا۔ جب وہ تشریف لائے تو حافظ محمد یوسف صاحب نے فرمایا کہ:۔

’’آپ کو اس غرض سے بلایا ہے کہ آپ مرزا صاحب کے متعلق حکیم صاحب سے گفتگو کریں‘‘

مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ قبل از بحث مقصود چند اصول آپ سے تسلیم کرانا چاہتا ہوں اور ان اصولوں سے متعلق گفتگو ہوئی۔ گفتگو کے بعد اپنے طور پر ان دوستوں نے آپ سے وفات مسیح و حیات مسیح اور یہ کہ حضرت عیسیٰ صلیب پر نہیں مرے تھے وغیرہ امور سے متعلق باتیں سنیں اور چونکہ آپ کو واپس جانا ضروری تھا اسلئے آپ لاہور بلانے والوں سے اجازت لے کر واپس لدھیانہ پہنچ گئے۔ اسکی تفصیلی رپورٹ ضمیمہ پنجاب گزٹ مورخہ ۲۵ / اپریل ۱۸۹۱ء میں درج ہے۔

۱۵ / اپریل کو مولوی محمد حسین صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس مضمون کا تار دیا۔

’’تمہارے ڈیسائپل (حواری) نورالدین نے مباحثہ شروع کیا اور بھاگ گیا۔ اس کو واپس کریں یا خود آویں ورنہ یہ متصور ہوگا کہ اس نے شکست کھائی‘‘

(اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ۲ صفحہ ۴۶)

اس تار کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۴؍اپریل کو ایک خط لکھا اور ایک خاص آدمی کے ذریعہ مولوی محمد حسین صاحب کو لاہور پہنچایا۔اس خط میں آپ نے تحریر فرمایا۔

’’بات تو صرف اس قدر تھی کہ حافظ محمد یوسف صاحب نے مولوی ممدوح کی خدمت میں خط لکھا تھا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب اس جگہ آئے ہوئے ہیں۔ میں نے ان کو دو تین روز کیلئے ٹھہرالیا ہے تا ان کے روبرو ہم بعض شبہات آپ سے دُور کرالیں اور یہ بھی لکھا کہ اس مجلس میں ہم مولوی محمد حسین صاحب کو بھی بلالیں گے۔ چنانچہ مولوی موصوف حافظ صاحب کے اصرار کی وجہ سے لاہور پہنچے اور منشی امیرالدین صاحب کے مکان پر اترے اور اس تقریب پر حافظ صاحب نے اپنی طرف سے آپ کو بھی بلا لیا تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب تو عین تذکرہ میں اٹھ کر چلے گئے اور جن صاحبوں نے آپ کو بلایا تھا۔ انہوں نے مولوی صاحب کے آگے بیان کیا کہ ہمیں مولوی محمد حسین صاحب کا طریق بحث پسند نہیں آیا۔ یہ تو سلسلہ دو برس تک ختم نہیں ہوگا۔ آپ خود ہمارے سوال کا جواب دیجئے۔ ہم مولوی محمد حسین صاحب کے آنے کی ضرورت نہیں دیکھتے اور نہ انہوں نے آپ کو بلایا ہے۔ تب جو کچھ ان لوگوں نے پوچھا۔ مولوی صاحب موصوف نے بخوبی ان کی تسلی کرادی۔ یہاں تک کہ تقریر ختم ہونے کے بعد حافظ محمد یوسف صاحب نے بانشراح صدر بآواز بلند کہا کہ اے حاضرین میری تو مِنْ کُلِّ الْوُجُوْہ تسلی ہوگئی۔ اب میرے دل میں نہ کوئی شبہ اور نہ کوئی اعتراض باقی ہے۔ پھر بعد اس کے یہی تقریر منشی عبدالحق صاحب اور منشی الٰہی بخش صاحب اور منشی امیرالدین صاحب اور میرزادہ امان اللہ صاحب نے کی۔ اور بہت خوش ہوکر ان سب نے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا اور تہہ دل سے قائل ہو گئے کہ اب کوئی شک باقی نہیں اور مولوی صاحب کو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ ہم نے محض اپنی تسلی کرانے کیلئے آپ کو تکلیف دی تھی سو ہماری بکلی تسلی ہوگئی آپ بلا جرح

تشریف لے جایئے۔سوانہوں نے ہی بلایا تھااورانہوں نے ہی رخصت کیا۔آپ کا تو درمیان میں قدم ہی نہ تھا۔پھر آپ کا یہ جوش جوتار کے فقرات سے ظاہر ہوتا ہے کس قدر بے محل ہے۔آپ خود انصاف فرماویں۔جب کہ ان سب لوگوں نے کہہ دیا اب ہم مولوی محمد حسین کو بلانا نہیں چاہتے ہماری تسلی ہوگئی اور وہی تو ہیں جنہوں نے مولوی صاحب کو لدھیانہ سے بلایا تھا تو پھر مولوی صاحب آپ سے اجازت کیوں مانگتے۔کیا آپ سمجھ نہیں سکتے۔اوراگرآپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہئے جیسا کہ آپ اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں تو یہ عاجز بسروچشم حاضر ہے۔مگر تقریری بحثوں میں صدہا طرح کا فتنہ ہوتا ہے۔صرف تحریری بحث چاہئے اوروہ یوں کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو آواز بلند سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دے دیں اور پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اس کا جواب لکھوں اور لوگوں کو سناؤں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہوجاوے۔اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تحریری طور پر اس بحث کے بارہ میں بات نہ کرے جو کچھ ہو تحریری ہو اور پرچے صرف دو ہوں۔اول آپ کی طرف سے ایک چوورقہ جس میں آپ میرے مشہور کردہ دعویٰ کا قرآن کریم اور حدیث کی رو سے رد لکھیں اور پھر دوسرا پرچہ چوورقہ اسی تقطیع کا میری طرف سے ہو جس میں میں اللہ جلشانہ کے فضل و توفیق سے ردّالرّد لکھوں اور انہی دو پرچوں پر بحث ختم ہوجائے۔اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور میں آسکتا ہوں اور انشاء اللہ امن قائم رکھنے کیلئے انتظام کرادوں گا۔یہی آپ کے رسالہ کا بھی جواب ہے۔اب اگر آپ نہ مانیں تو پھر آپ کی طرف سے گریز متصور ہوگی۔ والسلام

میرزا غلام احمد از لدھیانہ اقبال گنج ۱۶راپریل ۱۸۹۱ء

مکرّر یہ کہ جس قدر ورق لکھنے کیلئے آپ پسند کرلیں اسی قدر اوراق پر لکھنے کی مجھے

اجازت دی جاوے لیکن یہ پہلے سے جلسہ میں تصفیہ پا جانا چاہئے کہ آپ اس قدر اوراق لکھنے کیلئے کافی سمجھتے ہیں اور آنمکرم اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچہ صرف دو ہوں گے۔ اول آپ کی طرف سے میرے ان دونوں بیانات کا رد ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور نیز یہ کہ حضرت ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس رد کے ردالرد کیلئے میری طرف سے تحریر ہوگی۔ غرض پہلے آپ کا یہ حق ہوگا کہ جو کچھ دعویٰ کے ابطال کے لئے آپ کے پاس ذخیرہ نصوص قرآنیہ وحدیث موجود ہے وہ آپ پیش کریں۔ پھر جس طرح خدا تعالیٰ چاہے گا یہ عاجز اس کا جواب دے گا اور بغیر اس طریق کے جومبنی باانصاف ہے اور نیز امن رہنے کیلئے احسن انتظام ہے اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ اخیر تحریر تصور فرماویں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روانہ رکھیں اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری و کامل طور پر بلاکم و بیش میری رائے ہی منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرماویں ورنہ نہیں۔ فقط۔ آج ۱۶ راپریل ۱۸۹۱ء کو آپ کی خدمت میں خط بھیجا گیا ہے اور ۲۰ راپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کے جواب کی انتظار رہے گی۔ اور ۲۰ راپریل تک آپ کے جواب کی انتظار رہے گی۔ اگر ۲۰ راپریل ۱۸۹۱ء تک آپ کا خط نہ پہنچا تو یہ خط آپ کے رسالہ کے جواب میں کسی اخبار وغیرہ میں شائع کر دیا جائے گا فقط۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اصفحہ ۲۰۵، ۲۰۶)

مولوی محمد حسین نے اپنے جواب میں دونوں شرطیں منظور کرتے ہوئے اپنی طرف سے دو شرطیں اور بڑھا دیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ۔

''میں قبل از مباحثہ چند اصول کی تمہید کروں اور آپ سے ان کو تسلیم کراؤں''

اور یہ بھی لکھا کہ آپ اپنے جملہ دعاوی کے جملہ دلائل درج کر کے مجھے لکھیں۔اس خط کا حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے مدلّل جواب لکھا لیکن یہ مجوزہ مباحثہ بھی نہ ہوسکا۔

مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ کو مباحثہ کی دعوت

پھر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے ۱۳رمئی کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں علماء کو مباحثہ کیلئے دعوت دی اور اس میں مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ کو بھی مخاطب کیا اور لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کو بحث کیلئے وکیل مقرر کر دیں۔اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے درمیان مباحثہ کیلئے خط و کتابت ہوئی ۔موضوع مباحثہ سے متعلق حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ۔

''امر مبحوث عنہ وفات وحیات مسیح ہوگا کیونکہ اس عاجز کا دعویٰ اسی بناء پر ہے۔جب بناءٹوٹ جاوے گی تو یہ دعویٰ خود بخود ٹوٹ جاوے گا۔''

مولوی محمد حسن کا جواب

مولوی محمد حسن صاحب نے حسب مشورہ مولوی محمد حسین بٹالوی یہ جواب دیا کہ۔

''آپ کے اشتہار میں وفات مسیح اور اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ پایا جاتا ہے۔لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے میں بحث ہو۔پھر حضرت ابن مریم کے فوت ہونے میں۔''

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام تحریر فرمایا کہ:۔

''اصل امر اس بحث میں جناب مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات ہے۔اور میرے الہام میں بھی یہی اصل دیا گیا ہے کہ۔

''مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔''

سو پہلا اور اصل امر میں بھی یہی ٹھہرایا گیا ہے کہ مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اب ظاہر ہے کہ اگر آپ حضرت مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت کر دیں تو جیسا کہ پہلا فقرہ الہام اس سے باطل ہو گا ایسا ہی دوسرا فقرہ بھی باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے میرے دعویٰ کی شرط مسیح کا فوت ہونا بیان فرمایا ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں اور حلفاً کہتا ہوں کہ اگر آپ مسیح علیہ السلام کا زندہ ہونا ثابت کر دیں گے تو میں اپنے دعویٰ سے دستبردار ہو جاؤں گا اور الہام کو شیطانی القاء سمجھ لوں گا اور توبہ کروں گا۔

اس کے بعد بھی شرائط سے متعلق گفتگو ہوتی رہی اور مولوی محمد حسن صاحب نے یہ شرط بھی ضروری ٹھہرائی کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی گفتگو سے پہلے چند اصول آپ سے تسلیم کرائیں گے۔

بعض نامور علماء کو بحث کا چیلنج

اسی سلسلہ کی خط و کتابت کے دوران حضور نے ۲۳ مئی ۱۸۹۱ کو نامور علماء کو بحث کیلئے چیلنج دیتے ہوئے ایک اور اشتہار شائع کیا۔ اس اشتہار میں آپ نے مولوی عبدالعزیز لدھیانوی، مولوی محمد صاحب، مولوی مشتاق احمد صاحب، مولوی شاہدین صاحب، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد حسن صاحب اور مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو وفات و حیات مسیح پر بحث کی دعوت دیتے ہوئے درج ذیل شرائط بیان فرمائیں۔

''اب بحث کا آسان طریق جس کا اوپر ذکر کر آئے ہیں یہ ہے جو شرائط ذیل میں مندرج ہے۔

ا۔ یہ کہ کسی رئیس کا مکان اس بحث کیلئے تجویز ہو جیسے نواب محمد علی خان صاحب، شہزادہ نادر شاہ صاحب، خواجہ احسن شاہ صاحب اور جلسہ بحث میں کوئی افسر یورپین

تشریف لاویں اور اگر یورپین افسر نہ ہوں تو کوئی ہندو مجسٹریٹ ہی ہوں تا ایسا شخص کسی کا طرفدار نہ ہو۔

۲۔ یہ کہ فریقین کے سوال و جواب لکھنے کیلئے کوئی ہندو منشی تجویز کیا جائے جو خوشخط ہو۔ ایک فریق اول اپنا سوال مفصل طور لکھا دیوے۔ پھر دوسرا فریق مفصل طور پر اُس کا جواب لکھا دیوے۔ چند سوال میں فریق ثانی سائل ہو اور یہ عاجز مجیب اور پھر چند سوال میں یہ عاجز سائل ہو اور فریق ثانی مجیب اور ہر یک فریق کو ایک گھنٹہ تک تحریر کا اختیار ہو۔ سوال جواب کی تعداد برابر ہو اور ہمیں وہی تعداد اور اسی قدر وقت منظور ہے جو فریق ثانی منظور کرے۔

۳۔ سوال و جواب میں خلط مبحث نہ ہو اور نہ کوئی خارجی نکتہ چینی اور غیر متعلق امر ان میں پایا جائے۔ اگر کوئی ایسی تقریر ہو تو وہ ہرگز نہ لکھی جائے بلکہ اس بیجا بات سے ایسی بات کرنے والا موردالزام ٹھہرایا جائے۔

۴۔ ان سوالات و جوابات کے قلمبند ہونے کے بعد دوبارہ عوام کو وہ سب باتیں سنادی جائیں اور وہی لکھنے والا سنا دیوے۔ اور اگر یہ منظور نہ ہو تو فریقین میں سے ہر یک شخص اپنے ہاتھ میں پرچہ لے کر سنا دیوے۔

۵۔ ہر ایک فریق ایک ایک نقل اس تحریر کی اپنے دستخط سے اپنے مخالف کو دے دیوے۔

۶۔ آٹھ سے دس بجے تک یہ جلسہ بحث ہو سکتا ہے۔ اگر اس سے زیادہ بھی چاہیں تو وہ منظور ہے۔ مگر بہر حال نماز ظہر کے وقت یہ جلسہ ختم ہو جانا چاہئے۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو اختیار ہے کہ بطور خود اس جلسہ میں تشریف لاویں اور اگر دوسرے ان کی وکالت کو منظور کریں تو وہی

بحث کیلئے آگے قدم بڑھاویں۔ہمیں بہرحال منظور ہے۔

اورتحریر کی اس لئے ضرورت ہے کہ تا بیانات فریقین تحریف سے محفوظ رہیں اور اس قدر مغزخوری کے بعد اظہارحق کی کوئی سند اپنے پاس ہو۔ ورنہ اگر نری زبانی باتیں ہوں اور پیچھے سے خیانت پیشہ لوگ کچھ کا کچھ بنا دیں تو ان کا منہ بند کرنے کیلئے کون سی حجت یا سند ہمارے پاس ہوگی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

مکرر واضح ہو کہ جلسہ بحث عید سے دوسرے دن قرار پانا چاہئے تا بوجہ تعطیل کے ملازمت پیشہ لوگ بھی حاضر ہوسکیں اور دور سے آنے والے بھی پہنچ سکیں یا جیسے مولوی صاحبان تجویز کریں۔ المشتھر

خاکسار میرزا غلام احمد لودیانہ محلّہ اقبال گنج ۲؍مئی ۱۸۹۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد اصفحہ ۲۷۲، ۲۷۳)

مولوی احمد اللہ کو مناظرہ کی دعوت

حضرت اقدس جولائی ۱۸۹۱ء کو امرتسر کے بعض رؤساء کی خواہش پر امرتسر تشریف لے گئے۔ وہاں اہلحدیث کے دو گروہ بن چکے تھے۔ایک فریق مولوی احمد اللہ صاحب کا تھا اور دوسرا غزنویوں کا۔ حضرت اقدس نے بتاریخ ۷؍جولائی ۱۸۹۱ء مولوی احمد اللہ صاحب کو بشرط قیام امن تحریری مناظرہ کی دعوت دی۔ مگر مولوی صاحب اس پر آمادہ نہ ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مولوی صاحب کی جماعت کے چند افراد حضرت اقدس کی بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ ان داخل ہونے والوں میں حضرت مولوی محمد اسماعیل صاحب، حضرت میاں نبی بخش صاحب رفوگر اور حضرت مولوی عنایت اللہ صاحب خاص طور قابل ذکر ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب کے ساتھ مناظرہ

ان حضرات کا سلسلہ میں داخل ہونا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب مباحثہ کیلئے مجبور ہو گئے۔ چنانچہ جب حضرت اقدس امرتسر سے لدھیانہ تشریف لے گئے تو ۲۰؍ جولائی ۱۸۹۱ء کو حضرت اقدس کی جائے قیام پر ہی مباحثہ کا آغاز ہوا۔ اس مباحثہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی کے علاوہ کپورتھلہ اور ضلع لدھیانہ کی جماعتوں کے احباب خاص طور پر شریک تھے۔ یہ مباحثہ بارہ دن تک جاری رہا اور آخری پرچہ ۳۱؍ جولائی کو سنایا گیا جس پر یہ مباحثہ ختم ہوا۔

یہ مباحثہ انہی تمہیدی امور پر ہوتا رہا جو مولوی محمد حسین صاحب منوانا چاہتے تھے۔ اور اصل موضوع حیات و وفات مسیح پر بحث سے بچنے کیلئے مولوی صاحب موصوف ان تمہیدی امور بحث کو طول دیتے چلے گئے۔ امر زیر بحث یہ رہا کہ حدیث کا مرتبہ بحیثیت حجت شرعیہ ہونے کے قرآن مجید کی طرح ہے یا نہیں اور یہ بخاری اور مسلم کی احادیث سب کی سب صحیح ہیں اور قرآن مجید کی طرح واجب العمل ہیں یا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار یہی جواب دیا کہ میرا مذہب یہ ہے کہ کتاب اللہ مقدم اور امام ہے۔ جس امر میں حدیث نبویہ کے معانی جو کئے جاتے ہیں کتاب اللہ کے مخالف واقع نہ ہوں تو وہ معانی بطور حجت شرعیہ کے قبول کئے جائیں گے۔ لیکن جو معانی نصوص بینہ قرآنیہ کے مخالف واقع ہوں گے تو ہم حتی الوسع اس کی تطبیق اور توفیق کیلئے کوشش کریں گے۔ اور اگر ایسا نہ ہو سکے تو اس حدیث کو ترک کر دیں گے۔ اور ہر مومن کا یہی مذہب ہونا چاہئے کہ کتاب اللہ کو بلا شرط اور حدیث کو شرطی طور پر حجت شرعی قرار دیوے۔

مگر مولوی محمد حسین صاحب اس موقف کی تردید کرتے چلے گئے اور کہتے گئے کہ آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا اور اپنا مذہب یہ بیان کیا کہ صحیحین کی تمام احادیث قطعی طور پر صحیح اور بلا وقفہ و بلا شرط و بلا تفصیل واجب العمل والاعتقاد ہیں۔ اور مسلمانوں کو مومن بالقرآن ہونا

یہی سکھاتا ہے کہ جب کسی حدیث کی صحت بقوانین روایت ثابت ہوتو اس کو قرآن مجید کی مانند واجب العمل سمجھیں۔ جب حدیث صحیح خادم ومفسر قرآن اور وجوب عمل میں مثل قرآن ہے تو پھر قرآن اس کی صحت کا حکم ومعیار محکم کیونکر ہوسکتا ہے۔ پس سنت قرآن پر قاضی ہے اور قرآن سنت کا قاضی نہیں۔لیکن حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اعلان فرمایا کہ۔

''قرآن مجید اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کا تاج لازوال اپنے سر پر رکھتا ہے اور تِبْيَانًا لِكُلِّ شِيءٍ کے وسیع اور مرصّع تخت پر جلوہ گر ہے۔''

آخری پرچہ پر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل موضوع مباحثہ یعنی حیات ووفات مسیح سے گریز کررہے ہیں اور نکمی اور فضول اور بے تعلق باتوں میں وقت ضائع کیا ہے۔ اب ان تمہیدی امور میں زیادہ طول دینا ہرگز مناسب نہیں۔ ہاں اگر مولوی صاحب نفس دعویٰ میں جو میں نے کیا ہے بالمقابل دلائل پیش کرنے سے بحث چاہیں تو میں حاضر ہوں۔

آسمانی نشان دکھانے کی دعوت

اور فرمایا کہ میں ان کے مقابل پر اس طرز فیصلہ کیلئے راضی ہوں کہ چالیس دن مقرر کئے جائیں اور ہر ایک فریق خداتعالی سے کوئی آسمانی خصوصیت اپنے لئے طلب کرے۔ جو شخص اس میں صادق نکلے اور بعض مغیبات کے اظہار میں خداتعالیٰ کی تائید اس کے شامل حال ہو جائے وہی سچا قرار پائے۔آخر پر فرمایا۔

''اے حاضرین اس وقت اپنے کانوں کو میری طرف متوجہ کرو کہ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مولوی محمد حسین صاحب چالیس دن تک میرے مقابل پر خدا تعالی کی طرف توجہ کر کے وہ آسمانی نشان یا اسرار غیب دکھلا سکیں جو میں دکھلا سکوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کر دیں اور جو تاوان چاہیں

میرے پر لگا دیں۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔‘‘

اس پر یہ مباحثہ ختم ہو گیا۔

مولوی رشید احمد گنگوہی کو مباحثہ کی دعوت

ان حالات میں جب ہر جگہ لوگوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اکسایا اور بھڑکایا جارہا تھا حضور چاہتے تھے کہ کسی بارسوخ اور با اثر عالم سے آپ کا حیات و وفات مسیح اور آپ کے دعاوی پر مباحثہ ہو جائے تا عامۃ الناس کو حق و باطل میں امتیاز کا موقعہ مل سکے۔ اس لئے آپ نے تمام علماء کو بذریعہ اشتہار دعوت مناظرہ دی۔ مولوی رشید احمد گنگوہی ضلع سہارنپور میں ایک بہت بڑے عالم اور فقیہ اور محدث خیال کئے جاتے تھے اور انہیں گروہ مقلدین میں وہی مرتبہ اور مقام حاصل تھا جو مولوی سید نذیر حسین صاحب کو اہل حدیث گروہ میں تھا۔ وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مباحثہ کرنے میں پہلو تہی کرتے رہے۔ پیر سراج الحق نعمانی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص مرید تھے اور لدھیانہ میں حضور کی خدمت میں حاضر تھے اور مولوی رشید احمد گنگوہی کے ہم زلف بھی تھے انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو مولوی رشید احمد گنگوہی کو لکھوں کہ وہ مباحثہ کیلئے آمادہ ہوں۔ چنانچہ پیر صاحب اور ان کے درمیان خط و کتابت ہوئی۔ حیات و وفات مسیح پر وہ بھی بحث کیلئے تیار نہ ہوئے اور لکھا کہ بحث نزول مسیح میں ہو گی اور تحریری نہیں بلکہ صرف زبانی ہو گی۔ لکھنے یا کوئی جملہ نوٹ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہو گی۔ اور حاضرین میں سے جس کے جی میں جو آوے رفع شک کے لئے بولے گا۔ اور بحث کا مقام سہارنپور ہو گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سہارنپور جانا بھی منظور فرما لیا اور لکھوایا کہ حفظ امن کیلئے آپ سرکاری انتظام کر لیں۔ جس میں کوئی یورپین افسر ہو اور انتظام کر کے ہمیں لکھ بھیجیں۔ ہم تاریخ مقررہ پر آ جائیں گے۔ تحریری مباحثہ کا جھگڑا حاضرین کی

کثرت رائے پر فیصلہ کیا جائے گا۔ اگر آپ تشریف لاتے تو ہم آپ کے اخراجات اور حفظ امن کیلئے سرکاری انتظام کے بھی ذمہ دار ہوتے۔ مولوی رشید احمد صاحب نے لکھا کہ انتظام کا میں ذمہ دار نہیں ہوسکتا۔ اس پر ان کو دو تین خطوط لکھے گئے لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سفر دہلی

اس کے بعد حضور لدھیانہ سے قادیان تشریف لے گئے۔ جب پنجاب کے علماء ایسے مباحثہ کیلئے تیار نہ ہوئے جس سے عامۃ الناس حق و باطل میں امتیاز کرسکیں تو حضور نے دہلی جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا کیونکہ دہلی اس وقت علم دین کے لحاظ سے ایک علمی مرکز کی حیثیت رکھتا تھا اور وہاں مولوی نذیر حسین صاحب جو علماء اہلحدیث کے استاد اور شیخ الکل کہلاتے تھے اور شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب مولف تفسیر حقانی وغیرہ علماء رہتے تھے۔ آپ نے خیال فرمایا کہ شاید وہاں اتمام حجت اور عام لوگوں کو حق معلوم کرنے کا موقع مل جائے۔ اس لئے آپ قادیان سے لدھیانہ تشریف لے گئے جہاں ایک ہفتہ قیام فرما کر اپنے مخلص اصحاب سمیت عازم دہلی ہوئے اور کوٹھی نواب لوہارو بازار بلی ماراں میں قیام فرما ہوئے۔ اور ۲/اکتوبر ۱۸۹۱ء کو آپ نے ایک اشتہار بعنوان ذیل شائع کیا۔

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی محمد عبدالحق صاحب کو مباحثہ کی دعوت

ایک عاجز مسافر کا اشتہار قابل توجہ جمیع مسلمانان انصاف شعار و حضرت علماء نامدار

’’اگر حضرت سید مولوی محمد نذیر حسین صاحب یا جناب مولوی محمد عبدالحق صاحب مسئلہ وفات مسیح میں مجھے مخطی خیال کرتے ہیں یا ملحد اور مأول تصور فرماتے ہیں اور میرے قول کو خلاف قال اللہ قال الرسول گمان کرتے ہیں تو حضرت موصوف پر فرض ہے کہ

عامہ خلائق کو فتنہ میں پڑنے سے بچانے کیلئے اس مسئلہ میں اسی شہر دہلی میں میرے ساتھ بحث کرلیں۔ بحث میں صرف تین شرطیں ہوں گی۔

اول یہ کہ امن قائم رہنے کے لئے وہ خود سرکاری انتظام کروادیں۔ یعنی ایک افسر انگریز مجلس بحث میں موجود ہوں۔ کیونکہ میں مسافر ہوں اور اپنی عزیز قوم کا مورد عتاب اور ہر طرف سے اپنے بھائیوں مسلمانوں کی زبان سے سبّ اور لعن طعن اپنی نسبت سنتا ہوں۔ اور جو شخص مجھ پر لعنت بھیجتا ہے اور مجھے دجال کہتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ آج میں نے بڑے ثواب کا کام کیا ہے۔ لہٰذا میں بجز سرکاری افسر کے درمیان میں ہونے کے اپنے بھائیوں کی اخلاقی حالت پر مطمئن نہیں ہوں کیونکہ کئی مرتبہ تجربہ کرچکا ہوں۔ **ولا یلدغ المومن من جحر واحد مرتین۔**

دوسرے یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق مجلس بحث میں اپنے ہاتھ سے سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے اور ایسا ہی فریق ثانی لکھ کر جواب دیوے کیونکہ زبانی بیانات محفوظ نہیں رہ سکتے اور نقل مجلس کرنے والے اپنے اعتراض کی حمایت میں اس قدر حاشیے چڑھا دیتے ہیں کہ تحریف کلام میں یہودیوں کے بھی کان کاٹتے ہیں۔ اس صورت میں تمام بحث ضائع ہو جاتی ہے اور جو لوگ مجلس بحث میں حاضر نہیں ہو سکتے ان کو رائے لگانے کیلئے کوئی صحیح بات ہاتھ نہیں آتی۔ ماسوا اس کے صرف زبانی بیان میں اکثر مخاصم بے اصل اور کچی باتیں منہ پر لاتے ہیں۔ لیکن تحریر کے وقت وہ ایسی باتوں کے لکھنے سے ڈرتے ہیں تا وہ اپنی خلاف واقعہ تحریر سے پکڑے نہ جائیں اور ان کی علمیت پر کوئی دھبہ نہ لگے۔

تیسری شرط یہ کہ بحث وفات حیات مسیح میں ہو۔ اور کوئی شخص قرآن کریم اور کتب حدیث سے باہر نہ جائے۔ مگر صحیحین کو تمام کتب حدیث میں مقدم رکھا جائے اور بخاری کو مسلم پر کیونکہ وہ اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ

اگر مسیح ابن مریم کی حیات طریقہ مذکورۂ بالا سے جو واقعات صحیحہ کے معلوم کرنے کیلئے ہیں خیر الطرق ہے ثابت ہو جائے تو میں اپنے الہام سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ قرآن کریم سے مخالف ہو کر کوئی الہام صحیح نہیں ٹھہرتا۔ پس کچھ ضرور نہیں کہ میرے مسیح موعود ہونے میں الگ بحث کی جائے۔

بلکہ میں حلفاً اقرار کرتا ہوں کہ اگر میں ایسی بحث وفات عیسیٰ میں غلطی پر نکلا تو دوسرا دعویٰ خود چھوڑ دوں گا اور ان تمام نشانوں کی پروانہیں کروں گا جو میرے اس دعوے کے مصدق ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم سے بڑھ کر کوئی حجت نہیں۔ **وَمَا عِنْدَنَا شَیْءٌ اِلَّا کِتَابَ اللّٰهِ وَاِنْ اَنْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی للّٰهِ وَالرَّسُوْلِ. فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیَاتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ۔**

میں ایک ہفتہ تک اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد حضرات موصوفہ کے جواب باصواب کا انتظار کروں گا۔ اور اگر وہ شرائط مذکورہ بالا کو منظور کر کے مجھے طلب کریں تو جس جگہ چاہیں حاضر ہو جاؤں گا۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔

اور کتاب ازالہ اوہام کے خریداروں پر واضح ہو کہ میں بلی ماروں کے بازار میں کوٹھی لوہارو والی میں فروکش ہوں اور ازالہ اوہام کی جلدیں میرے پاس موجود ہیں۔ جو صاحب تین روپیہ قیمت داخل کریں وہ خرید سکتے ہیں۔

المشتھر

خاکسار غلام احمد قادیان حال وارد دھلی

بازار بلیماراں کوٹھی نواب لوہارو۔

۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۲۳۴ تا ۲۳۶)

مولوی عبدالحق کی مناظرہ سے معذرت

اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد مولوی عبدالحق صاحب تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کر کے معذرت کر گئے کہ میں ایک گوشہ نشین آدمی ہوں اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق وشقاق کا اندیشہ ہو طبعاً کارہ ہوں۔

چونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی بھی دہلی پہنچ کر فخریہ انداز میں اپنی علمیت اور فضیلت کا اعلان کر رہا تھا اور ایک اشتہار میں اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق لکھا کہ:۔

''یہ میرا شکار ہے کہ بدقسمتی سے پھر دہلی میں میرے قبضہ میں آ گیا ہے اور میں خوش قسمت ہوں کہ بھاگا ہوا شکار پھر مجھے مل گیا۔''

اور لوگوں کو آپ کے خلاف بھڑکاتا رہا۔اس پر حضرت اقدس نے ۴؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک ''اشتہار بمقابل مولوی نذیر حسین صاحب سرگروہ اہلحدیث'' شائع کیا۔اس میں آپ نے مولوی عبدالحق صاحب کو چھوڑتے ہوئے مولوی سید نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

''مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جواب دہلی میں موجود ہیں ان کاموں میں اول درجہ کا شوق رکھتے ہیں۔لہٰذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے زندگی ثابت کر سکتے ہیں تو میرے ساتھ بپابندی کے ساتھ شرائط مندرجہ اشتہار ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کر لیں۔اور اگر انہوں نے بقبول شرائط مندرجہ اشتہار ۲؍اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کیلئے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کر لیا ہے۔بحث میں امر تنقیح طلب یہ ہوگا کہ آیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ

نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح ابن مریم جس کو انجیل ملی تھی اب تک آسمان پر زندہ ہے اور آخری زمانہ میں آئے گا۔ یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت فوت ہو چکا ہے اور اس کے نام پر کوئی دوسرا اسی امت میں سے آئے گا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ وہی مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہے تو یہ عاجز دوسرے دعوے سے خود دست بردار ہو جائے گا ورنہ بحالت ثانی بعد اس اقرار کے لکھانے کے درحقیقت اسی امت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی اور آنے والا ہے۔ یہ عاجز اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دے گا۔ اور اگر اشتہار کا جواب ایک ہفتہ تک مولوی صاحب کی طرف سے شائع نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے گریز کی۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اصفحہ ۲۳۸، ۲۳۹)

۶/اکتوبر ۱۸۹۱ء کے اشتہار کے شائع ہونے کے بعد مولوی سید نذیر حسین صاحب کے شاگردوں نے خود ہی ایک تاریخ معین کر کے ایک اشتہار شائع کر دیا کہ فلاں تاریخ کو بحث ہوگی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس کی اطلاع ہی نہ دی۔ اور بحث کے روز مقررہ وقت پر حضرت اقدس کے پاس آدمی بھیج دیا کہ بحث کیلئے چلیئے۔ مولوی نذیر حسین صاحب مباحثہ کیلئے آپ کا انتظار کر رہے ہیں اور دوسری طرف حضور کے خلاف لوگوں کو سخت بھڑکایا گیا تھا اور جلسہ کی غرض بھی بلوہ کر کے حضور علیہ السلام کو ایذاء پہنچانا تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے حالات میں بغیر شرائط طے کئے جلسہ میں شامل نہ ہو سکتے تھے اور نہ ہوئے اور لوگوں میں یہ مشہور کر دیا گیا کہ مرزا صاحب بحث میں حاضر نہیں ہوئے اور گریز کر گئے ہیں اور شیخ الکل صاحب سے ڈر گئے ہیں۔ تب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۷/اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار بدیں عنوان شائع کیا۔

مولوی سید نذیر حسین دہلوی کو قسم کھانے کا چیلنج

اللہ جل شانہ کی قسم دے کر مولوی سید نذیر حسین صاحب کی خدمت میں بحث حیات و ممات مسیح ابن مریم کیلئے درخواست :۔

''بالآخر یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ کسی طرح سے بحث کرنا نہیں چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سن کر اللہ جل شانہ کی تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیجئے کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں۔اور صحیح اور یقینی امر یہی ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور آیات قرآنی اپنی صریح دلالت سے اور احادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ اپنے کھلے کھلے منطوق سے اسی پر شہادت دیتی ہے۔ اور میرا عقیدہ یہی ہے۔تب میں آپ کی اس گستاخی اور حق پوشی اور بددیانتی اور جھوٹی گواہی کے فیصلہ کیلئے جناب الٰہی میں تضرع اور ابتہال کروں گا۔اور چونکہ میری توجہ پر مجھے ارشاد ہو چکا ہے کہ **اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ** اور مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ تقویٰ کا طریق چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے اور آیت **لاتقف مالیس لک به علم** کو نظرانداز کردیں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کیلئے بطور نشان کے ہوجائے گا۔لہٰذا مظہر ہوں کہ اگر بحث سے کنارہ ہے تو اسی طور سے فیصلہ کرلیجئے تا وہ لوگ جو نشان نشان کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کوئی نشان دکھا دیوے۔**وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ**.
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

حلفی اقرار دربارہ ادائے پچیس روپیہ فی حدیث اور فی آیت اور بالآخر مولوی سید نذیر حسین صاحب کو یہ بھی واضح رہے کہ اگر وہ اپنے اس عقیدہ کی تائید میں جو حضرت مسیح ابن مریم بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے آیات صریح بینہ

قطعیۃ الدلالت واحادیث صحیحہ متصلہ مرفوعہ مجلس مباحثہ میں پیش کر دیں اور جیسا کہ ایک امر کو عقیدہ قرار دینے کیلئے ضروری ہے یقینی اور قطعی ثبوت صعود جسمانی مسیح ابن مریم کا جلسہ عام میں اپنی زبان مبارک سے بیان فرماویں تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار شرعی کرتا ہوں کہ فی آیت وفی حدیث پچیس روپیہ ان کی نذر کروں گا۔

الناصح المشفق المشتہر المعلن مرزا غلام احمد قادیانی

(سرہند دہلی) ۱۷/۱۰/اکتوبر ۱۸۹۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۲۴۸، ۲۴۹)

جامع مسجد دہلی میں مناظرہ

اس اشتہار کے بعد ۲۰/ اکتوبر کو جامع مسجد دہلی میں انعقاد مجلس کا ہونا قرار پایا۔ اور حفظ امن کیلئے پولیس کا بھی انتظام ہو گیا۔ چنانچہ اس دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام معہ اپنے بارہ اصحاب کے جامع مسجد دہلی بیچ کے محراب میں جا بیٹھے۔ جامع مسجد میں اس روز ایک بے پناہ ہجوم تھا۔ ایک سو سے زائد پولیس کے سپاہی اور ان کے ساتھ ایک یورپین افسر بھی آ گئے۔ پھر مولوی سید نذیر حسین صاحب مع مولوی بٹالوی صاحب تشریف لائے جنہیں ان کے شاگردوں نے ایک دالان میں جا بٹھایا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شیخ الکل کو رقعہ بھیجا کہ مطابق اشتہار ۱۷/ اکتوبر مجھ سے بحث کریں یا قسم کھا لیں کہ میرے نزدیک مسیح ابن مریم کا زندہ بجسد عنصری اٹھایا جانا قرآن وحدیث کے نصوص صریحہ قطعیہ بینہ سے ثابت ہے۔ اس قسم کے بعد اگر ایک سال تک اس حلف دروغی کے اثر بد سے محفوظ رہیں تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔ لیکن شیخ الکل صاحب نے دونوں طریقوں میں سے کسی کو منظور نہ کیا اور حیات و وفات مسیح پر بحث کرنے سے قطعی طور پر انکار کر دیا اور اپنے آدمیوں کی معرفت سٹی مجسٹریٹ کو کہلا بھیجا کہ یہ شخص عقائد اسلام سے منحرف ہے۔ جب تک یہ شخص اپنے عقائد کا ہم سے تصفیہ نہ کرے ہم

وفات و حیات مسیح کے بارہ میں ہرگز بحث نہ کریں گے۔ یہ تو کافر ہے کیا کافروں سے بحث کریں؟

اس جلسہ میں خواجہ محمد یوسف صاحب رئیس وکیل آنریری مجسٹریٹ علیگڑھ بھی موجود تھے۔ انہوں نے حضور سے کہا کہ یہ عقاید آپ کی طرف ازراہ افتراء منسوب کئے جاتے ہیں تو مجھے ایک پرچہ پر یہ سب باتیں لکھ دیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے عقائد کے بارہ میں ایک پرچہ لکھ دیا اور خواجہ صاحب کو دے دیا جسے انہوں نے سپرنٹنڈنٹ پولیس کو بلند آواز سے سنایا اور تمام معزز حاضرین جونزدیک تھے سن لیا۔ الغرض شیخ الکل اپنی ضد سے باز نہ آئے اور حیات و وفات مسیح پر بحث کرنے سے انکار کرتے رہے۔ تب سپرنٹنڈنٹ پولیس نے اس کشمکش سے تنگ آکر اور لوگوں کی وحشیانہ حالت اور کثرت عوام کو دیکھ کر خیال کیا کہ بہت دیر تک انتظار کرنا اچھا نہیں۔ لہٰذا عوام کی جماعت کو منتشر کرنے کیلئے حکم سنایا گیا کہ بحث نہیں ہوگی لہٰذا آپ چلے جائیں۔ اس کے بعد پہلے مولوی نذیر حسین صاحب مع اپنے رفقاء کے مسجد سے باہر نکلے اور بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے اصحاب نکلے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کو مباحثہ کا تیسرا چیلنج

اس کے بعد ۲۳؍اکتوبر ۱۸۹۱ء کو پھر حضرت اقدس نے مولوی نذیر حسین دہلوی کو بحث کرنے کیلئے درج ذیل اشتہار دیا۔

”اے مولوی نذیر حسین صاحب! آپ نے اور آپ کے شاگردوں نے دنیا میں شور ڈال دیا ہے کہ یہ شخص یعنی یہ عاجز دعویٰ مسیح موعود ہونے میں مخالف قرآن و حدیث بیان کررہا ہے۔ اور ایک نیا مذہب و نیا عقیدہ نکالا ہے جو سراسر مغائر تعلیم اللہ و رسول اور بہ بداہت باطل ہے۔ کیونکہ قرآن اور حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے گئے اور پھر کسی وقت آسمان پر سے

زمین پر تشریف لائیں گے۔ اوران کا فوت ہو جانا مخالف قرآن وحدیث قرار دے دیا ہے جس کی وجہ سے ہزار ہا مسلمانوں میں بدظنی کا فتنہ برپا ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ پر فرض ہے کہ مجھ سے اس بات کا تصفیہ کر لیں کہ آیا ایسا عقیدہ رکھنے میں میں نے قرآن وحدیث کو چھوڑ دیا ہے یا آپ ہی چھوڑ بیٹھے ہیں اور اس قدر تو میں خود مانتا ہوں کہ اگر میرا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مخالف نصوص بینہ قرآن وحدیث ہے اور دراصل حضرت عیسیٰ ابن مریم آسمان پر زندہ بجسدہ العنصری موجود ہیں جو پھر کسی وقت زمین پر اتریں گے تو گو یہ میرا دعویٰ ہزار الہام سے مؤید اور تائید یافتہ ہو اور گو نہ صرف ایک نشان بلکہ لاکھ آسمانی نشان اس کی تائید میں دکھاؤں تاہم وہ سب ہیچ ہیں کیونکہ کوئی امر اور دعویٰ اور کوئی نشان مخالف قرآن اور احادیث صحیح مرفوعہ ہونے کی حالت میں قابل قبول نہیں۔ اور صرف اس قدر مانتا ہوں بلکہ اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر آپ حضرت ایک جلسہ بحث مقرر کر کے میرے دلائل پیش کردہ جو صرف قرآن اور احادیث صحیحہ کی رو سے بیان کروں گا توڑ دیں اور ان سے بہتر دلائل حیات مسیح ابن مریم پیش کریں اور آیات صریحہ بینہ قطعیۃ الدلالت اور احادیث صحیحہ مرفوعہ متصلہ کے منطوق سے حضرت مسیح ابن مریم کا بجسدہ العنصری زندہ ہونا ثابت کر دیں تو میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور تمام کتابیں جو اس مسئلے کے متعلق تالیف کی ہیں جس قدر میرے گھر میں موجود ہیں سب جلا دوں گا اور بذریعہ اخبارات اپنی توجہ اور رجوع کے بارے میں عام اطلاع دے دوں گا۔ وَلَعْنَةُ اللّٰہِ عَلٰی کَاذِبٍ یُخْفِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَایُخَالِفُ بَیَانَ لِسَانِہٖ۔ مگر یہ بھی یاد رکھیئے کہ اگر آپ ہی مغلوب ہو گئے اور کوئی صریحۃ الدلالت آیت اور حدیث صحیح مرفوع متصل پیش نہ کر سکے تو آپ کو بھی اپنے اس انکار شدید سے توبہ کرنی پڑے گی۔ وَاللّٰہُ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۲۴۱، ۲۴۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کی غیرت کو ہر طرح جوش دلایا کہ تا وہ بحث کیلئے میدان میں اتریں۔ مگر مولوی صاحب مختلف حیلوں بہانوں سے ہمیشہ بحث کرنے سے گریز کرتے رہے۔

مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی سے مباحثہ

جب شیخ الکل مولوی نذیر حسین دہلوی اور دوسرے علماء کا ''حیات و وفات مسیح'' پر مباحثہ کرنے سے انکار اور فرار سب لوگوں پر واضح ہوگیا تو دہلی والوں نے مولوی محمد بشیر بھوپالوی کو جو ان دنوں بھوپال میں ملازم تھے مباحثہ کیلئے بلایا۔ جس نے خلاف مرضی شیخ الکل اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور دیگر علماء ''حیات و وفات مسیح'' پر بحث کرنا منظور کر لیا اور انہوں نے صاف طور پر کہہ دیا کہ ان کی شکست ہماری شکست متصور نہ ہوگی۔

یہ مباحثہ ۲۳/ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو بعد نماز جمعہ شروع ہوا۔ تین پرچے مولوی محمد بشیر صاحب نے لکھے اور تین ہی حضرت اقدس نے لکھے۔ فریقین کے پرچے ''الحق مباحثہ دہلی'' کے نام سے چھپے ہوئے ہیں اور مسئلہ حیات و وفات مسیح ناصری کی تحقیق کے لئے مشعل راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ جو شخص بھی مباحثہ دہلی کو بغور پڑھے گا اس پر صاف کھل جائے گا کہ علماء کے ہاتھ میں حیات مسیح کو ثابت کرنے کے لئے کوئی قطعی دلیل نہیں نہ کوئی آیت اور نہ کوئی صحیح حدیث اور یہ مباحثہ اللہ کے فضل سے بہت لوگوں کی ہدایت کا باعث ثابت ہوا۔

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کو مناظرہ کا چوتھا چیلنج

چونکہ میاں نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور دیگر علماء دہلی نے ''حیات و وفات مسیح'' کے مسئلہ پر بحث کرنے سے انکار کیا اور میاں سید نذیر حسین صاحب نے بحث ٹالنے کے لئے بار بار یہی عذر کیا کہ آپ کافر ہیں اور مسلمان نہیں تو آپ نے

دسمبر ۱۸۹۱ء میں رسالہ ''آسمانی فیصلہ'' لکھا۔ جس میں خاص طور پر میاں نذیر حسین صاحب کو پھر تحریری بحث کیلئے دعوت دی اور فرمایا کہ اگر وہ لاہور آسکیں تو ان کے آنے جانے کا کرایہ بھی ادا کروں گا ورنہ دہلی میں بیٹھے ہوئے اظہار حق کیلئے تحریری بحث کرلیں میاں صاحب کو بحث کیلئے میں اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ شیخ الکل ہیں اور لوگوں کے خیال میں سب سے علم میں بڑھے ہوئے ہیں اور علماء ہند میں بیخ کی طرح ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ بیخ کے کاٹنے سے تمام شاخیں خود بخود گریں گی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''میں اسی طرح بحث وفات مسیح کیلئے اب پھر حاضر ہوں جیسا کہ پہلے حاضر تھا۔ اگر میاں صاحب لاہور میں آ کر بحث منظور کریں تو میں ان کی خاص ذات کا کرایہ آنے جانے کا خود دے دوں گا۔ اگر آنے پر راضی ہوں تو میں ان کی تحریر پر بلاتوقف کرایہ پہلے روانہ کرسکتا ہوں۔ اب میں دہلی میں بحث کیلئے جانا نہیں چاہتا کیونکہ دہلی والوں کے شور وغوغا کو دیکھ چکا ہوں اور ان کی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سن چکا ہوں وَلَایُلْدَغُ الْمُؤْمِنُ مِنْ جُحْرٍ وَاحِدٍ مَرَّتَیْنِ ۔ میں تو یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر میں بحث وفات مسیح سے گریز کروں تو میرے پر بوجہ صدعن سبیل اللہ خدائے تعالیٰ کی ہزار لعنت ہو۔ اور اگر شیخ الکل صاحب گریز کریں تو ان پر اس سے آدھی ہی سہی اور اگر وہ حاضر ہونے سے روگردان ہیں تو میں یہ بھی اجازت دیتا ہوں کہ وہ اپنی جگہ پر ہی بذریعہ تحریرات اظہار حق کیلئے بحث کرلیں غرض میں ہر طرح سے حاضر ہوں اور میاں صاحب کے جواب باصواب کا منتظر ہوں میں زیادہ تر گرمجوشی سے میاں صاحب کی طرف اسلئے مستعد ہوں کہ لوگوں کے خیال میں ان کی علمی حالت سب سے بڑھی ہوئی ہے اور وہ علمائے ہند میں بیخ کی طرح ہیں۔ اور کچھ شک نہیں کہ بیخ کے کاٹنے سے تمام شاخیں خود بخود گریں گی سو مجھے بیخ ہی کی طرف متوجہ ہونا

چاہیئے اور شاخوں کا قصّہ خود بخود تمام ہو جائے گا اور اس بحث سے دنیا پر کھل جائے گا
کہ شیخ الکل صاحب کے پاس مسیحؑ کی جسمانی زندگی پر کون سے دلائل یقینیہ ہیں جن
کی وجہ سے انھوں نے عوام الناس کو سخت درجہ کے اشتعال میں ڈال رکھا ہے۔ مگر یہ
پیشگوئی بھی یاد رکھو کہ وہ ہرگز بحث نہیں کریں گے۔ اور اگر کریں گے تو ایسے رسوا ہوں
گے کہ منہ دکھانے کی جگہ نہیں رہے گی۔ ہائے مجھے ان پر بڑا افسوس ہے کہ انھوں نے
چند روز زندگی کے ننگ و ناموس سے پیار کر کے حق کو چھپایا اور راستی کو ترک کر کے
ناراستی سے دل لگایا۔'' (آسمانی فیصلہ۔ روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۳۱۶)

اس چیلنج کے ساتھ حضور نے دوسرا چیلنج یہ بھی دیا کہ چونکہ انہوں نے میرے اعلانات کو کہ میں مومن مسلمان ہوں کوئی وقعت نہیں دی اس لئے اب مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کی جماعت کے لوگ بٹالوی وغیرہ علماء ان علامات کے اظہار کیلئے مجھ سے مقابلہ کر لیں جو قرآن کریم اور احادیث میں کامل مومن کی بتائی گئی ہیں۔ لیکن کسی کو بھی اس کیلئے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوسکی۔

مولوی اسحٰق صاحب کو مسئلہ وفات و حیات مسیح پر بحث کرنے کی دعوت

۳۰؍ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان پر مولوی محمد اسحٰق صاحب اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مابین ''مسئلہ وفات و حیات مسیح'' پر گفتگو ہوئی۔ جس میں مولوی صاحب کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر بعد میں مولوی صاحب کے بعض دوستوں کی طرف سے یہ پراپیگنڈا شروع کر دیا گیا کہ اس بحث میں مولوی محمد اسحٰق صاحب کو فتح ہوئی ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار کے ذریعہ اصل حقیقت حال کو بیان فرمایا اور مولوی

صاحب کو بعض شرائط کے ساتھ دوبارہ بحث کرنے کی دعوت دی۔فرمایا۔

’’مولوی محمد اسحٰق صاحب کو مخاطب کر کے اشتہار ہذا شائع کیا جاتا ہے کہ ہر یک خاص وعام کو اطلاع رہے کہ جو بیان مولوی صاحب کی طرف سے شائع ہوا ہے وہ محض غلط ہے۔حق بات یہ ہے کہ ۳۰/اکتوبر کی تقریر میں مولوی صاحب ہی مغلوب تھے اور ہمارے شافی وکافی دلائل کا ایک ذرّہ جواب نہیں دے سکے۔اگر ہمارا یہ بیان مولوی صاحب کے نزدیک خلاف واقعہ ہے تو مولوی صاحب پر فرض ہے کہ اشتہار کے شائع ہونے کے بعد ایک جلسہ بحث مقرر کر کے اس مسئلہ حیات ووفات مسیح میں اس عاجز سے بحث کرلیں۔اور اگر بحث نہ کریں تو پھر ہر ایک منصف کو سمجھنا چاہئے کہ وہ گریز کر گئے۔شرائط بحث بہ تفصیل ذیل ہوں گے۔

(۱) حیات ووفات مسیح ابن مریم کے بارہ میں بحث ہوگی۔(۲) بحث تحریری ہوگی یعنی دو کاتب ہماری طرف سے اور دو کاتب مولوی صاحب کی طرف سے اپنی اپنی نوبت پر بیانات قلم بند کرتے جائیں گے اور ہر یک فریق ایک ایک نقل دستخطی اپنے فریق ثانی کو دے دے گا۔پرچے بحث کے تین ہوں گے۔مولوی صاحب کی طرف سے بوجہ مدعی حیات ہونے کے پہلا پرچہ ہوگا۔پھر ہماری طرف سے جواب ہوگا۔تحریری بحث سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ فریقین کے بیانات محفوظ رہتے ہیں دور دست کے غائبین کو بھی ان پر رائے لگانے کا موقع مل سکتا ہے اور کسی کو یہ یارا نہیں ہوتا کہ خارج از بحث یا رطب و یابس کو زبان پر لاسکے۔پبلک اس بات کو سن رکھے کہ ہم اس اشتہار کے بعد ۲/نومبر ۱۸۹۱ء کے ۱۲ بجے دن تک مولوی صاحب کے جواب اور شروع بحث کا انتظار کریں گے جس طرح دہلی میں مولوی سید نذیر حسین صاحب کو اشتہار ۱۷/اکتوبر ۱۸۹۱ء میں قسم دی گئی تھی وہی قسم آپ کو بھی دی جاتی ہے۔امید ہے کہ آپ بحث سے ہرگز احتراز نہ کریں گے۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۲۴۸،۲۴۹)

مسئلہ حیات ووفات مسیح کے متعلق دیگر چیلنج

چار طور کے دلائل سے حیاتِ مسیح ثابت کرنے کا چیلنج

اتمام الحجۃ میں فرمایا:۔

" فمن ادعی انّ عیسٰی بقی منهم حیّا وما دخل فی الموتٰی فقد استثنٰے فعلیه ان یثبت هذاالدعویٰ وانت تعلم ان الادلة عندالحنیفیین لا ثبات ادعاء المدعین **اربعة انواع** کما لا یخفٰی علی المتفقهین . **الاول** قطعی الثبوت والدلالة و لیس فیها شئ من الضعف والکلالة کالاٰیات القراٰنیة الصریحة والاحادیث المتواترةالصیحة بشرط کونها مستغنیة من تاویلات المأولین ومنزهة عن تعارض و تناقض یوجب الضعف عندالمحققین . **الثانی** قطعی الثبوت ظنّی الدلالة کالاٰ یات والاحادیث المأ وّلةمع تحقق الصحة والاصالة. **الثالث** ظنّی الثبوت قطعی الدلالة کالاخیار الاحادالصریح مع قلّة القوة وشئ من الکلالة . **الرابع** ظنی الثبوت والدلالة کا لاخبار الاحادالمتحملة لامانی والمشتبهة

(اتمام الحجۃ ۔ روحانی خزائن نمبر ۸ صفحہ ۲۸۲)

ترجمہ: پس جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ ہیں اور ابھی تک وفات یافتگان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ موت سے مستثنٰی ہیں تو اُس کو چاہیئے کہ وہ اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرے اور تو جانتا ہے کہ حنفیوں کے نزدیک کسی مدعی کے دعویٰ کو چار قسم کے دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے جیسا کہ فقہاء پر یہ امر مخفی نہیں ہے۔

ا۔ایسا قطعی ثبوت اور دلیل جس میں کسی قسم کی کمزوری نہ پائی جائے۔اور وہ قرآنی آیات کی طرح واضح ہو اور ہر قسم کے تعارض اور تناقض سے محققین کے نزدیک پاک اور منزّہ ہو۔

۲۔ایسا قطعی ثبوت اور دلیل جو تاویل طلب آیات اور احادیث پر مشتمل ہو مگر تحقیقی لحاظ سے وہ احادیث صحیح اور درست ہوں۔

۳۔ایسا ظنی ثبوت یا دلیل جو واضح طور پر خبر احاد کی طرح ہو بوجہ قلت قوت اور یکتا ہونے کے لحاظ سے۔

۴۔ایسا ظنی ثبوت اور دلیل جو ظن پر مبنی ہو اور جو خبر واحد کی طرح ہو جس کے اندر کئی معانی پائے جائیں اور اشتباہ کا پہلو اپنے اندر رکھتا ہو۔

حیات مسیح اور ہزار روپیہ کا چیلنج

فرمایا۔

''وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوگا۔یاد رہے کہ یہ خیال سراسر افتراء ہے۔حدیثوں میں اس کا نام ونشان نہیں۔اگر کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا تھا اور پھر کسی وقت جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر سے نازل ہوگا اور چڑھنا اور اترنا دونوں امر جسم عنصری کے ساتھ کسی حدیث سے ثابت ہو جائیں تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم میں ایسی صحیح حدیث پیش کرنے والے کو ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد ۱ صفحہ ۳۱۸/ح)

کسی ایسی حدیث لانے کا چیلنج جس میں بجسم عنصری آسمان پر جانے کا ذکر ہو۔

''پس اگر تم اِس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا نہیں کرتے تو بتلاؤ اور پیش

کرو کہ کس حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے۔ ہائے افسوس اسقدر جھوٹ اور افترا۔ اے لوگو! کیا تم نے مرنا نہیں۔ کیا کبھی بھی قبر کا منہ نہیں دیکھو گے۔

از افتراء و کذب شماخوں شدست دل | داند خدا کہ زیں غم دیں چوں شدست دل
ہیچم عیاں نشد کہ شمارا بکینہ ام | زینساں چرا دلیر و دگر گوں شدست دل

(تحفہ غزنویہ۔روحانی خزائن جلد۱۵ صفحہ۵۶۲)

اے مولوی صاحبان فضولی کو چھوڑو اور مجھے کوئی ایک ہی حدیث ایسی دکھلاؤ کہ جو صحیح ہو اور جو مسیح کا خاکی جسم کے ساتھ زندہ اٹھایا جانا اور اب تک آسمان پر زندہ ہونا ثابت کرتی ہو اور تواتر کی حد تک پہنچی ہو اور اس مقدار ثبوت تک پہنچ گئی ہو جو عندالعقل مفید یقین قطعی ہو جاوے اور صرف شک کی حد تک محدود نہ رہے۔

(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۳۸۸)

حیات مسیح اور 20 ہزار روپیہ کا چیلنج

پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی صحیح حدیث سے حضرت عیسیٰ کا آسمان پر چڑھنا اور واپس اترنا ثابت کرنے کا چیلنج دیا تھا۔اب اس چیلنج میں صحیح کی شرط کو اُڑا کر صرف کسی ”وضعی حدیث“ سے ہی حضرت عیسیٰ کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا اور پھر واپس اترنا ثابت کرنے کا چیلنج دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

”غرض ان لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کر کے چار طور سے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے۔اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے

آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کے لئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی واردشہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اترے ہیں۔ اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی حدیث پیش کرے۔ تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔''

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶)

لفظ خلت کے متعلق ہزار روپیہ کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات مسیح کے تعلق میں قرآن کریم کی آیت **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** .... الخ (آل عمران) میں لفظ خلت کے معنی قرآن کریم، اجماع صحابہ اور گزشتہ مفسرین کی تفاسیر کی روشنی میں موت یا قتل کرتے ہوئے وفات مسیح ثابت کی ہے۔ مگر آپ کے ایک مخالف مولوی میاں عبدالحق غزنوی نے ۱۹۰۲ء میں ایک اشتہار کے ذریعہ آپ کے معانی اور استدلال کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھا کہ۔

''قرآن شریف میں فقط **خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُل** موجود ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ رسول اللہ سے پہلے گزر رے۔'' (بحوالہ تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲)

گویا مولوی صاحب کے نزدیک خلت کا معنی صرف گزرنے کے ہیں اور حضرت عیسیٰ کا

آسمان پر جانا بھی ایک قسم کا گزر جانا ہے۔ جو لفظ خلت کے مفہوم میں داخل ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے اس مزعومہ خیال اور عذر کے پیش نظر یہ چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

’’میں آپ کو ہزار روپیہ بطور انعام دینے کو طیار ہوں۔ اگر آپ کسی قرآن شریف کی آیت یا کسی حدیث قوی یا ضعیف یا موضوع یا کسی قول صحابہ یا کسی دُوسرے امام کے قول سے یا جاہلیت کے خطبات یا دواوین اور ہر ایک قسم کے اشعار یا اسلامی فصحاء کے کسی نظم یا نثر سے یہ ثابت کر سکیں کہ خَـلَـتْ کے معنوں میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر چلا جائے۔ خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں اوّل خَلَتْ کا بیان کرنا اور پھر ایسی عبارت میں جو بموجب اصول بلاغت و معانی تفسیر کے محل میں ہے صرف مرنا یا قتل کئے جانا بیان فرمانا۔ کیا مومن کے لئے یہ اِس بات پر حجت قاطع نہیں ہے کہ خَلَتْ کے معنے اِس محل میں دو ہی ہیں یعنی مرنا یا قتل کئے جانا۔ اب خدا کی گواہی کے بعد اور کس کی گواہی کی ضرورت ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ کہ ایسے مقام میں خدا تعالیٰ نے میری سچائی کی گواہی دیدی اور بیان فرما دیا کہ خَلَتْ کے معنے مرنا یا قتل کئے جانا ہے۔‘‘ (تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد۱۵ صفحہ ۵۷۶)

مُردوں کے دوبارہ دنیا میں واپس آنے کی راہ میں مانع آیات کو غیر قطعیۃ الدلالت ثابت کرنے پر ہزار روپیہ کا چیلنج

حیات مسیح کے بعض قائلین کا یہ عقیدہ ہے کہ بے شک حضرت عیسیٰ ایک دفعہ وفات پا گئے ہیں مگر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے تھے اور آخری زمانہ میں دوبارہ دنیا میں واپس تشریف لائیں گے۔ اس موقف کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درج ذیل چیلنج دیا۔

’’اگر کوئی یہ ثابت کر کے دکھاوے کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں اور احادیث جو یہ ظاہر

کرتی ہیں کہ کوئی مردہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا قطعیۃ الدلالت نہیں............
تو ایسے شخص کو بھی بلا توقف ہزار روپیہ نقد دیا جاوے گا۔''
(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۴۰۵)

تُوَفّی کا لفظ موت اور اماتت کے معنی میں استعمال ثابت کرنے والے کو ہزار روپیہ انعام کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات مسیح ثابت کرتے ہوئے ایک یہ نکتہ بھی پیش فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی وفات کے لئے ''تُوَفّی'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔اس لفظ میں یہ پیشگوئی مخفی تھی کہ حضرت عیسیٰ کی وفات صرف طبعی طریق پر ہوگی۔ یہ مقصد موت اور اماتت کے الفاظ کے استعمال سے پورا نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ موت کا لفظ متعدد المعنی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ''تُوَفّی'' کا لفظ کبھی بھی موت کی جگہ استعمال نہیں ہوا۔ایسا ثابت کرنے والے کو حضور نے بلا توقف ہزار روپیہ انعام کا چیلنج دیا۔

''لفظ موت اور اماتت کے جو متعدد المعنی ہے اور نیند اور بے ہوشی اور کفر اور ضلالت اور قریب الموت ہونے کے معنوں میں بھی آیا ہے۔توفی کا لفظ کہیں دکھاوے مثلاً یہ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ۔تو ایسے شخص کو بھی بلا توقف ہزار روپیہ نقد دیا جاوے گا۔''
(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۴۰۵)

حیات مسیح کے قائلین کو نزول مسیح کیلئے دعا کرنے کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں عقیدہ حیات مسیح کے خلاف اور وفات مسیح کے حق میں بیسیوں علمی چیلنج دیئے وہاں اس مسئلہ کے حل کے لئے ایک طریق یہ بھی پیش فرمایا کہ حیات مسیح کے قائلین سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو نازل کر دے۔ کیونکہ سچوں کی دعا

ضرور قبول ہوتی ہے۔ پس اگروہ سچے ہیں تو ضرور مسیح اتر آئے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت اقدس نے حیات مسیح کے قائلین کو دعا کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اگر ہمارے مخالف اپنے تئیں سچ پر سمجھتے ہیں اور اس بات پر سچ مچ یقینی طور پر ایمان رکھتے ہیں کہ درحقیقت وہی مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا جس پر انجیل نازل ہوئی تھی تو اس فیصلہ کے لئے ایک یہ بھی عمدہ طریق ہے کہ وہ ایک جماعت کثیر جمع ہو کر خوب تضرّع اور عاجزی سے اپنے مسیح موہوم کے اُترنے کے لئے دعا کریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جماعت صادقین کی دعا قبول ہوجاتی ہے بالخصوص ایسے صادق کہ جن میں ملہم بھی ہوں ۔ پس اگروہ سچے ہیں تو ضرور مسیح اُتر آئے گا اور وہ دعا بھی ضرور کریں گے اور اگر وہ حق پر نہیں اور یاد رہے کہ وہ ہرگز حق پر نہیں تو دعا بھی ہرگز نہیں کرینگے کیونکہ وہ دلوں میں یقین رکھتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوگی۔ ہاں ہماری اس درخواست کو کچّے بہانوں سے ٹال دیں گے تا ایسا نہ ہو کہ رُسوائی اُٹھانی پڑے۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۳۴۷)

لفظ توفی سے متعلق ہزار روپیہ کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جن آیات قرآنیہ سے وفات مسیح ثابت کی ہے ان میں سے دو آیات درج ذیل ہیں۔

۱۔ یَاعِیۡسٰی اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ وَ رَافِعُکَ اِلَیَّ................(آل عمران:۵۶)

۲۔ فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ کُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِیۡبَ عَلَیۡھِمۡ ....(مائدہ:۱۱۸)

مندرجہ بالا ہر دو آیات میں مُتَوَفِّیۡکَ اور تَوَفَّیۡتَنِیۡ دونوں صیغے مصدر توفی سے مشتق ہیں جو محاورۂ عرب اور سیاق کلام کے اعتبار سے اپنے اندر وفات کا مفہوم رکھتے ہیں۔ اسی مفہوم کے پیش نظر ہی اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا دونوں آیات میں سے کسی اور لفظ کی بجائے توفی کے

مشتقات کا انتخاب فرمایا ہے۔ مگر حیات مسیح کے بعض قائلین دونوں مقامات میں وفات کی بجائے ''پورا پورا لینا'' مراد لیتے ہیں۔ تا کہ وہ صرف اور صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم عنصر کے ساتھ آسمان پر زندہ اٹھایا جانا ثابت کر سکیں۔ جو کہ محاورۂ عرب اور سیاق کلام کے اعتبار سے کسی طرح بھی درست نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اس صورتحال کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں ان دونوں صیغوں مُتَوَفِّيكَ اور تَوَفَّيْتَنِي کے مصدر توفی کے استعمال کے متعلق ایک چیلنج دیا جو حسب ذیل ہے۔

''تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو گیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام برطبق آیت فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ (الاعراف:۲۶) زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی کے دن بسر کر کے فوت ہو چکے ہیں۔ اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم او دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لئے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں اور نہ قرآن کریم میں واپس آنے والوں کے لئے کوئی قانون وراثت موجود ہے۔ باایں ہمہ بعض علماء وقت کو اس بات پر سخت غلوّ ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور نہایت بے باکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنے وفات دینا نہیں ہے بلکہ پورا لینا ہے یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا۔ مگر ایسے معنے کرنا اُن کا سراسر افتراء ہے قرآن کریم کا عمومًا التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارے میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض روح اور وفات دے دینے کے معنوں پر ہر ایک جگہ اس کو استعمال کرتا ہے۔

یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسول اللہ ﷺ میں پایا جاتا ہے۔ جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور عربی زبان جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو بلکہ جہاں کہیں توفی کے لفظ کو خدائے تعالیٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں۔ کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں۔ کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کے گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ یا اشعار وقصائد و نظم ونثر قدیم وجدید عرب سے ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلشانہٗ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔ '' (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۴۰۲، ۴۰۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے توفی کے متعلق یہ چیلنج اپنی متعدد کتب میں بار بار دہرایا ہے۔

''وبوجه الله وعزته انی قرات کتاب الله آیةً آیةً وتدبرت فیه ثم قرات کتب الحدیث بنظر عمیق وتدبرت فیها فما وجدت لفظ التوفی فی القرآن ولا فی الاحادیث (اذا کان الله فاعله واحد من الناس مفعولاً به) الا بمعنی الاماتت وقبض الروح ` ومن یثبت خلاف تحقیقی هذا فله الف من الدارهم المروجت انعاما منی ` کذلک وعدت فی کتبی التی طبعتها

واشعتها للمنكرين وللذين يظنون ان لفظ التوفی لا يختص بقبض الروح والاماتت عند استعمال الله العبد من عباده بل جاء بمعنی عام فی الاحاديث وكتاب رب العالمين. "

(حمامۃ البشریٰ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۲۵)

ترجمہ:۔ میں اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے قرآن کریم کی ایک ایک آیت کو فکر اور تدبر سے پڑھا ہے۔ پھر میں نے بڑی گہری نظر سے کتب احادیث کو پڑھا ہے اور ان میں غور وخوض کیا ہے۔ میں نے قرآن کریم اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے فاعل اور کسی انسان کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں ہر جگہ توفی کے لفظ کو موت اور قبض روح کے معنوں میں مستعمل پایا ہے۔ اگر کوئی شخص میری اس تحقیق کو غلط ثابت کر دے تو میں اسے اپنی طرف سے رائج الوقت ہزار درہم انعام دوں گا۔ اسی طرح میں نے اپنی گزشتہ شائع ہونے والی کتب میں بھی منکرین اور ان لوگوں کے لئے جو توفی کے لفظ کو مذکورہ شرائط (اللہ فاعل اور کسی ذی روح مفعول بہ) ہونے کی صورت میں موت یا قبض روح کے معنوں میں استعمال کی بجائے قرآن اور احادیث میں عام معنوں میں استعمال پر یقین رکھتے ہیں وعدہ کیا ہے۔

تریاق القلوب میں فرماتے ہیں:۔

"علاوہ اس کے جو شخص تمام احادیث اور قرآن شریف کا تتبّع کریگا۔ اور تمام لُغت کی کتابوں اور ادب کی کتابوں کو غور سے دیکھے گا۔ اسپر یہ بات مخفی نہیں رہے گی کہ یہ قدیم محاورہ لسان العرب ہے کہ جب خدا تعالیٰ فاعل ہوتا ہے اور انسان مفعول بہ ہوتا ہے تو ایسے موقعہ پر لفظ توفّی کے معنے بجز وفات کے اور کچھ نہیں ہوتے۔ اور اگر کوئی

شخص اِس سے انکار کرے تو اُسپر واجب ہے کہ ہمیں حدیث یا قرآن یا فن ادب کی کسی کتاب سے یہ دکھلا دے کہ ایسی صورت میں کوئی اور معنے بھی توفّی کے آجاتے ہیں۔ اگر کوئی ایسا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ قدسیہ سے پیش کر سکے۔ تو ہم بلاتوقف اُسکو پانسو روپے انعام دینے کو طیار ہیں۔ دیکھو حق کے اظہار کے لئے ہم کس قدر مال خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے سوالات کا کوئی جواب نہیں دیتا؟ اگر سچائی پر ہوتے تو اِس سوال کا ضرور جواب دیتے اور نقد روپیہ پاتے۔'' (تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۵۸)

براہین احمدیہ حصہ پنجم میں فرمایا۔

''اور پھر ہم پہلے کلام کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ یہ امر ثابت شدہ ہے کہ جس جگہ کسی کلام میں توفی کے لفظ میں خدا تعالیٰ فاعل ہو اور کوئی شخص نام لے کر اس فاعل کا مفعول بہ قرار دیا جائے ایسے فقرہ کے ہمیشہ یہ معنے ہوتے ہیں کہ خدا تعالی نے اس شخص کو مار دیا ہے یا مارے گا۔ کوئی اور معنے ہرگز نہیں ہوتے۔ اور میں نے مدت ہوئی اسی ثابت شدہ امر پر ایک اشتہار دیا تھا کہ جو شخص اس کے برخلاف کسی حدیث یا دیوان مستند عرب سے کوئی فقرہ پیش کرے گا جس میں باوجود اس کے کہ توفی کا لفظ خدا فاعل ہو اور کوئی علَم مفعول بہ ہو یعنی کوئی ایسا شخص مفعول بہ ہو جس کا نام لیا گیا ہو۔ مگر وہ باوجود اس امر کے اس جگہ وفات دینے کے معنے نہ ہوں تو اس قدر اس کو انعام دوں گا۔ اس اشتہار کا آج تک کسی نے جواب نہیں دیا۔ اب پھر اتمام حجت کیلئے دوسو روپیہ نقد کا اشتہار دیتا ہوں کہ اگر کوئی ہمارا مخالف ہمارے اس بیان کو یقینی اور قطعی نہیں سمجھتا ہو تو احادیث صحیحہ نبویہ یا قدیم شاعروں کے اقوال میں سے جو مستند ہوں اور جو عرب کے اہل زبان اور اپنے فن میں مسلّم ہوں کوئی ایک ایسا فقرہ پیش کرے

جس میں توفی کے لفظ کا خدا تعالیٰ فاعل ہو اور مفعول بہ کوئی علمَ جیسے زید بکر اور خالد وغیرہ اور اس فقرہ کے معنے ببداہت کوئی اور ہوں وفات دینے کے معنی نہ ہوں تو اس صورت میں میں ایسے شخص کو مبلغ دو روپیہ نقد دوں گا۔ ایسے شخص کو صرف یہ ثابت کرنا ہوگا کہ وہ حدیث جس کو پیش کرے وہ حدیث صحیح نبوی ہے یا گزشتہ عرب کے شاعروں میں سے کسی کا قول ہے جو علم محاورات عرب میں مسلم الکمال ہے اور یہ ثبوت دینا بھی ضروری ہوگا کہ قطعی طور پر اس حدیث یا اس شعر سے ہمارے دعویٰ کے مخالف معنے نکلتے ہیں اور ان معنوں سے جو ہم لیتے ہیں وہ مضمون فاسد ہوتا ہے۔ یعنی وہ حدیث یا وہ شعر ان معنوں پر قطعیۃ الدلالت ہے۔ کیونکہ اگر حدیث یا اس شعر میں ہمارے معنوں کا بھی احتمال ہے تو ایسی حدیث یا ایسا شعر ہرگز پیش کرنے کے لائق نہ ہوگا کیونکہ کسی فقرہ کو بطور نظیر پیش کرنے کیلئے اس مخالف مضمون کا قطعیۃ الدلالت ہونا شرط ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جس حالت میں صدہا نظائر قطعیۃ الدلالت سے ثابت ہو چکا ہے کہ توفی کا لفظ اس صورت میں کہ خدا تعالی اس کا فاعل اور کوئی علمَ یعنی کوئی نام لے کر انسان اس کا مفعول بہ ہو بجز وفات دینے اس مفعول بہ کے کسی دوسرے معنوں پر آ ہی نہیں سکتا تو پھر ان نظائر متواترہ کثیرہ کے برخلاف جو شخص دعویٰ کرتا ہے یہ بار ثبوت اس کی گردن پر ہے کہ وہ ایسی صریح نظیر جو قطعیۃ الدلالت ہو برخلاف ہمارے پیش کرے۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ.'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد۲۱ صفحہ ۳۸۳،۳۸۴)

مخالفین کا ردّ عمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ چیلنج نہ تو توڑا جا سکتا ہے اور نہ کسی کو آج تک توڑنے کی توفیق مل سکی البتہ اس چیلنج کے بعد حیات مسیح کے اثبات مں لکھی گئی تمام معروف کتب میں لفظ توفی

کے سلسلہ میں کی گئی بحث کا ماحصل یہ ہے کہ:۔

لغت اوعربی قواعد کی رو سے توفی کا حقیقی معنیٰ پورا پورا لینا ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی اور تفسیر کبیر میں اَلتَّوَفِّی اَخذُ الشَّیءِ وَافِیًا اورتَوَفَّیتُ مِنہُ دَرَاھِمِی مذکور ہیں۔ اور موت اس کے مجازی معنی ہیں۔''

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ۵۱۴مطبوعہ۱۹۷۱ء بار پنجم)

جواب

ا۔ مندرجہ بلا ہر دو مثالوں میں توفی کا مفعول ذی روح نہیں بلکہ پہلی مثال میں شیء اور دوسری مثال میں دراھمی غیر ذی روح مفعول ہیں۔ اگر یہاں پر مفعول کوئی ذی روح چیز ہو جیسا کہ چیلنج میں مذکور ہے تو یہاں پر ''پورا پورا لینا'' معنی ممکن نہ ہوتا۔

۲۔ یہ دعویٰ کہ توفی کا موت مجازی معنی ہے نہ کہ حقیقی۔ اس کے ثبوت میں علماء درج ذیل اقوال پیش کرتے ہیں۔

ا۔ وَمِنَ الْمَجَازِ تُوُفِّیَ فُلَانٌ وَ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ وَ اَدْرَکَتْہُ الْوَفَاۃُ

(اساس البلاغہ از علامہ زمخشری)

۲۔ دوسرا قول تاج العروس کا پیش کرتے ہیں۔

''وَمِنَ الْمَجَازِ اَدْرَکَتْہُ الْوَفَاۃُ اَیْ اَلْمَوْتُ وَالْمَنِیَّۃُ وَتُوُفِّیَ فُلَانٌ اِذَا مَاتَ وَ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ اِذَا قُبِضَ رُوْحُہٗ'' (تاج العروس)

ترجمہ۔ اور توفی کے مجازی معنی وفات یعنی موت کے ہیں اور توفی کا لفظ کسی کی وفات پر استعمال ہوتا ہے اور توفاہ اللہ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی۔ یعنی اس کو موت دے دی۔

اس سلسلہ میں ہمیں علماء سے کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ہم خود یہی کہتے ہیں کہ بے شک ایسی جگہ توفی کے مجازی معنی موت ہی مراد ہوں گے۔ توفی کے حقیقی معنی پورا پورا لینا ہرگز مراد نہیں

ہوسکتے۔ کیونکہ تاج العروس اور اساس البلاغہ کے دونوں اقوال کا مفاد یہی ہے کہ توفی کے فعل کا فاعل جب خدا تعالیٰ ہو اور کسی ذی روح انسان کیلئے یہ فعل استعمال ہوا ہو تو ایسے مقام پر ہمیشہ توفی کے مجازی معنی موت ہی مراد ہوتے ہیں۔ ایسے مقام پر حقیقی معنی پورا لینا ہرگز مراد نہیں ہوسکتے۔

چنانچہ علم البیان کے جاننے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ مجازی معنی وہاں مراد ہوتے ہیں جہاں حقیقی معنوں میں اس لفظ کا استعمال محال و متعذر رہو۔ پس خدا تعالیٰ کے انسان کو توفی کرنے کی صورت میں توفی کے حقیقی معنی پورا لینے کے اس جگہ محال ہونے کی وجہ سے از روئے علم بیان موت کے مجازی معنے متعین اور مخصوص ہو جائیں گے جو قبض روح کی ایک صورت ہے۔ ہاں اگر نیند کیلئے اس مقام پر کوئی قرینہ موجود ہو تو استعارۃً اس جگہ توفی کے معنی سلانے کے ہوتے ہیں۔ اور یہ از روئے قرآن کریم قبض روح ہی کی ایک قسم ہے جو موت کے مشابہ ہوتی ہے کیونکہ اس میں بھی روح قبض ہوتی ہے۔

اس جگہ اس امر کا ذکر کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چیلنج میں مذکور شروط ثلاثہ کی موجودگی میں توفی کے مجازی معنی موت ایک محاورہ بن کر حقیقت کا رنگ پکڑ گیا ہے۔ توفی کا اپنے مجازی معنی میں استعمال ایسے لفظ کے مجازی استعمال کی طرح نہیں جو محاورہ نہ بن چکا ہو۔ محاورۂ کلام من حیث اللغہ گو مجاز ہو مگر عرف عام میں وہ ایک حقیقت ہی بن جاتا ہے۔

ایک ضروری سوال

اس جگہ ایک ضروری سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی محل پر توفی مصدر کا کوئی فعل استعمال ہو تو ہم دونوں حقیقی معنوں میں پورا پورا لینا اور موت میں کس طرح امتیاز کر سکتے ہیں۔

جواب

اس صورت میں قرینہ دونوں معنوں میں سے ایک کی تخصیص کرے گا۔ مثلاً موت کے معنی

کیلئے قرینہ خدا کا فاعل ہونا اور انسان کا مفعول بہ ہونا ہوگا۔ اور کسی غیر ذی روح امر جیسے حق اور حال وغیرہ کیلئے استعمال کی صورت میں اس کے پورا پورا لینے کے معنوں کیلئے قرینہ ہوگی۔

مولوی عنایت اللہ گجراتی کا اشتہار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے توفی کے چیلنج کے تقریباً چوالیس سال بعد مسجد اہلحدیث گجرات کے امام الصلوۃ مولوی عنایت اللہ گجراتی نے ۱۹۳۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ کے نام ایک خط میں توفی کے چیلنج کے مقابلہ میں مطلوبہ مثال پیش کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا اور بعد میں اس آمادگی کا اظہار بطور اعلان اخبار ''سنیاسی'' گجرات میں شائع کر کے ایک ہزار روپیہ کسی امین کے پاس جمع کرانے کا مطالبہ کیا۔ اس کے جواب میں مرکز سے مشورہ کے بعد مرزا حاکم بیگ صاحب احمدی موجد ''تریاق چشم'' مقیم گجرات نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں پانچ معززین گجرات کے نام بطور امین پیش کئے اور لکھا کہ مولوی صاحب ان میں سے جس پر اعتماد رکھتے ہوں میں ایک ہزار روپیہ کی رقم ان کے پاس جمع کرا دوں گا۔

چونکہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے اس لئے مولوی صاحب اخبار سنیاسی گجرات ۱۵؍مارچ ۱۹۳۴ء کے ذریعے اس مقابلہ سے فرار اختیار کر گئے کہ میرے مخاطب تو صرف مرزا محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ ہیں جو مرزا صاحب کی جائداد کے مالک ہیں۔

درحقیقت مولوی صاحب ایسے اعلانات سے محض سستی شہرت کے خواہاں تھے ورنہ وہ اپنے دعویٰ میں سنجیدہ ہوتے تو فوراً مطلوبہ مثال پیش کر کے انعام کا مطالبہ کرتے۔ اور جب کہ مرزا حاکم بیگ صاحب نمائندہ جماعت احمدیہ انعام کی رقم ان کے مسلمہ امین کے پاس جمع کرانے کیلئے تیار تھے تو ان کیلئے گریز کی کوئی راہ باقی نہ تھی۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ مولوی صاحب اپنی اس مزعومہ مثال کے متعلق جس کے بل بوتے پر انہوں نے ڈھونگ رچا رکھا تھا خوب جانتے تھے کہ وہ چیلنج کی منشاء کے مطابق قبض الروح مع

الجسم کے معنوں پر مشتمل نہیں بلکہ وفات کے معنوں میں احتمال رکھتی ہے۔ مگر حدیث کی اس مثال کو جسے انہوں نے چھپائے رکھا تھا تا کہ ان کے ڈھونگ پر پردہ پڑا رہے بعد میں اپنی کتاب ’’کیل الموفی‘‘ میں شائع کر دی تھی۔ ذیل میں مولوی عنایت اللہ گجراتی کی پیش کردہ حدیث کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

مولوی عنایت اللہ گجراتی کی پیش کردہ حدیث

مولوی عنایت اللہ گجراتی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کے خلاف اپنی کتاب ’’کیل الموفی‘‘ میں ثبوت نمبر ۲۳ میں لکھا ہے۔

بزاز، طبرانی ابن حبان میں بروایت عبداللہ بن عمرؓ ایک سائل کے جواب میں ارشاد نبوی ہے۔

’’وَاِذَا رَمَی الْجِمَارَ لَا یَدْرِیْ اَحَدٌ مَالَہٗ حَتّٰی یَتَوَفَّاہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ...... الحدیث بطوله.‘‘

ترجمہ۔ جب حاجی جمروں کو کنکریاں مارتا ہے تو اسے اس کا اجر وثواب معلوم نہیں ہوسکتا۔ ہاں جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے اس کار خیر کا اجر وثواب عطا فرمائے گا۔ یہ کہ اسے ایسی جگہ بہترین جگہ اور نعمتوں میں لا بسائے گا جن کا اسے وہم وخیال تک بھی نہیں تھا۔ تب اسے معلوم ہوگا کہ اس کا یہ اجر وثواب ہے۔ اس حدیث میں بھی شرائط ثلاثہ موجود ہونے پر موت کا ترجمہ ہرگز درست نہیں کیونکہ یہ توفی قیامت کو ہوگی۔ (کیل الموفی صفحہ ۵۷)

مولوی صاحب نے اس حدیث کا تشریحی ترجمہ کرنے کے بعد جو نتیجہ نکالا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں بیان کردہ توفی قیامت کو ہوگی۔ اس لئے اس کا ترجمہ موت درست نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہاں اجر وثواب کا پورا پورا لینا مراد ہے۔ پس مولوی صاحب کے نزدیک اس حدیث میں توفی کا لفظ تینوں شرائط کے باوجود موت کے علاوہ ’’پورا پورا دینا‘‘ کے مفہوم میں

استعمال ہوا ہے۔اس سے مولوی صاحب کے نزدیک توفی کا چیلنج ٹوٹ جاتا ہے۔

جواب

مولوی صاحب نے اس حدیث کے جو معنی بیان کئے ہیں وہ درست نہیں۔اگر بفرض محال یہ معنی درست تسلیم کر بھی لئے جائیں تو یہ حدیث پھر بھی حضرت اقدس کے مطالبہ کو پوری نہیں کرتی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مطالبہ یہ ہے کہ توفی کا لفظ قرآن و حدیث یا اقوال عرب سے ''روح کو جسم سمیت قبض کرنے کے'' معنوں میں دکھایا جائے۔اس صورت میں کہ جب اللہ فاعل ہو،کوئی ذی روح مفعول بہ ہو، باب تفعل ہواور لیل یا نیند کا کوئی قرینہ نہ ہو۔مگر اس حدیث میں مولوی صاحب نے ان شرائط کی موجودگی میں توفی کے لفظ کا استعمال روح مع الجسم قبض کرنے کے معنوں میں پیش نہیں کیا جو اصل مطالبہ ہے۔پس اس حدیث سے مولوی صاحب کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کو توڑنے کا خواب کبھی بھی پورا نہیں ہوسکتا۔

۲۔عربی لغت کے لحاظ سے مولوی صاحب کے بیان کردہ معنی درست نہیں ہو سکتے کیونکہ عربی لغت کے اعتبار سے توفی کے بنیادی معنی اخذ الشیء وافیا کسی شے کا پورا پورا لینا ہوتا ہے اور اس کے معنی اعطاء الشیء وافیا یعنی کسی شے کا پورا پورا دینا از روئے لغت درست نہیں۔ جیسے کہ مولوی صاحب نے اس حدیث کے معنی پورا پورا اجر وثواب دیئے جانا'' بیان کئے ہیں۔پس توفی کے معنی دینا از روئے لغت درست ہو ہی نہیں سکتے تو آنحضرت ﷺ جو افصح العرب تھے توفی کا لفظ پورا پورا ثواب دینے کے معنوں میں کہاں استعمال فرما سکتے تھے؟

خود مولوی عنایت اللہ صاحب گجراتی نے بھی اپنی کتاب ''کیل الموفی'' میں لغت کے حوالے سے توفی کے جو معنی پیش کئے ہیں ان میں بھی اس کے معنی پورا دینے کی بجائے پورا لینا ہی لکھے ہیں۔پس جب توفی کا لفظ عربی لغت میں پورا دینے کے معنوں میں استعمال ہو ہی نہیں سکتا تو اس حدیث میں توفی کا مفعول ثانی اجرہ یا ثوابہ محذوف قرار ہی نہیں دیا جا سکتا۔کیونکہ ایسا

کرنے سے حدیث کے کچھ معنی نہیں رہتے۔ لہذا عربی لغت کے اعتبار سے بھی مولوی صاحب کے معنی سراسر باطل اور ناقابل قبول ہیں۔

۳۔ مولوی صاحب کے بیان کردہ معنوں کے مطابق قیامت سے پہلے پہلے رمی جمار کے اجر وثواب کا کسی کو بھی علم نہیں ہوسکتا۔ صرف قیامت کے روز ہی رمی جمار کے ثواب کا پتہ چلے گا۔ اس سے پہلے کسی کو بھی رمی جمار کے ثواب کا علم نہیں ہوسکتا۔ حالانکہ کئی ایسی احادیث ملتی ہیں جن میں رمی جمار کا ثواب بتایا گیا ہے جن میں سے صرف تین کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

ا۔ تَجِدُ ذٰلِکَ عِندَ رَبِّکَ اَحوَجَ مَا تَکُونُ اِلَیهِ.

یعنی جب تو رمی جمار کرے تو اپنے رب کے پاس اس چیز کو پائے گا جس کی تم کو سب سے زیادہ حاجت ہوگی۔

۲۔ اَمَّا رَمُیکَ الجِمَارُ فَلَکَ بِکُلِّ حَصَاةٍ رَمَیتَهَا تَکفِیرُ کَبِیرَةٍ مِّنَ المُوبِقَاتِ

ترجمہ۔ تیرے رمی جمار کرنے پر تیرے لئے ہر کنکر کے بدلے جسے تو نے پھینکا ہو ایک کبیرہ مہلک گناہ کی مغفرت ہوگی۔

۳۔ اِذَا رَمَیتَ الجِمَارَ کَانَ لَکَ نُورًا یَومَ القِیَامَةِ

ترجمہ۔ کہ جب تو رمی جمار کرے تو تیرے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔

مندرجہ بالا تینوں احادیث میں خود آنحضرت ﷺ نے رمی جمار کرنے والے کا ثواب واجر بیان کر دیا ہے۔ پس ان احادیث کی روشنی میں زیر بحث حدیث کے الفاظ لا یدری احد ماله یوم القیامۃ سے مراد ایسے شخص کے حق میں یہ بنتا ہے کہ ایسے شخص کو نعمت کا علم تو ہو جائے گا کہ اس کے گناہ کبیرہ معاف ہوں گے یا اس کی سب سے بڑی حاجت پوری ہوگی مگر اس ثواب کی پوری پوری کیفیت کا علم اسے قیامت کے روز ہی ہو سکے گا۔ اس سے پہلے اس کا علم جزوی ہوگا مگر موت کے بعد قیامت کے روز اسے رمی جمار کا پورا پورا علم دے دیا جائے گا۔ اس پہلو سے کوئی

اعتراض باقی نہیں رہتا۔

مولوی صاحب کی غلطی کی وجہ

دراصل مولوی عنایت اللہ گجراتی صاحب کو حدیث کے لفظ قیامۃ سے دھوکا لگا ہے جیسا کہ وہ خودتحریر فرماتے ہیں۔

''چونکہ اس حدیث میں بیان کردہ توفی قیامت کو ہوگی اس لئے اس کا ترجمہ موت درست نہیں۔ (کیل الموفی صفحہ۵۷)

حالانکہ لفظ قیامت بمعنی موت بھی استعمال ہوسکتا ہے۔خود رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ (مجمع بحارالانوار)

علامہ شیخ محمد طاہر سندھی مصنف ''مجمع بحارالانوار'' لفظ قیامۃ کے نیچے لکھتے ہیں۔

وَقَدْ وَرَدَ فِى الْكُتُبِ وَالسُّنَّةِ عَلٰى ثَلَاثَةِ اَقْسَامٍ اَلْقِيَامَةُ الْكُبْرٰى وَالْبَعْثُ لِلْجَزَاءِ. وَالْوُسْطٰى وَهِىَ اِنْقِرَاضُ الْقَرْنِ وَالصُّغْرٰى وَهُوَ مَوْتُ الْاِنْسَانِ.

یعنی قرآن کریم اور حدیث سے قیامۃ کے تین استعمال ثابت ہیں۔قیامۃ کبریٰ جو جزا سزا کیلئے بعثت کے مفہوم میں استعمال ہوتی ہے۔اور قیامۃ وسطیٰ جس سے مراد پہلی صدی کا خاتمہ ہے یعنی جب مسلمانوں میں تنزّل کے آثار ہوں گے۔اور صغریٰ یعنی موت انسانی۔

مندرجہ بالا حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ قیامۃ کا لفظ موت کے مفہوم میں بھی استعمال ہوتا ہے۔پس اگر زیر بحث حدیث میں قیامۃ سے مراد قیامت صغریٰ لی جائے تو درج ذیل مفہوم بنتا ہے۔

''دنیا کی زندگی میں رمی جمار کے ثواب کا علم کسی کو نہیں ہوسکتا۔ہاں جب قیامت

صغریٰ کے وقت اس کی وفات واقع ہوگی تو اس کے بعد جزا سزا کے عمل سے اسے کسی حد تک علم ہونا شروع ہو جائے گا۔"

مولوی صاحب کی پیش کردہ حدیث کے بعد اب اس مضمون پر کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوسکتا۔ جبکہ مولوی صاحب کا پیش کردہ مفہوم از روئے عربی قواعد درست نہیں ہوسکتا۔ لہذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کے بالمقابل یہ حدیث پیش نہیں کی جاسکتی۔

توفّی اور براہین احمدیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے توفی کے چیلنج کے بالمقابل ایک اعتراض یہ پیش کیا جاتا ہے کہ خود آپ نے براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۶۲۰ ر ح میں اِنِّــی مُتَــوَفِّیۡکَ کا بدیں الفاظ ترجمہ کیا ہے کہ۔

"میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا اور اپنی طرف اٹھالوں گا"

جواب

یہ ترجمہ حجت نہیں کیونکہ اسی براہین احمدیہ کے صفحہ ۶۶۵،۶۴۶ پر اسی آیت کا ترجمہ یوں کیا کیا ہے:۔

"اے عیسیٰ میں تجھے کامل اجر بخشوں گا یا وفات دوں گا۔"

اس سلسلہ میں خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:۔

"یاد رہے کہ براہین احمدیہ میں جو کلمات الٰہیہ کا ترجمہ ہے وہ بباعث قبل از وقت ہونے کے کسی جگہ مجمل ہے اور کسی جگہ معقولی رنگ کے لحاظ سے کوئی لفظ حقیقت سے پھیرا گیا ہے یعنی صرف عن الظاہر کیا گیا ہے...... پڑھنے والوں کو چاہئے کہ کسی ایسی تاویل کی پروانہ کریں۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۹۳ ر ح)

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمایا۔

''میں نے براہین احمدیہ میں غلطی سے توفی کے معنی ایک جگہ پورا دینے کے کئے ہیں جس کو بعض مولوی صاحبان بطور اعتراض کے پیش کرتے ہیں مگر یہ امر جائے اعتراض نہیں۔ میں بشر ہوں اور بشریت کے عوارض مثلاً جیسا کہ سہوونسیان اور غلطی یہ تمام انسانوں کی طرح مجھ میں بھی ہیں۔ گو میں جانتا ہوں کہ کسی غلطی پر خداتعالیٰ مجھے قائم نہیں رکھتا۔ مگر یہ دعویٰ کہ میں اپنے اجتہاد میں غلطی نہیں کرسکتا۔ خدا کا الہام غلطی سے پاک ہوتا ہے مگر انسان کا کلام غلطی کا احتمال رکھتا ہے کیونکہ سہوونسیان لازمۂ بشریت ہے۔'' (ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد۱۴ صفحہ۲۷۱، ۲۷۲)

یہ بات آنحضرت ﷺ نے بھی بیان فرمائی ہے۔

''مَاحَدَّثْتُکُمْ عَنِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ فَھُوَحَقٌّ وَمَاقُلْتُ فِیْہِ مِنْ قِبَلِ نَفْسِیْ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اُخْطِئُ وَاُصِیْبُ''

یعنی جو بات میں اللہ تعالیٰ کی وحی سے کہوں تو وہ درست ہوتی ہے۔ (یعنی اس میں غلطی کا احتمال نہیں) لیکن جو بات میں اس وحی الٰہی کے ترجمہ اور تشریح کے طور پر اپنی طرف سے کہوں تو یاد رکھو کہ میں بھی انسان ہوں۔ میں اپنے خیال میں غلطی کرسکتا ہوں۔''

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَنْسٰی کَمَا تَنْسَوْنَ

(بخاری کتاب الصلوة باب التوحید نحو القبلة حیث کان)

یعنی میں بھی انسان ہوں۔ تمہاری طرح مجھ سے بھی نسیان ہوجاتا ہے۔ پس براہین احمدیہ میں توفی کا ترجمہ چیلنج کے خلاف پیش نہیں کیا جاسکتا۔

باب دوم

قُلْ هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ.
اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُوْلُوا الْاَلْبَابِ۔ (الزمر۱۰)

(ترجمہ) تو کہہ دے کیا علم والے لوگ اور جاہل برابر ہو سکتے ہیں؟ نصیحت تو صرف عقلمند لوگ حاصل کیا کرتے ہیں۔

﴾کتب نویسی کے مقابلہ کے چیلنج﴿

احادیث پاک میں حضرت امام مہدی کی جو علامات بیان کی گئی تھیں ان میں سے ایک علامت یہ تھی کہ۔

یفیض المال حتّٰی لا یقبلہ احد (بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسی)

اس مال سے مراد کوئی روپیہ پیسہ نہ تھا بلکہ وہ علمی خزائن تھے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود فرمایا کہ۔

''خدا نے مجھے مبعوث فرمایا ہے کہ میں ان خزائن مدفون کو دنیا میں ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہر پر تھوپا گیا ہے ان سے ان کو پاک کروں۔'' (ملفوظات جدید ایڈیشن جلد اول صفحہ ۶۰)

چنانچہ آپ نے اسی عظیم مشن کی خاطر ۸۰ سے زائد اردو عربی کتب لکھیں۔اوران کتب میں آپ نے اللہ تعالیٰ اوراس کے پاک رسول اوراس کے پاک کلام فرقان حمید کے حسن و احسان کے جو نقشے کھینچے ہیں ان میں آپ بالکل منفرد اور یکتا ہیں۔آپ کی کتب روحانی، دینی، سائنسی، اخلاقی، قرآنی، تاریخی اور آسمانی علوم کا ایک بحر بیکراں ہیں۔اور یہ کتب اپنے اندر الٰہی شوکت اور زندگی بخشنے کی طاقت رکھتی ہیں جس کا اپنوں اور غیروں دونوں کو اعتراف ہے۔چنانچہ مولوی شجاع اللہ صاحب اپنی اخبار ملت ۱۹۱۰ء میں ''مرزا غلام احمد قادیانی کی مذہبی اور دینی خدمات'' کے عنوان سے لکھتے ہیں۔

''ہر چند کہ پادریوں کے گروہ نے اسلام کی مخالفت میں لٹریچر کا ایک طومار کھڑا کر دیا ہے مگر کاغذی تو دوں کیلئے چند شرارے کافی ہیں۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب کا لٹریچر ان کاغذی طوماروں کے لئے توپ و گولہ کا کام دیتا ہے .... علاوہ

نصرانیت کی خاص طور پر تردید کے مرزا صاحب نے آریہ سماج کی کچلیاں توڑنے میں اسلام کی خاص طور پر خدمات انجام دے دی ہیں ....غرض مرزا صاحب نے ہر ایک پہلو سے قومی اور مذہبی خدمات کے انجام دینے میں خاص طور پر کوشش کی اور اگر عوام کے دلوں میں ان کی طرف کوئی بدظنی نہ پھیلائی جاتی تو وہ مسلمانوں کی کایا پلٹ دیتے اور ان کی اخلاقی اور روحانی امراض کیلئے ایک حکیم ثابت ہوتے۔ تاہم ایک منصف مزاج شخص اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جو طریقہ مرزا صاحب نے قومی بہبودی اور ترقی اور امن عامہ کا تجویز کیا ہے وہی مسلمانوں کے خوفناک امراض کا ازالہ کرنے والا ثابت ہوا اور ہوگا۔ ....مرزا صاحب نے اپنی حیات میں مندرجہ ذیل مضامین پر 80 کتب لکھیں جن میں بعض بہت مبسوط ہیں۔(۱) ردّ جملہ مذاہب باطلہ میں براہین احمدیہ پانچ حصہ۔۲۔ ردنصاری میں گیارہ بے نظیر کتابیں۔ ۳۔حقیقت اسلام ۳۶ لاجواب کتابیں۔۴۔مختلف مضامین مذہبی میں ۲۴ کے قریب کتابیں لکھیں۔ آج کل کے فلاسفرانہ اور محققانہ مباحثوں اور مناظروں کے شائقین مرزا صاحب مرحوم کی کتب ردّ مذاہب باطلہ کا مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ کس قدر عقلی اور نقلی دلائل سے پُر صداقت اسلام کا ذخیرہ مرزا صاحب نے ان کیلئے جمع کر دیا ہے۔'' (ملت بحوالہ الحکم قادیان ۱۷رجنوری ۱۹۱۱ء۔ صفحہ ۱۳ تا ۱۵)

براہین احمدیہ کی تالیف کا پس منظر

براہین احمدیہ کی تالیف ایک ایسے زمانہ میں ہوئی جب کہ انگریزی دورحکومت پورے عروج پر تھا اور عیسائی مشنری پوری قوت سے تبلیغ عیسائیت میں مشغول تھے۔ جگہ جگہ بائیبل سوسائٹیاں قائم کی گئیں اور اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف صدہا کتب شائع کی گئیں اور کروڑہا کی تعداد میں مفت پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ ان کی رفتار و ترقی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے

کہ ۱۸۱۵ء میں عیسائیوں کی تعداد ہندوستان میں اکانوے ہزار تھی اور ۱۸۸۱ء میں چار لاکھ ستر ہزار تک پہنچ گئی۔

دوسری طرف آریہ سماج اور برہمو سماج کی تحریکوں نے جو اپنے شباب پر تھیں اسلام کو اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہوا تھا۔ گویا اسلام دشمنوں کے نرغہ میں گھِر کر رہ گیا تھا۔ ان سب تحریکوں کا مقصد وحید اسلام کو کچل ڈالنا اور قرآن مجید اور بانی اسلام کی صداقت کو دنیا کی نگاہوں میں مشتبہ کرنا تھا۔ آریہ سماج ویدوں کے بعد کسی الہام کے قائل نہ تھے۔ اور تعلیم یافتہ مسلمان یورپ کے گمراہ کن فلسفہ سے متاثر ہو کر عیسائی ملکوں کی ظاہری اور مادّی ترقیات کو دیکھ کر الہام الٰہی کے منکر ہو رہے تھے اور علماء کا گروہ آپس میں تکفیر بازی کی جنگ لڑ رہا تھا۔ اسلام کی بے بسی و بے کسی کا نقشہ مولانا حالی مرحوم نے ۱۸۹۷ء میں اپنی مسدّس حالی میں یوں کھینچا ہے۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی　　　اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

پھر ملت اسلامیہ کی ایک باغ سے تمثیل دے کر فرماتے ہیں:۔

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر　　　جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر　　　ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل　　　ہوئے دکھ جس کے جلانے کے قابل
یہ آواز پیہم وہاں آ رہی ہے　　　کہ اسلام کا باغ ویراں یہی ہے

براہین احمدیہ کے مضامین

اس ماحول میں جبکہ قرآن مجید کی حقیقت اور آنحضرت ﷺ کی صداقت خود مسلمان کہلانے والوں پر بھی مشتبہ ہو رہی تھی اور کئی ان میں عیسائیت کی آغوش میں آ گرے تھے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے قرآن مجید کی فضیلت، آنحضرت ﷺ کی صداقت، الہام کی ضرورت اور اس کی حقیقت پر مبنی ایک ایسی بے نظیر کتاب لکھی کہ جس سے جہاں دشمنان اسلام کے چھکے

چھوٹ گئے وہاں مسلمانان ہند کے حوصلے بھی بلند ہو گئے۔

نیز اس کتاب میں آپ نے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، برہمو سماجیوں، بت پرستوں، دہریوں، اباحتیوں اور لامذہب وغیرہ سب کے وساوس کے مسکت جواب دیئے اور مخالفین کے اصولوں پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق کے ساتھ عقلی بحث کی۔

براہین احمدیہ کا ردّ لکھنے کا چیلنج

اس کتاب کا پہلا حصہ ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا۔اس حصہ میں آپ نے جملہ مذاہب عالم کے لیڈروں کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن مجید کی حقیقت اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کے ثبوت میں جو دلائل ہم نے اپنی کتاب یعنی قرآن مجید سے نکال کر پیش کئے ہیں اگر کوئی غیر مسلم ان میں سے نصف یا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ یا پانچواں حصہ ہی اپنے مذہب کے عقائد کی صداقت کے ثبوت میں اپنی الہامی کتاب سے نکال کر دکھاوے یا اگر دلائل پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے دلائل ہی کو نمبر وار توڑ کر دکھا دے تو میں بلا تامّل اپنی دس ہزار کی جائداد اس کے حوالہ کر دوں گا۔اور وہ چیلنج حسب ذیل ہے۔

”میں جو مصنّف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے منکر ہیں اتماماً للحجۃ شائع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے در بارہ حقیقت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیا ﷺ اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کیں ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر

پیش کرے یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دے تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آ گیا میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے وحیلے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ ۲۷،۲۳)

براہین احمدیہ کے چیلنج کا ردّعمل

اس چیلنج کے جواب میں بعض مخالفین اسلام نے اس کتاب کا ردّ لکھنے کے پُر جوش اعلانات کئے جس پر آپ نے فوراً لکھا کہ:۔

''سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں افلاطون بن جاویں بیکن کا اوتار دھاریں ارسطو کی نظر اور فکر لاویں اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کے لئے ہاتھ جوڑیں پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے الٰہہ باطلہ۔'' (براہین احمدیہ حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد ا صفحہ ۵۶،۵۷)

ایسے موقع پر عیسائیوں، آریہ سماجیوں، اور برہمو سماجیوں کا فرض تھا کہ وہ اس کتاب کے جواب میں اپنی طرف سے کوئی کتاب شائع کرتے۔ مگر سوامی دیانند صاحب بھی جو براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد تین برس تک زندہ رہے بالکل خاموش ہی رہے۔ اور برہمو سماجیوں نے بھی چُپ ہی سادھ لی۔ البتہ آریہ سماج پشاور کے ایک مشہور شخص پنڈت لیکھرام نامی نے جو بعد میں آپ کے مقابلہ میں آ کر ہمیشہ کیلئے آریہ دھرم کی شکست پر مہر لگا کر اس دنیا سے رخصت ہوا ایک کتاب ''تکذیب براہین احمدیہ'' کے نام سے شائع کی۔۔ جن لوگوں کو پنڈت مذکور کی تحریرات دیکھنے کا موقع ملا ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اس تحریر میں سوائے سبّ وشتم اور ہزلیات کے اور کچھ نہیں تھا۔ یہ کتاب بھی جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے ایسی ہی لایعنی باتوں کا مجموعہ تھی مگر اسے

بھی بغیر جواب کے نہیں چھوڑا گیا۔ حضرت بانی سلسلہ کے ایک نامور مرید حضرت مولانا نورالدین صاحب نے جو بعد میں آپ کے خلیفہ قرار پائے ''تصدیق براہین احمدیہ'' کے نام سے اس کا جواب شائع کیا ہے جو قابل تحسین ہے۔

ایک برہموسماجی لیڈر دیوندر ناتھ سہائے اس چیلنج کے متعلق لکھتے ہیں۔

''برہمو سماج کی تحریک ایک زبردست طوفان کی طرح اٹھی اور آناًفاناً نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی اس کی شاخیں قائم ہوگئیں۔ بھارت میں نہ صرف ہندو اور سکھ ہی اس سے متاثر ہوئے بلکہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی ...... عین ان ہی دنوں میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے عالم تھے ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف کتابیں لکھیں اور ان کو مناظرے کیلئے چیلنج دیا۔ افسوس ہے کہ برہموسماج کے کسی وِدوان نے اس چیلنج کی طرف توجہ نہیں کی جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مسلمان جو کہ برہموسماج کی تعلیم سے متاثر تھے نہ صرف پیچھے ہٹ گئے بلکہ باقاعدہ برہموسماج میں داخل ہونے والے مسلمان بھی آہستہ آہستہ اسے چھوڑ گئے۔ (ہندی سے ترجمہ)

(رسالہ کومدی کلکتہ اگست ۱۹۲۰ء)

سرمہ چشم آریہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کتاب ۱۸۸۶ء میں لالہ مرلی دھر ڈرائنگ ماسٹر رکن آریہ سماج ہوشیار پور کے ساتھ ایک مذہبی مباحثہ کے بعد لکھی جس میں معجزہ شق القمر، نجات دائمی ہے یا محدود، روح و مادہ حادث ہیں یا انادی۔ اور مقابلہ تعلیمات وید و قرآن پر مفصّل بحث کی گئی ہے اور اس کتاب کا ردّ لکھنے والے کو مبلغ پانچ صد روپیہ انعام دینے کا چیلنج بھی دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''یہ کتاب یعنی سرمہ چشم آریہ بتقریب مباحثہ لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائینگ ماسٹر ہوشیار پور جو عقائد باطلہ وید کی بکلی بیخ کنی کرتی ہے اس دعویٰ اور یقین سے لکھی گئی ہے کہ کوئی آریہ اس کتاب کا ردّ نہیں کرسکتا کیونکہ سچ کے مقابل پر جھوٹ کی کچھ پیش نہیں جاتی اور اگر کوئی آریہ صاحب ان تمام وید کے اصولوں اور اعتقادوں کو جو اس کتاب میں ردّ کئے گئے ہیں سچ سمجھتا ہے اور اب بھی وید اور اس کے ایسے اصولوں کو ایشر کرت ہی خیال کرتا ہے تو اس کو اسی ایشر کی قسم ہے کہ اس کتاب کا ردّ لکھ کر دکھلاوے اور پانسو روپیہ انعام پاوے۔'' (سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن جلد۲ صفحہ ۳۲۱)

تحفہ گولڑویہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ کتاب ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور ان کے مریدوں اور ہم خیال لوگوں پر اتمام حجت کی غرض سے تالیف فرمائی جس میں آپ نے اپنے دعویٰ کی صداقت پر زبردست دلائل دیئے اور نصوص قرآنیہ وحدیثیہ سے ثابت کیا کہ آنے والے مسیح موعود کا امت محمدیہ میں ظاہر ہونا ضروری تھا اور اس کے ظہور کا یہی زمانہ تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے۔ حضرت اقدس نے اس کتاب کا ردّ لکھنے والے کو پچاس ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

اشتہار انعامی پچاس روپیہ

''میں یہ رسالہ لکھ کر اس وقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر وہ اس کے مقابل پر کوئی رسالہ لکھ کر میرے ان تمام دلائل کو اول سے آخر تک توڑ دیں۔ اور پھر مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایک مجمع بٹالہ میں مقرر کرکے ہم دونوں کی حاضری میں میرے تمام دلائل ایک ایک کرکے حاضرین کے سامنے ذکر کریں اور پھر ہر ایک دلیل

کے مقابل پر جس کو وہ بغیر کسی کمی بیشی اور تصرف کے حاضرین کو سُنا دیں گے۔ پیر صاحب کے جوابات سُنا دیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ یہ جوابات صحیح ہیں اور دلیل پیش کردہ کی قلع قمع کرتے ہیں تو میں مبلغ پچاس روپیہ انعام بطور فتحیابی پیر صاحب کو اسی مجلس میں دے دونگا۔ مگر یہ پیر صاحب کا ذمہ ہوگا کہ وہ مولوی محمد حسین صاحب کو ہدایت کریں کہ تا وہ مبلغ پچاس روپیہ اپنے پاس بطور امانت جمع کر کے باضابطہ رسید دیدیں اور مندرجہ بالہ طریق کی پابندی سے قسم کھا کران کو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر میری اجازت کے پچاس روپیہ پیر صاحب کے حوالہ کر دیں۔ قسم کھانے کے بعد میری شکایت اُن پر کوئی نہیں ہوتی۔ صرف خدا پر نظر ہوگی جس کی وہ قسم کھائیں گے۔ پیر صاحب کا یہ اختیار نہیں ہوگا کہ یہ فضول عذرات پیش کریں کہ میں نے پہلے سے ردّ کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے۔ کیونکہ اگر انعامی رسالہ کا انہوں نے جواب نہ دیا تو بلاشبہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ وہ سیدھے طریق سے مباحثات پر بھی قادر نہیں۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان یکم ستمبر ۱۹۰۲ء

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۶)

اعجاز احمدی

مدّ ضلع امرتسر میں ۲۹، ۳۰ / اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے درمیان ایک مباحثہ ہوا جس کے بعد حضرت اقدس نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کی طرف سے اٹھائے گئے اعتراضات کا تحریری جواب دینا مناسب خیال فرمایا۔ چنانچہ ۸ / نومبر ۱۹۰۲ء سے ۱۲ / نومبر ۱۹۰۲ء تک صرف پانچ روز میں یہ کتاب مکمل کر لی۔ اس کتاب میں حضور نے محض خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت سے عربی زبان میں ایک طویل قصیدہ بھی درج فرمایا ہے جس میں مذکور مباحثہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

''چونکہ میں یقین دل سے جانتا ہوں کہ خداتعالیٰ کی تائید کا یہ ایک بڑا نشان ہے تا وہ مخالف کو شرمندہ اور لاجواب کرے۔اس لئے میں اس نشان کو دس ہزار روپیہ انعام کے ساتھ مولوی ثناء اللہ امرتسری اوراس کے مددگاروں کے سامنے پیش کرتا ہوں۔''

(اعجاز احمدی۔روحانی خزائن جلد۱۹صفحہ۱۴۶)

اور فرمایا۔

''اگر اس تاریخ سے یہ قصیدہ اور اردو عبارت ان کے پاس پہنچے چودہ دن تک اسی قدر اشعار بلیغ و فصیح جو اس قدر مقدار اور تعداد سے کم نہ ہوں شائع کر دیں تو دس ہزار روپیہ ان کو انعام دوں گا۔ان کو اختیار ہوگا کہ مولوی محمد حسین صاحب کی مدد لیں یا کسی اور صاحب کی مدد لیں۔اور نیز اس وجہ سے بھی ان کو کوشش کرنی چاہئے کہ میرے ایک اشتہار میں پیشگوئی کے طور پر خبر دی گئی ہے کہ اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک کوئی خارق عادت نشان ظاہر ہوگا اور گو وہ نشان اور صورتوں میں بھی ظاہر ہو گیا ہے لیکن اگر مولوی ثناء اللہ اور دوسرے مخاطبین نے اس میعاد کے اندر اس قصیدہ اور اس اردو مضمون کا جوب نہ لکھا یا نہ لکھوایا تو یہ نشان ان کے ذریعہ سے پورا ہو جائے گا۔''

(اعجاز احمدی۔روحانی خزائن جلد۱۹صفحہ۱۴۷)

حضرت اقدس نے اس کتاب کے آخر پر دس ہزار روپیہ کے انعام کا ایک اشتہار بھی شائع فرمایا جس میں آپ نے چودہ دن کی بجائے بیس دن کی مہلت کر دی اور فرمایا:۔

''یہ رسالہ اُن تمام صاحبوں کی خدمت میں جو اِس قصیدہ میں مخاطب ہیں بذریعہ رجسٹری روانہ کردوں گا۔............... ۱۷-۱۸-۱۹/نومبر ۱۹۰۲ء۔ اِن دنوں تک بہرحال اُن کے پاس جابجا یہ قصیدہ پہنچ جائیگا۔اب اُن کی میعاد ۲۰/نومبر سے شروع ہوگی۔پس اِس طرح پر دس دسمبر ۱۹۰۲ء تک اِس میعاد کا خاتمہ ہو جائیگا۔پھر اگر بیس

دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کی دسویں کے دِن کا شام تک ختم ہو جائے گی۔ اُنہوں نے اِس قصیدہ اور اُردو مضمون کا جواب چھاپ کر شائع کر دیا تو یُوں سمجھو کہ مَیں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔ اِس صورت میں میری تمام جماعت کو چاہئے کہ مجھے چھوڑ دیں اور قطع تعلق کریں۔ لیکن اگر اب بھی مخالفوں نے عمداً کنارہ کشی کی۔ تو نہ صرف دس ہزار روپے کے انعام سے محروم رہیں گے۔ بلکہ دس لعنتیں اُن کا ازلی حصّہ ہو گا۔ اور اِس انعام میں سے ثناء اللہ کو پانچہزار ملے گا۔ اور باقی پانچ کو اگر فتحیاب ہو گئے ایک ایک ہزار ملے گا۔‘‘

والسلام عَلٰی مِنَ اتبعُ الھُدٰی

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۵)

ایک عظیم پیشگوئی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس چیلنج کے علاوہ بطور پیشگوئی یہ بھی تحریر فرمایا کہ۔

’’دیکھو میں آسمان اور زمین کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے اس نشان پر حصر رکھتا ہوں۔ اگر میں صادق ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں صادق ہوں تو کبھی ممکن نہ ہو گا کہ مولوی ثناء اللہ اور ان کے تمام مولوی پانچ دن میں ایسا قصیدہ بنا سکیں۔ اور اردو مضمون کا ردّ لکھ سکیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ ان کی قلموں کو توڑ دے گا اور ان کے دلوں کو غبی کر دے گا۔‘‘

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۸)

اسی طرح عربی قصیدہ میں آپ فرماتے ہیں:۔

فان اک کاذبا فیاتی بمثلھا   و ان اک من ربی فیغشی و یثبر

یعنی اگر میں جھوٹا ہوں تو وہ ایسا قصیدہ بنا لائے گا۔ اور اگر میں خدا کی طرف سے ہوں تو اس کی سمجھ پر پردہ ڈالا جائے گا اور روکا جائے گا۔''

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۵۶)

میعاد گزر گئی مگر علماء سے نہ انفرادی طور پر نہ اجتماعی طور پر اس کا جواب بن سکا۔ اور پیشگوئی کے مطابق سچ مچ اللہ تعالیٰ نے ان کے دل غبی کر دیئے اور ان کے قلم توڑ دیئے اور پیشگوئی (مندرجہ بالا اشتہار تریاق القلوب) کے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ایک بڑا نشان ظہور میں آئے گا بڑی آب و تاب سے پوری ہوگئی۔

عربی کتب نویسی کے مقابلہ کے چیلنج

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے کسی کالج یا مشہور و معروف مدرسہ میں یا کسی مشہور استاد سے دینی یا عربی علم ادب کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی بلکہ بعض غیر معروف اساتذہ سے عربی کی چند کتب پڑھی تھیں۔ اس لئے کسی شخص کے وہم و گمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ آپ معمولی عربی زبان میں کوئی کتاب یا رسالہ تالیف کر سکتے ہیں۔ چہ جائیکہ فصیح و بلیغ عربی میں پر از معارف وحقائق ضخیم کتب لکھ سکیں۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی محمد حسین بٹالوی اور دیگر مولویوں نے آپ سے متعلق یہ مشہور کر دیا تھا کہ آپ علوم عربیہ سے جاہل ہیں اور حقیقت یہی تھی کہ آپ کا اکتسابی علم ایسا نہ تھا کہ آپ فصیح و بلیغ عربی میں کوئی مضمون یا رسالہ یا کتاب تحریر فرما سکیں۔ مگر عربی زبان کا علم آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا اور اعجازی رنگ میں ہوا تھا جیسا کہ خود حضرت اقدسؑ نے فرمایا:۔

''وان کمالی فی اللسان العربی. مع قلة جهدی وقصور طلبی. آيةً واضحةً من ربی. ليظهر علی الناس علمی وادبی. فهل من معارض فی جميع المخالفين. وانی معذالک علمت اربعين الفا من اللغات

العربيه. واعطيت بسطة كاملة فی العلوم الادبية."
یعنی عربی زبان میں باوجود میری کمی کوشش اور کوتاہی جستجو کے جو مجھے کمال حاصل ہے وہ میرے رب کی طرف سے ایک کھلا نشان ہے تا وہ لوگوں پر میرے علم اور میرے ادب کو ظاہر کرے۔ پس کیا مخالفوں کے گروہوں میں سے کوئی ہے جو میرے مقابلے پر آوے اور اس کے ساتھ مجھے یہ فخر بھی حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے چالیس ہزار مادہ عربی زبان کا سکھایا گیا ہے اور مجھے عربی علوم پر پوری وسعت عطا کی گئی ہے۔ (انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۳۴)

اور ضرورت الامام میں فرماتے ہیں۔

"میں قرآن مجید کے معجزہ کے ظل کے طور پر فصاحت و بلاغت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو میرا مقابلہ کر سکے۔" (ضرورۃ الامام۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۹۶)

اور **لجة النور** میں تحریر فرماتے ہیں۔

"**كلما قلت من كمال بلاغتی فی البيان فهو بعد كتاب الله القرآن**"
یعنی جو کچھ میں نے اپنی کمال بلاغت بیانی سے کہا تو وہ کتاب اللہ قرآن مجید کے بعد دوسرے درجہ پر ہے۔" (لجۃ النور۔ روحانی خزائن جلد ۱۶ صفحہ ۴۶۴)

پھر انشاء پردازی کے وقت تائید الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"یہ بات اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔" (نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۶)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فصیح و بلیغ عربی میں بیس سے زیادہ کتابیں لکھنا تائید الٰہی سے تھا۔ آپ کے اکتسابی علم کا نتیجہ نہ تھا۔ اس لئے آپ نے نہایت فصیح و بلیغ عربی میں بیس سے

زیادہ رسالے اور کتابیں لکھیں اور مخالف علماء کو ہزار ہا روپیہ کے انعامات مقرر کر کے مقابلہ کے لئے بلایا۔لیکن کسی کو بالمقابل کتاب یا رسالہ لکھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ چنانچہ آپ نے اپنی عربی کتب کے بالمقابل کتب لکھنے کے جو چیلنج دیئے ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

کرامات الصادقین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ رسالہ ۱۸۹۳ء میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور اس کے ہم مشرب دوسرے علماء کی عربی دانی اور حقائق شناسی کی حقیقت ظاہر کرنے کیلئے اتمام حجت کے طور پر تصنیف فرمایا۔ یہ رسالہ چار قصائد اور تفسیر سورۃ فاتحہ پر مشتمل ہے۔اور یہ قصائد حضرت اقدس نے صرف ایک ہفتہ کے اندر لکھے اور وہ بھی اس وقت جب آپ آتھم کے ساتھ مباحثہ سے فارغ ہو کر امرتسر میں مقیم تھے۔مگر آپ نے بٹالوی صاحب اور ان کے ہم مشرب علماء کو محض اتمام حجت کی غرض سے پورے ایک مہینہ میں اس رسالہ کے مقابل پر فصیح و بلیغ عربی رسالہ لکھنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اور اگر اس رسالہ کے مقابل پر میاں بطالوی صاحب یا کسی اور ان کے ہم مشرب نے سیدھی نیت سے اپنی طرف سے قصائد اور تفسیر سورۂ فاتحہ تالیف کر کے بصورت رسالہ شائع کر دی تو میں سچے دل سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر ثالثوں کی شہادت سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ ان کے قصائد اور ان کی تفسیر جو سورۂ فاتحہ کے دقائق اور حقائق کے متعلق ہو گی میرے قصائد اور میری تفسیر سے جو اس سورۂ مبارکہ کے اسرار لطیفہ کے بارہ میں ہے ہر پہلو سے بڑھ کر ہے تو میں ہزار روپیہ نقد ان میں سے ایسے شخص کو دوں گا جو روز اشاعت سے ایک ماہ کے اندر ایسے قصائد اور ایسی تفسیر بصورت رسالہ شائع کرے اور نیز یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اگر ان کے قصائد اور ان کی تفسیر نحوی اور صرفی و علم بلاغت کی غلطیوں سے مبرّا نکلے اور میرے قصائد اور تفسیر سے بڑھ کر نکلے تو

پھر باوصف اپنے اس کمال کے اگر میرے قصائد اور تفسیر کے بالمقابل کوئی غلطی نکالیں تو فی غلطی پانچ روپیہ انعام بھی دوں گا۔

......تفسیر لکھنے کے وقت یہ یاد رہے کہ کسی دوسرے شخص کی تفسیر کی نقل منظور نہیں ہوگی بلکہ وہی تفسیر لائق منظور ہوگی جس میں حقائق و معارف جدیدہ ہوں بشرطیکہ کتاب اللہ اور فرمودۂ رسول اللہ ﷺ کے مخالف نہ ہوں‘‘

(کرامات الصادقین ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۴۹)

اس بارہ میں حضور نے کرامات الصادقین میں ہی یہ بھی فرمایا۔

’’ہم فراست ایمانیہ کے طور پر یہ پیشگوئی کر سکتے ہیں کہ شیخ صاحب اس طریق مقابلہ کو بھی ہرگز قبول نہیں کریں گے اور اپنی پرانی عادت کے موافق ٹالنے کی کوشش کریں گے۔ ....مگر اب شیخ صاحب کے لئے طریق آسان نکل آیا ہے کیونکہ اس رسالہ میں صرف شیخ صاحب ہی مخاطب نہیں بلکہ وہ تمام مکفّر مولوی بھی مخاطب ہیں جو اس عاجز متبع اللہ اور رسول کو دائرہ اسلام سے خارج خیال کرتے ہیں۔ سو لازم ہے کہ شیخ صاحب نیازمندی کے ساتھ ان کی خدمت میں جائیں اور ان کے آگے ہاتھ جوڑیں اور رودیں اور ان کے قدموں پر گریں ....لیکن مشکل یہ ہے کہ اس عاجز کو شیخ جی اور ہر ایک مکفر بداندیش کی نسبت الہام ہو چکا ہے کہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ ’’مَنْ اَرَادَ اَھَانَتَکَ اس لئے یہ کوششیں شیخ جی کی ساری عبث ہوں گی۔ اور اگر کوئی مولوی شوخی اور چالاکی کی راہ سے شیخ صاحب کی حمایت کیلئے اٹھے گا تو منہ کے بل گرا دیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ ان متکبر مولویوں کے تکبر کو توڑ دے گا اور دکھلائے گا کہ وہ کیونکر غریبوں کی حمایت کرتا ہے (کرامات الصادقین ۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۶۷،۶۶)

اور ایسا ہی ہوا۔ یہ شیخ محمد حسین بٹالوی کو ہمت ہوئی اور نہ ہی دوسرے مکفرین کو کہ وہ اس

رسالہ کے مقابلہ پر رسالہ لکھ کر اپنی عربی دانی اور قرآن دانی کا ثبوت دیتے۔ نیز حضور نے ’’کرامات الصادقین‘‘ کے متعلق یہ بھی چیلنج فرمایا کہ۔

’’اس جگہ یہ بھی یادرہے کہ شیخ بطالوی صاحب نے جس قدر اس عاجز کی بعض عربی عبارات سے غلطیاں نکالی ہیں اگر ان سے کچھ ثابت ہوتا ہے تو بس یہی کہ اب اس شیخ کی تیرگی اور بے حیائی اس درجہ تک پہنچ گئی ہے کہ صحیح اس کی نظر میں غلط اور فصیح اس کی نظر میں غیرفصیح دکھائی دیتا ہے۔ اور معلوم نہیں کہ یہ نادان شیخ کہاں تک اپنی پردہ دری کرانا چاہتا ہے اور کیا کیا ذلتیں اس کے نصیب میں ہیں۔ بعض اہل علم ادیب اس کی باتیں سن کر اس کی اس قسم کی نکتہ چینیوں پر اطلاع پا کر روتے ہیں کہ یہ شخص کیوں اس قدر جہل مرکب کے دلدل میں پھنسا ہوا ہے۔ میں نے پہلے بھی لکھ دیا ہے اور اب پھر ناظرین کی اطلاع کیلئے لکھتا ہوں کہ میاں بطالوی نے میرے ان قصائد اربعہ اور تفسیر سورۂ فاتحہ کا مقابلہ کر دکھلایا اور منصفوں کی رائے میں وہ قصائد اور وہ تفسیر ان کی صرفی نحوی غلطیوں سے مبرّا نکلی تو میں ہر یک غلطی کی نسبت جو ان قصائد اور تفسیر میں پائی جائے یا میری کسی پہلی عربی تالیف میں پائی گئی ہو پانچ روپیہ فی غلطی شیخ بطالوی کی نذر کروں گا۔‘‘ (کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۴۳، ۴۴)

نورالحق

مرتدین از اسلام پادریوں میں سے ایک پادری عمادالدین نے ایک کتاب بعنوان ’’توزین الاقوال‘‘، لکھی جو نہایت دلآزار اور اشتعال انگیز تھی۔ اس کتاب میں قرآن کریم، آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اعتراضات اور الزامات کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ جب یہ کتاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچی تو آپ نے اس کے جواب میں یہ رسالہ نورالحق حصہ اوّل لکھا اور پادری مذکور کے جملہ اعتراضات کے مدلّل اور مسکّت جوابات دیئے۔

اس کتاب کے عربی زبان میں لکھنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ یہ مرتدین از اسلام پادری لوگ اپنا مولوی اور علماء اسلام میں سے ہونا مشہور کرتے تھے اور اسی وجہ سے انگریز پادریوں کی نظر میں عزت سے دیکھے جاتے تھے اور ان کی خوب خاطر مدارات کی جاتی تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کے جواب میں یہ کتاب عربی زبان میں لکھی اور ان کو چیلنج کیا کہ اگر وہ اس دعویٰ میں سچے ہیں کہ وہ عالم ہیں اور عربی زبان جانتے ہیں تو اس کے مقابلہ میں عربی زبان میں ایسی ہی کتابیں لکھیں اور ان پادریوں کے نام بھی اس کتاب میں درج کر دیئے۔ بصورت مقابلہ ان کیلئے پانچ ہزار روپیہ کا انعام دینے کا وعدہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

”فليبادر من كان من ذوى العلم والعينين وقد الهمت من ربى انهم كلهم كالاعمى ولن ياتوا بمثل هذا وانهم كانوا فى دعاويهم كاذبين. فهل منهم من يبارز رسالة ويجلى فى هيجاء البلاغة عن بسالة ويكذب الهامى وياخذ انعامى ويتحامى اللعنة ويعين القوم والملة ويجتنب طعن الطاعنين . وانى فرصت لهم خمسة آلاف من الدراهم المروجة بعد مؤكد من الحلف بكل حال من الضيق والسعة بشرط ان ياتوا بمثلها فرادى او باعانة كل من عادوا وان لم يفعلوا ولن يفعلوا فاعلموا انهم جاهلون كذابون و فاسقون.“

(نور الحق۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۶۰)

پس ہر صاحب علم و بصیرت کو اس بارہ میں جلدی کرنی چاہئے اور مجھے اللہ تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ بتایا ہے کہ وہ سب کے سب اندھوں کی طرح ہیں اور اس کی نظیر ہر گز پیش نہیں کر سکیں گے۔ نیز یہ کہ وہ اپنے دعاوی میں جھوٹے ہیں پس کیا تم میں سے کوئی ہے جو اس پیغام کے ساتھ مقابلہ کرنے کو نکلے اور بہادری کی راہ سے بلاغت کی جنگ

میں نمودار ہو۔ اور میرے الہام کو جھوٹا قرار دے سکے اور مجھ سے انعام لے اور پھر لعنت سے بچ سکے نیز قوم وملت کی اس بارہ میں مدد کر سکے۔ اور طعن وتشنیع کرنے والوں کی طعن سے بچ سکے۔ تو ایسے شخص کیلئے میں نے مؤکد قسم کے ساتھ پانچ ہزار رائج الوقت ڈالر ہر حالت تنگی اور کشائش میں مقرر کر دیئے ہیں بشرطیکہ وہ اس کی نظیر لے آئیں۔ خواہ انفرادی طور پر یا دشمنوں کی مدد کے ساتھ۔ اور اگر وہ ایسا نہ کر سکیں اور ہرگز وہ ایسا نہ کر سکیں گے تو جان لو کہ یہ لوگ بالکل جاہل، جھوٹے اور فاسق ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کوئی پادری بھی اس مقابلہ کیلئے تیار نہ ہوا۔ اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی روز روشن کی طرح پوری ہوگئی۔

اس کے بعد حضور نے دار قطنی کی حدیث کے مطابق ۱۸۹۴ء میں ظاہر ہونے والے کسوف و خسوف کے عظیم الشان نشان کے بعد ''نور الحق حصہ دوم'' لکھی اور علماء کے ان تمام اعتراضات کے جوابات معقول اور مدلل طریق سے بہ شرح و بسط دیئے۔ اس رسالہ کے ٹائیٹل پیج پر زیر عنوان ''تنبیہ'' یہ بھی تحریر فرمایا۔

''یہ کتاب مع پہلے حصہ اس کے پادری عماد الدین اور شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ اور ان کے انصار واعوان کی حقیقت علمیہ ظاہر کرنے کیلئے تیار ہوئی ہے۔ جس کے ساتھ پانچ ہزار روپیہ انعام کا اشتہار ہے۔ اگر چاہیں تو روپیہ پہلے جمع کرا لیں اور اگر بالمقابل کتاب لکھنے کیلئے تیار ہوں اور انعامی روپیہ جمع کروانا چاہیں تو ایسی درخواست کی میعاد اخیر جون ۱۸۹۴ء تک ہے۔ بعد اس کے سمجھا جائے گا کہ بھاگ گئے اور کوئی درخواست منظور نہیں ہوگی۔''

اور اسی طرح ''اتمام الحجہ میں بھی رسالہ نور الحق سے متعلق لکھا۔

''ہماری طرف سے تمام پادریوں اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی رُسل بابا امرتسری

اور دوسرے ان کے رفقاء اس مقابلہ کیلئے مدعو ہیں اور درخواست مقابلہ کیلئے ہم نے ان سب کو اخیر جون ۱۸۹۴ء تک مہلت دی ہے اور رسالہ بالمقابل شائع کرنے کیلئے روز درخواست سے تین مہینہ کی مہلت ہے'' (اتمام الحجہ۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۰۴)

سر الخلافہ

فصیح و بلیغ عربی زبان میں یہ کتاب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۴ء میں تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے مسئلہ خلافت پر جو اہل سنت اور شیعوں میں صدیوں سے زیر بحث چلا آیا ہے سیر کن بحث کی ہے اور دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی چاروں خلیفہ برحق تھے تاہم حضرت ابوبکر سب صحابہ سے اعلیٰ شان رکھتے تھے اور اسلام کیلئے آدم ثانی تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر شیعہ صاحبان کی طرف سے غصب وغیرہ کے جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کے مدلّل اور مسکّت جواب بھی دیئے ہیں۔ نیز ان کے اور باقی صحابہ کے فضائل کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور شیعوں کی غلطی کو اَلَمْ نَشْرَح کیا ہے۔ نیز آپ نے کتاب میں عقیدہ ظہور مہدی کا ذکر کر کے اپنے دعوی مہدویت پر شرح وبسط سے بحث کی ہے۔ اس کتاب کے عربی زبان میں لکھنے کا مقصد حضور نے یہ تحریر فرمایا ہے۔

''یہ کتاب مولوی محمد حسین بٹالوی اور دوسرے علماء مکفرّین کے الزام اور اور ان کی مولویت کی حقیقت کھولنے کے لئے بوعدۂ انعام ستائیس روپیہ شائع ہو رہی ہے۔''

(ٹائیٹل پیج سر الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۱۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کتاب کے شروع میں ہی اپنی کتب سے غلطیاں نکالنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک اشتہار دیتے ہوئے یہ تجویز پیش کی ہے کہ۔

''چاہیئے کہ اول مثلا اس رسالہ کے مقابل پر رسالہ لکھیں اور پھر اگر ان کا رسالہ

غلطیوں سے خالی نکلا اور ہمارے رسالہ کا بلاغت فصاحت میں ہم پلہ ثابت ہوا تو ہم سے علاوہ انعام بالمقابل رسالہ کے فی غلطی دو روپیہ بھی لیں جس کیلئے ہم وعدہ کر چکے ہیں ورنہ یونہی نکتہ چینی کرنا حیا سے بعید ہوگا۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔''

(سر الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲)

اس کے بعد حضرت اقدس نے شیخ محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کرتے ہوئے ''سر الخلافہ'' جیسا رسالہ ۲۷ یوم میں لکھنے پر فی دن ایک روپیہ کے حساب سے ستائیس روپیہ کا انعام دینے کا وعدہ بھی فرماتے ہوئے لکھا کہ۔

''اور اب دونوں کتابوں (یعنی کرامات الصادقین اور نور الحق۔ ناقل) کے بعد یہ کتاب سر الخلافہ تالیف ہوئی ہے جو بہت مختصر ہے اور نظم اس کی کم ہے اور ایک عربی دان شخص ایسا رسالہ سات دن میں بنا سکتا ہے اور چھپنے کیلئے دس دن کافی ہیں۔ لیکن ہم شیخ صاحب کی حالت اور اس کے دوستوں کی کم مائیگی پر بہت ہی رحم کر کے دس دن اور زیادہ کر دیتے ہیں اور یہ ستائیس دن ہوئے۔ سو ہم فی دن ایک روپیہ کے حساب سے ستائیس روپیہ انعام پر یہ کتاب شائع کرتے ہیں۔''

(سر الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۴۰۰)

مزید فرمایا:۔

''پس آپ کو خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ اگر آپ کو علم عربی میں کچھ بھی دخل ہے ایک ذرہ بھی دخل ہے تو اب کی دفعہ تو ہرگز منہ نہ پھیریں۔ اور اگر اس رسالہ میں کچھ غلطیاں ثابت ہوں تو آپ کے مقابل رسالہ کی غلطیوں سے جس قدر زیادہ ہوں گی فی غلطی ایک روپیہ آپ کو دیا جائے گا پچیس جولائی ۱۸۹۴ء تک اس درخواست کی میعاد ہے۔ اگر آپ نے ۲۵ جولائی ۱۸۹۴ء تک یہ درخواست چھاپ کر بذریعہ کسی اشتہار کے نہ

بھیجی تو سمجھا جاوے گا کہ آپ اس سے بھی بھاگ گئے۔''

(سرالخلافہ۔روحانی خزائن جلد۸صفحہ۴۱۸)

مگر جس طرح مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب اور ان کے دوسرے ساتھی پہلی کتابوں ''کرامات الصادقین'' اور''نورالحق'' وغیرہ کے مقابلہ میں جس کے ساتھ ہزارہا روپیہ کا انعام مقرر تھا کتابیں لکھنے سے عاجز آ گئے اسی طرح رسالہ سرالخلافہ کے مقابلہ سے بھی عاجز رہے۔

حجۃ اللہ

۱۸۹۷ء میں مولوی عبدالحق غزنوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ایک نہایت گندہ اشتہار شائع کیا۔اور آپ کی عربی دانی پر معترض ہوا اور اپنی قابلیت جتانے کے لئے عربی زبان میں مباحثہ کرنے کی دعوت دی۔اس دعوت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منظور فرماتے ہوئے یہ شرط لگائی کہ چونکہ آپ کے نزدیک میں عربی نہیں جانتا اور محض جاہل ہوں اس لئے اگر آپ مجھ سے شکست کھا گئے تو آپ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اسے ایک معجزہ سمجھ کر فی الفور میری بیعت میں داخل ہونا ہوگا۔لیکن جب مولوی غزنوی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا اور نہ اس کے ساتھ شیخ نجفی کچھ بولا تو آپ نے مولوی غزنوی اور شیخ نجفی کو مخاطب کر کے یہ رسالہ فصیح و بلیغ عربی میں ۱۲مارچ ۱۸۹۷ء کو لکھنا شروع کیا اور ۲۶مئی ۱۸۹۷ء کو مکمل کر دیا۔

اس رسالہ میں جو اسرار ربانیہ اور محاسن ادبیہ پر مشتمل ہے آپ نے مکفّرین علماء پر حجت قائم کرنے کیلئے نجفی اور غزنوی کے علاوہ مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھی ان الفاظ میں دعوت مقابلہ دی کہ:۔

" و من یکتب منهم کتابا کمثل هذه الرسالة. الی ثلثة اشهر او الی الاربعة فقد کذبنی صدقا وعدلا و اثبت اننی لست من الحضرة الاحدیة فهل فی الحی حی یقضی هذه الخطة. وینجی من التفرقة

الامۃ....... ایھا المکذبون الکذابون. مالکم لا تجیئُون ولا تناضلون و تدعون ثم لا تبارزون ویل لکم ولما تفعلون یمعشر الجھلین.'' (المعلن غلام احمد قادیانی ۲۶ مئی ۱۸۹۷ء)

(حجۃ اللہ۔روحانی خزائن جلد۱۲صفحہ۱۴۰)

ترجمہ:۔اوراگرکوئی شخص اس کتاب جیسی کتاب تین یا چار ماہ کے اندرلکھ سکےتو واقعۃ اس نے مجھے جھوٹا ثابت کر دیااوراس نے گویا ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں۔تو کیا اس بستی میں کوئی ذی روح ایسا ہے جو یہ کام کر کے دکھلا سکے اور اُمت کوتفرقہ سے بچا سکے۔..........اے جھوٹو اور مجھے جھٹلانے والوتمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم مقابلہ کیلئے میدان میں کیوں نکل کھڑے نہیں ہوتے اور دعانہیں کرتے ۔ اے جاہلوں کے گروہ تم پر ہلاکت ہوتم ایسا کیوں نہیں کرتے ۔

الھدی و التبصرۃ لمن یری

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے اپنی کتاب ''اعجاز المسیح'' کا ایک نسخہ تقریظ کیلئے علامہ الشیخ محمد رشید رضا مدیر''المنار'' کوبجھوایا۔الشیخ رشید محمد رضا نے اس کتاب پرسخت تنقید کی اورساتھ یہ کہا کہ۔

ان کثیرا من اھل العلم یستطیعون ان یکتبوا خیرا منه فی سبعة ایام

یعنی بہت سے اہل علم اس سے بہتر سات دن میں لکھ سکتے ہیں۔

جب اس کا ریویو ہندوستان میں شائع ہواتو علمائے ہند نے اس کی آڑ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف ازسرنومخالفت کاایک طوفان برپا کر دیا۔تب آپ نے احقاق حق اورابطال باطل اوراتمام حجت کیلئے اللہ تعالیٰ سے راہنمائی چاہی تو آپ کے دل میں ڈالا گیا کہ آپ اس مقصد کیلئے ایک کتاب تالیف فرمائیں اور پھر مدیر المنار اور ہراس شخص سے جو ان شہروں میں

مخالفت کیلئے اٹھے ہیں اس کی مثل طلب کریں۔ چنانچہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور نہایت ہی تضرع اور خشوع وخضوع سے دعا کی یہاں تک کہ قبولیت دعا کے آثار ظاہر ہوئے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''اور مجھے اس کتاب کی تالیف کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق بخشی گئی۔سو میں تکمیل ابواب اور اس کی طبع کے بعد اسے اس کی طرف بھیجوں گا۔ اگر مدیر المنار نے اس کا اچھا جواب دیا اور عمدہ ردّ لکھا تو میں اپنی کتابیں جلا دوں گا اور اس کی قدم بوسی کروں گا اور اس کے دامن سے وابستہ ہو جاؤں گا اور پھر دوسرے لوگوں کو اس کے پیمانہ سے ناپوں گا۔ سو میں پروردگار جہان کی قسم کھاتا ہوں اور اس قسم کے عہد کو پختہ کرتا ہوں۔'' (الھدیٰ۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۶۳، ۴۶۴)

مگر ساتھ ہی یہ پیشگوئی بھی فرمائی۔

''ام لـه فـی البـراعة یـد طـولـی سیهزم فلا یری. نبأ من الله الذی یعلم السر واخفی.'' (الھدیٰ. روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۶۵)

یعنی کیا مدیر المنار کو فصاحت وبلاغت میں بڑا کمال حاصل ہے؟ وہ یقیناً شکست کھائے گا اور میدان مقابلہ میں نہ آئے گا۔ یہ پیشگوئی اس خدا کی طرف سے ہے جو نہاں در نہاں باتوں کا علم رکھتا ہے۔

مدیر المنار کے علاوہ دوسرے علماء وادباء سے متعلق بھی فرمایا۔

''ام یـزعـمـون انهـم مـن اهـل الـلـســان سیهـزمون ویولون الدبر عن المیدان'' (الھدیٰ. روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۴۶۸)

یعنی کیا وہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ اہل زبان ہیں۔عنقریب وہ شکست کھائیں گے اور میدان سے پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

جب یہ کتاب شائع ہوئی اور اس کا ایک نسخہ شیخ رشید رضا صاحب کو بھی ہدیۃً بھجوایا گیا تو انہوں نے الھدیٰ سے قبر مسیح کے متعلق مضمون کا بہت سا حصہ نقل کر کے جو مسیح کی کشمیر کی طرف ہجرت سے متعلق تھا اپنے رسالہ المنار میں نقل کر کے لکھا کہ ایسا ہونا عقلاً ونقلاً مستبعد نہیں۔

لیکن انہیں یہ توفیق نہ مل سکی کہ اس کے جواب میں ایسی فصیح و بلیغ کتاب لکھ کر آپ کی پیشگوئی کو باطل ثابت کرتے۔اس طرح اللہ تعالیٰ کی پیشگوئی کمال آب وتاب سے پوری ہوئی۔

عربی نویسی کے مقابلوں کے چیلنجوں کا ردّعمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فصیح و بلیغ عربی میں کتابیں لکھنا چونکہ تائید الٰہی سے تھا۔آپ کے اکتسابی علم کا نتیجہ نہ تھا اس لئے مخالف علماء نے آپ کے اس چیلنج کو قبول کرنے کی بجائے ویسے ہی اعتراضات کئے جیسے کہ آنحضرت ﷺ کے مخالفین نے قرآنی چیلنج کے جواب میں کئے تھے کہ ایسا فصیح و بلیغ اور پراز معارف اور حقائق ودقائق کلام آنحضرت جیسے اُمّی شخص کا کام نہیں ہوسکتا۔اس لئے ایک طرف تو انہوں نے کہا ''اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ '' کہ اسے کوئی اور بشر سکھاتا ہے۔''واعانه علیه قوم آخرون ''یعنی دوسرے اورلوگ ہیں جوقرآن کی تالیف میں آپ کی اعانت کررہے ہیں۔اوردوسری طرف کہا کہ''**لو نشاء لقلنا مثل هذا ان هذا الا اساطیر الاولین** ''یعنی اگرہم چاہیں تو ہم ایسا کلام کہہ سکتے ہیں لیکن ہم اس لئے اس طرف توجہ نہیں دیتے کہ اس میں پہلوں کے قصوں اور سٹوریوں کے سوا رکھا ہی کیا ہے اور بعد میں آنے والے مخالف عیسائیوں نے یہ بھی لکھنا شروع کر دیا کہ قرآن کریم تو فصیح و بلیغ بھی نہیں اوراس میں نحوی اور صرفی بہت سی غلطیاں پائی جاتی ہیں۔اسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالف علماء کو جو آپ کو جاہل اور خود کو عالم خیال کرتے تھے مقابلہ کے لئے دعوت دی اور چیلنج پر چیلنج کیا تو ان کا جواب بھی وہی تھا جو مخالفین قرآن نے دیا تھا۔چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت اقدس کے عربی کلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''حقیقت شناس اس عبارت سے اس کا جاہل ہونا اور کوچہ عربیت سے اس کا نابلد ہونا اور دعویٰ الہام میں کاذب ہونا نکالتے ہیں۔ اور خوب سمجھتے ہیں کہ یہ عبارت عرب کی عربی نہیں اور اس کی فقرہ بندی محض تُک بندی ہے۔ اس میں بہت سے محاورات اور الفاظ کادیانی نے ازخود گھڑ لئے ہیں۔ عرب عرباء سے وہ منقول نہیں اور جو اس کے عربی الفاظ وفقرات ہیں ان میں اکثر کی صرف ونحو وادب کے اصول وقواعد کی رو سے اس قدر غلطیاں ہیں کہ ان اغلاط کی نظر سے ان کو مسخ شدہ عربی کہنا بے جا نہیں۔ اوران کے راقم کو عربی سے جاہل اور الہام وکلام الٰہی سے مشرف ومخاطب ہونے سے عاطل کہنا زیبا ہے۔'' (اشاعۃ السنہ۔ جلد ۱۵ صفحہ ۳۱۶)

پھر مخالفین نے آپ پر یہ اعتراض بھی کیا کہ جو کتابیں عربی زبان میں آپ تصنیف فرماتے ہیں وہ دوسروں سے لکھواتے ہیں۔ اور ایک شامی عرب اپنے پاس رکھا ہے جو آپ کو لکھ کر دیتا ہے اور آپ اپنے نام پر شائع کر دیتے ہیں۔ اور یہ اعتراض جس بیہودہ رنگ میں انہوں نے کیا یقیناً مخالفین اسلام نے آنحضرت ﷺ پر اس رنگ میں نہیں کیا ہوگا۔ جھوٹ بولنا آسان ہوتا ہے لیکن اس جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کیلئے کئی اور جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔

میں اس جگہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے اصل الفاظ نقل کر دیتا ہوں تا آئندہ آنے والے لوگ آپ کے مخالفین کی ان مذموم حرکات اور ان افتراؤں کا اندازہ لگا سکیں جو وہ مقابلہ سے بچنے اور عوام الناس کو آپ سے دور رکھنے کیلئے تراشا کرتے تھے۔ نیز ان کے پاس اس اعتراض کا جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی متعدد کتب میں کیا ہے ایک ثبوت ہو جائے۔ شیخ بٹالوی صاحب لکھتے ہیں۔

''امرتسر کے گلی کوچوں میں یہ خبر مشہور تھی کہ اس قصیدۂ ہمزیہ کے صلہ میں کادیانی نے شامی صاحب کو دوسو روپے دیئے ہیں۔ میں نے شامی صاحب سے اس خبر کی حقیقت

دریافت کی تو انہوں نے اس سے انکار کیا۔ اور ان کے بیان سے معلوم ہوا کہ اس مدح وتائید کے صلہ میں کادیانی نے کسی خوبصورت عورت سے نکاح کرادینے کا وعدہ دیا تھا۔ وہ اس وعدہ کے بھروسہ پر قادیان چار مہینہ کے قریب رہے۔ اس عرصہ میں کادیانی نے ان سے عربی میں نثر ونظم میں بہت کچھ لکھوایا اور گو دودھ بالائی آم مرغ کھلانے سے ان کی اچھی مدارات کی مگر ان کے اصل مطلوب نکاح سے ان کو محروم رکھا اور وہ وعدہ پورا نہ کیا۔ ایک عورت فاحشہ سے ان کا نکاح کروانا چاہا مگر اس کے فاحشہ ہونے کا ان کو علم ہو گیا۔ اس لئے اس کے نکاح سے انہوں نے انکار کیا اور دو تین عورتیں اور ان کو دکھائیں مگر وہ خوبصورت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو پسند نہ آئیں۔ آخر وہ قادیان سے سخت ناراض ہو کر چلے گئے۔ جاتے ہوئے خاکسار کو ملے تو کادیانی پر بہت ناراضگی ظاہر کرتے تھے اور یہ کہتے تھے اب میں رسالہ موسومہ بکرامات کادیانی لکھوں گا۔ اس میں کادیانی کی مکاری کا خوب اظہار کروں گا۔ اور انہوں نے مجھ سے اس امر کی درخواست کی کہ میں ان کی یہ سرگزشت و پرحسرت کیفیت مشتہر کردوں اور اس پر کادیانی کی اس بے وفائی اور وعدہ خلافی پر افسوس ظاہر کروں۔ اس درخواست کی وجہ سے یہ چند سطور لکھے گئے ہیں اور نیز اس سے عامہ خلائق کی ہدایت و صیانت مقصود مدنظر ہے تا عام لوگ کادیانی کے دام فریب سے واقف ہو جائیں اور اس کے دام سے اپنے آپ کو بچالیں۔ اس مضمون کے لکھے جانے کے بعد ہم نے سنا ہے کہ کادیانی کے پروردہ پیرومرشد وحبیب ظاہر مرید حکیم نورالدین بھیروی نے شامی کا نکاح کہیں کرادیا ہے اور اس خبر کے سننے سے ہم کو خوشی ہوئی اور افسوس۔ نیز خوشی اس لئے کہ مظلوم شامی کی حق رسی ہوئی۔ افسوس اس لئے کہ اب شامی صاحب کی طرف سے رسالہ ”کرامات کادیانی“ کی اشاعت چندے

ملتوی رہے گی۔ شامی صاحب کے نکاح کی یہ تجویز خاکسار کہیں کرا دیتا تو ان سے جس قدر چاہتا کادیانی کے ردو مذمت میں نظم ونثر جیسی ان کو آتی ہے لکھوالیتا۔ لیکن یہ پیشہ دلالی کادیانی صاحب کا ہی خاصہ ہے جس کے ذریعہ سے انہوں نے کئی نام نامی القاب گرامی مولوی حکیم وغیرہ وغیرہ سے اکثر سکنائے پنجاب واقف ہیں ایسے باطل اور ناجائز ذرائع سے کام نکالنا ہی ان کا شیوہ معجزہ ہے۔ لہٰذا یہ جرأت مجھ سے نہ ہوسکی اور میں نے ان کواس طرح کی امید نہ دلائی۔‘‘

(اشاعۃ السنہ۔ جلد۱۵ صفحہ ۲۵۸، ۲۶۱)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے مذکورہ بالا بیہودہ خیالات کا اظہار جس شامی عرب کے متعلق کیا ہے وہ وہ شخص ہے جس نے حضرت اقدس کی عربی تالیف ’’التبلیغ‘‘ کو پڑھ کر بے ساختہ کہا ’’واللہ ایسی عبارت عرب بھی نہیں لکھ سکتا‘‘ اور جب اس کے آخر میں شائع شدہ آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں مدحیہ قصیدہ دیکھا تو وہ پڑھ کر بے اختیار رونے لگا اور کہا خدا کی قسم! میں نے اس زمانہ میں عربوں کے اشعار بھی کبھی پسند نہیں کئے مگر ان اشعار کو میں حفظ کروں گا۔ اور اتنے متاثر ہوئے کہ آخرکار قادیان آ کر آپ کی بیعت کر لی۔ غور کا مقام ہے کہ اگر بٹالوی صاحب کا مذکورہ بیان درست ہے تو کیا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں کیسے رہ سکتے تھے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایسے شخص کو عربی ممالک کیلئے بطور مبلغ تجویز فرما سکتے تھے۔

اسی اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

’’ثم من اعتراضات العلماء. وشبهاتهم التی اشاعونا فی الجهلاء ان هذا الرجل لا یعلم شیئا من العربیة. بل لا حظ له من الفارسیه فضلا من دخله فی اسالیب هذه اللهجه. ومع ذالک مدحوا انفسهم وقالوا انا نحن من العلماء المتبحرین. وقالوا انه کلما کتب فی اللسان

العربیه. من العبارات المحبرة. والقصائد المبتکرة. فلیس خاطره ابا عذرها. ولا قریحته صدف الالیها و دررها. بل الْفَهَاجل من الشامیین. واخذ علیه کثیر من المال کالمستاجرین.فلیکتب الان بعد ذهابه ان کان من الصادقین.''(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد۱۱صفحہ۱۳۲)

ترجمہ۔پھر ان علماء کے اعتراضات اورشبہات میں سے جوانہوں نے جاہلوں میں پھیلا رکھے ہیں ایک یہ ہے کہ یہ شخص عربی کا ذرہ علم نہیں رکھتا بلکہ وہ تو فارسی زبان سے بھی کوئی حصہ نہیں دیا گیا اوراپنے متعلق سمجھتے ہیں کہ ہم متبحر علماء ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے جوعمدہ، رنگین، دلکش عبارات اوراچھوتے قصائد عربی زبان میں لکھے ہیں وہ اس کے اپنے نہیں بلکہ ایک شامی عرب نے تالیف کئے ہیں اور بہت سا مال اس کے عوض اجرت کے طور پراس نے لیا ہے۔پس اگر وہ صادق ہے تو اس کے چلے جانے کے بعداب لکھ کر دکھائے۔

غلطیوں کے اعتراض کا جواب

غلطیوں کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام فرماتے ہیں۔

''جوشخص عربی یا فارسی میں مبسوط کتابیں تالیف کرے گاممکن ہے کہ حسب مقولہ قلما سلم مکثار کوئی صرفی یانحوی غلطی اس سے ہو جائے اور بباعث خطا نظر کے اس غلطی کی اصلاح نہ ہوسکے اور یہ بھی ممکن ہے کہ سہوکاتب سے کوئی غلطی چھپ جائے اور بباعث ذہول بشریت مولف کی اس پر نظر نہ پڑے۔''

(کرامات الصادقین۔روحانی خزائن جلد۷صفحہ۱۷)

مولوی بٹالوی صاحب کوجواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

'' ان کتبی مبّراۃ مما زعمت. ومنزّھة عما ظننت. الا سھو الکاتبین.

اوزیغ القلم بتغافل منی لا کجھل الجاھلین. فان قدرت ان تثبت فیھا عشارا فخذ منی بحذاء کل لفظ دینارا. واجمع صریفا ونضارا. وکن من المتمولین۔" (انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد۱۱صفحہ۲۴۱)

یعنی میری کتابیں ایسی غلطیوں سے جیسا کہ تیرا خیال ہے مبرّا اور منزّہ ہیں۔ ہاں سہو کاتب کی غلطیاں اور یا لغزش قلم سے جو بے خبری میں ہیں ایک مولف سے بعض وقت صادر ہو جاتی ہیں ان میں پائی جاسکتی ہیں لیکن وہ ایسی غلطیاں نہیں جو ایک جاہل زبان سے صادر ہوتی ہیں۔ اگر تم کوئی ایسی غلطی بتا سکو تو میں ہر لفظی غلطی پر ایک دینار دوں گا اس طرح تم سونا چاندی جمع کر کے مالدار بھی بن سکتے ہو۔

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام مخالفین کے ان اعتراضوں کا ذکر کر کے کہ ان کتابوں کی عربی زبان فصیح نہیں اور یہ کہ وہ عرب اور دوسرے ادیبوں کی لکھی ہوئی ہیں اور ایک عرب گھر میں پوشیدہ رکھا ہوا ہے وہی عرب صبح شام لکھ کر دیتا ہے فرماتے ہیں۔

"انظر الی اقوالھم وتناقض — سلب العناد اصابة الاراء

طورا الی عرب عزوہ و تارة — قالوا کلام فاسد الاملاء

ھذا من الرحمن یا حزب الاعداء — لا فعل شامی ولا رفقائی"

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد۱۱صفحہ۲۷۵)

یعنی ان باتوں کو دیکھو اور ان کے تناقض پر غور کرو۔ عناد سے سچی اور اصابت رائے ان سے سلب ہوگئی ہے۔ کبھی تو میرے کلام کو عرب سے منسوب کرتے ہیں اور کبھی کہتے ہیں کہ کلام اچھا نہیں اور غیر فصیح اور غلطیوں سے پر ہے۔ سوائے گروہ دشمنان۔ سنو! یہ رحمٰن خدا کی توفیق و تائید سے لکھا گیا ہے نہ یہ کسی شامی عرب کا کام ہے اور نہ میرے رفیقوں کا"

سرقہ کے اعتراض کا جواب

پیر مہر علی گولڑوی اور مولوی محمد حسن صاحب فیضی نے یہ اعتراض بھی کیا کہ آپ نے مقامات حریری اور مقامات ہمدانی وغیرہ سے فقرے سرقہ کر کے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔

حضور علیہ السلام اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں۔

''ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارف وحقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں اور وہ بلاغت جو بیہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہو گئی تھی اس کو کلام الٰہی کا خادم بنایا جائے اور جب کہ ایسا دعویٰ تو محض انکار سے کیا ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کی مثال پیش نہ کی جائے۔

یوں تو بعض شریر اور بدذات انسانوں نے قرآن شریف پر بھی یہ الزام لگایا ہے کہ اس کے مضامین تورات اور انجیل سے مسروقہ ہیں (اس مضمون پر انگریزی اور عربی اور اردو زبان میں پادریوں کی طرف کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ناقل) ایسا ہی یہودی کہتے ہیں کہ انجیل کی عبارتیں طالمود میں سے لفظ بلفظ چرائی گئی ہیں۔ چنانچہ ایک یہودی نے حال میں ایک کتاب بنائی ہے جو اس وقت میرے پاس موجود ہے اور بہت سی عبارتیں طالمود کی پیش کی ہیں۔ بغیر کسی تغیر وتبدل کے انجیل میں موجود ہیں اور یہ عبارتیں صرف ایک دو فقرے نہیں بلکہ ایک بڑا حصہ انجیل کا ہے اور وہی فقرات اور وہی عبارتیں ہیں جو انجیل میں موجود ہیں............

ان دنوں میں ایک اور شخص نے تالیف کی جس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ تورات کی کتاب پیدائش جو گویا تورات کے فلسفہ کی ایک جڑھ مانی گئی ہے ایک اور کتاب میں سے چرائی گئی ہے جو موسیٰ کے وقت موجود تھی۔ گویا ان لوگوں کے خیال

میں موسیٰ اور عیسیٰ سب چور ہی تھے۔ یہ تو انبیاء علیہم السلام پر شک کئے ہیں مگر دوسرے ادیبوں اور شاعروں پر نہایت قابل شرم الزام لگائے گئے ہیں۔ متنبّی جو ایک مشہور شاعر ہے اس کے دیوان کی نسبت ایک شخص نے ثابت کیا ہے کہ وہ دوسرے شاعروں کی شعروں کا سرقہ ہے۔ غرض سرقہ کے الزام سے کوئی نہیں بچا۔ نہ خدا کی کتابیں اور نہ انسانوں کی کتابیں۔

اب تنقیح طلب امر یہ ہے کہ کیا درحقیقت ان کے یہ الزامات صحیح ہیں؟ اس کا جواب یہی ہے کہ خدا کے ملہموں اور وحی پانیوں کی نسبت ایسے شبہات دل میں لانا تو بدیہی طور پر بے ایمانی ہے اور لعنتیوں کا کام۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے لئے کوئی عار کی جگہ نہیں کہ بعض کتابوں کی بعض عبارتیں یا بعض فقرات اپنے ملہموں کے دلوں پر نازل کرے۔ بلکہ ہمیشہ سے سنت اللہ اس طرح پر جاری ہے۔ رہی یہ بات کہ دوسرے شاعروں اور ادیبوں کی کتابوں پر بھی اعتراض آتا ہے کہ بعض عبارتیں یا اشعار بلفظہا بتغیر مابعض کی تحریرات میں پائے جاتے ہیں تو اس کا جواب ایک کامل تجربہ کی روشنی میں ملتا ہے یہی ہے کہ ایسی صورتوں کی بجز توارد کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جن لوگوں نے ہزارہا جزئیں اپنی بلیغ عبارت کی پیش کر دیں ان کی نسبت یہ ظلم ہوگا کہ اگر پانچ سات یا دس فقرات ان کی کتابوں میں ایسے پائے جائیں کہ وہ یا ان کے مشابہ کسی دوسری کتاب میں بھی ملتے ہیں تو ان کی ثابت شدہ صداقتوں کا انکار کر دیا جائے۔

اسی طرح ان لوگوں کو انصاف سے دیکھنا چاہئے کہ اب تک ہماری طرف سے بائیس کتابیں عربی فصیح و بلیغ میں بطلب مقابلہ تصنیف شائع ہو چکی ہیں اور عربی کے اشتہارات اس کے علاوہ ہیں۔............اس قدر تصانیف عربیہ جو مضامین دقیقہ علمیہ

حکمیہ پر مشتمل ہیں بغیر ایک کامل علمی وسعت کے کیونکر انسان ان کو انجام دے سکتا ہے۔کیا یہ تمام علمی کتابیں حریری یا ہمدانی کے سرقہ سے تیار ہوگئیں اور ہزار ہا معارف اور دقائق دینی اور قرآنی جو ان کتابوں میں لکھے گئے ہیں وہ حریری اور ہمدانی میں کہاں ہیں۔اس قدر بے شرمی سے منہ کھولنا کیا انسانیت ہے؟ یہ لوگ اگر کچھ شرم رکھتے تو شرمندگی سے جیتے ہی مر جائیں کہ جس شخص کو جاہل اور علم عربی سے قطعاً بے خبر کہتے تھے اس نے تو اس قدر کتابیں فصیح و بلیغ عربی میں تالیف کر دیں مگر خود ان کی استعداد اور لیاقت کا یہ حال ہے کہ قریباً دس برس ہونے لگے برابر ان سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ ایک کتاب ہی بالمقابل ان کتابوں کے تالیف کر دکھلائیں مگر کچھ نہیں کر سکے۔ صرف مکہ کے کفار کی طرح یہی کہتے ہیں کہ **لو شئنا لقلنا مثل ھذا**............

اگر علمی اور دینی کتابیں جو ہزار ہا معارف اور حقائق پر مندرج ہوتی ہیں صرف فرضی افسانوں کی عبارتوں کے سرقہ سے تالیف ہوسکتی ہیں تو اس وقت تک کس نے آپ لوگوں کا منہ بند کر رکھا ہے؟ کیا ایسی کتابیں بازاروں میں ملتی نہیں ہیں جن سے سرقہ کر سکوں؟ ان لعنتوں کو کیوں آپ لوگوں نے ہضم کیا جو درحالت سکوت ہماری طرف سے آپ کے نذر ہوئیں اور کیوں ایک سورۃ کی بھی تفسیر عربی تالیف کر کے شائع نہ کر سکے تا دنیا دیکھتی کہ کس قدر آپ عربی دان ہیں۔اگر آپ کی نیت بخیر ہوتی تو میرے مقابل تفسیر لکھنے کیلئے ایک مجلس میں بیٹھ جاتے تا دروغ گو بے حیا کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا۔خیر تمام دنیا اندھی نہیں ہے۔آخر سوچنے والے بھی موجود ہیں۔

ہم نے کئی دفعہ اشتہار بھی دیئے کہ تم ہمارے مقابلہ پر کوئی عربی رسالہ لکھو۔پھر عربی زبان جاننے والے اس کے منصف ٹھہرائے جائیں گے۔پھر اگر تمہارا رسالہ

فصیح و بلیغ ثابت ہوا تو میرا دعویٰ باطل ہو جائے گا۔ میں اب بھی اقرار کرتا ہوں کہ بالمقابل تفسیر لکھنے کے اگر تمہاری تفسیر لفظاً و معناً اعلیٰ ثابت ہوئی اس وقت اگر تم میری تفسیر کی غلطیاں نکالو تو فی غلطی پانچ روپے انعام دوں گا۔ غرض بیہودہ نکتہ چینی سے پہلے یہ ضروری ہے بذریعہ تفسیر عربی اپنی عربی دانی ثابت کرو۔ کیونکہ جس فن میں کوئی شخص دخل نہیں رکھتا اس فن میں اس کی نکتہ چینی قبول کے لائق نہیں ہوتی۔ ....

ادیب جانتے ہیں کہ ہزارہا فقرات میں سے اگر دو چار فقرات بطور اقتباس ہوں تو ان سے بلاغت کی طاقت میں کچھ فرق نہیں بلکہ اس طرح کے تصرفات بھی ایک طاقت ہے۔ دیکھو سبع معلقہ کے دو شاعروں کا ایک مصرع پر توارد ہے اور وہ یہ ہے۔

ایک شاعر کہتا ہے　　　**یقولون لا تھلک اسی و تجمل**

اور دوسرا شاعر کہتا ہے　　　**یقولون لا تھلک اسی و تجلد**

اب بتاؤ کہ ان دونوں میں سے چور کون قرار دیا جائے۔ نادان انسان کو اگر یہ بھی اجازت دی جائے کہ وہ چرا کر ہی لکھے تب بھی وہ لکھنے پر قادر نہیں ہو سکتا کیونکہ اصلی طاقت اس کے اندر نہیں۔ مگر وہ شخص جو مسلسل اور بے روک آمد پر قادر ہے اس کا تو بہر حال یہ معجزہ ہے کہ امور علمیہ اور حکمیہ اور معارف اور حقائق کو بلا توقف رنگین اور بلیغ و فصیح عبارتوں میں بیان کر دے۔''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۲ تا ۴۴۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ تجویز کہ میرے مخالف ''میرے مقابل تفسیر لکھنے کیلئے ایک مجلس میں بیٹھ جاتے تا دروغ گو بے حیا کا منہ ایک ہی ساعت میں سیاہ ہو جاتا'' ایسی تجویز ہے جس میں معترضین کے تمام اعتراضات لغو اور باطل ہو جاتے ہیں۔ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فی الواقع عربی زبان کا علم نہ رکھتے اور دوسروں سے لکھواتے اور اپنے نام پر شائع کرتے

تھے آپ مجلس میں بیٹھ کر فصیح و بلیغ عربی زبان میں نئے حقائق و معارف پر مشتمل تفسیر ہرگز نہ لکھ سکتے۔ اور اس طرح مخالف علماء کے اعتراضوں کی صداقت بآسانی لوگوں پر واضح ہو جاتی۔ لیکن ان کے اس طرف رخ نہ کرنے اور ہر دفعہ عذر اور بہانے بنا کر دعوت مقابلہ کو قبول نہ کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ ان کے تمام اعتراضات لغو اور باطل تھے اور حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا علم عطا فرمایا تھا اور یہی وجہ تھی کہ مخالفین کو آپ کے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

باب سوم

تفسیر نویسی

اِنَّہٗ لَقُرْآن' کَرِیْم' ۔ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ۔
لَایَمَسُّہٗ اِلَّاالْمُطَھَّرُوْنَ ۔ (الواقعہ : ۷۸،۸۰)

ترجمہ:۔ یقیناً یہ قرآن بڑی عظمت والا ہے۔اور ایک چھُپی ہوئی کتاب میں موجود ہے۔اس (قرآن) کی حقیقت کو وہی لوگ پاتے ہیں جو مطہّر ہوتے ہیں۔

تفسیر نویسی کے مقابلہ کا چیلنج

اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مولوی محمد بشیر بھوپالوی سے وفات و حیات مسیح کے موضوع پر دہلی میں مباحثہ کے بعد حضرت اقدس نے جب دیکھا کہ چوٹی کے علماء کو اور پھر دہلی جیسے مرکزی شہر میں جا کر اتمام حجت کر چکا ہوں مگر علماء دلائل کے میدان میں آنے سے گریز کرتے ہیں اور اگر کوئی مقابلہ پر آئے بھی تو وہ اپنی ظاہری عزت اور وجاہت کو خیر باد کہنے کیلئے تیار نظر نہیں آتا تو ایک ایسی راہ اختیار کی جو مذہب کی جان ہے اور جس کے بغیر کوئی شخص آسمانی روح اپنے اندر رکھنے کا دعویدار ہی نہیں ہوسکتا۔ آپ نے علماء کو دعوت دی کہ اگر آپ لوگ خدا تعالیٰ کے نزدیک فی الحقیقت مومن ہیں اور آسمان کے ساتھ آپ لوگوں کو کوئی روحانی مناسبت ہے تو آؤ! آسمانی تائیدات میں میرا مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ اگر آپ لوگ کامل مومن اور متقی ہیں تو اللہ تعالیٰ یقیناً آپ لوگوں کی تائید کرے گا۔ لیکن اگر اس نے آپ لوگوں کو مخذول اور مہجور کر دیا اور تائید الٰہی میرے شامل حال ہوئی تو پھر تمہیں سمجھ لینا چاہئے کہ حق کس کے ساتھ ہے اور باطل پر کون ہے؟ چنانچہ آپ نے اس ضمن میں کامل مومن کی چار علامتیں بیان فرمائیں۔

''اول۔ یہ کہ کامل مومن کو خدا تعالیٰ سے اکثر بشارتیں ملتی ہیں یعنی پیش از وقوع خوشخبریاں جو اس کی مرادات یا اس کے دوستوں کے مطلوبات ہیں۔ اس کو بتلائی جاتی ہیں۔

دوم۔ یہ کہ مومن کامل پر ایسے امور غیبیہ کھلتے ہیں جو نہ صرف اس کی ذات یا اس کے واسطہ داروں سے متعلق ہوں بلکہ جو کچھ دنیا میں قضا و قدر نازل ہونے والی یا بعض دنیا کے افراد مشہورہ پر کچھ تغیرات آنے والے ہیں ان سے برگزیدہ مومن کو اکثر اوقات خبر دی جاتی ہے۔

سوم۔ یہ کہ مومن کامل کی اکثر دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور اکثر ان دعاؤں کی قبولیت کی پیش از وقت اطلاع بھی دی جاتی ہے۔

چہارم۔ یہ کہ مومن کامل پر قرآن کریم کے دقائق و معارف جدیدہ و لطائف و خواص عجیبہ سب سے زیادہ کھولے جاتے ہیں۔

ان چاروں علامتوں سے مومن کامل نسبتی طور پر دوسروں پر غالب رہتا ہے۔"

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۳۲۳)

اس آسمانی فیصلہ کیلئے آپ نے مولوی نذیر حسین دہلوی مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی ثم امرتسری مولوی عبدالرحمٰن لکھوکے والے مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا خاص کر نام لے کر اور باقی تمام مولویوں، سجادہ نشینوں، صوفیوں اور پیرزادوں کو عام طور پر چیلنج کیا کہ۔

"اگر تم کامل مومن ہو اور میں نعوذ باللہ کافر اور ملحد اور دجال ہوں تو یقیناً ان تائیدات سماوی میں اللہ تعالیٰ تمہارا ساتھ دے گا اور میری ہرگز تائید نہیں کرے گا۔ نیز اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ تم نے جو دن رات شور مچا رکھا ہے کہ پہلے اپنا ایمان ثابت کرو، پھر ہمارے ساتھ بحث کرو۔ تو آؤ! میں اپنا ایمان ثابت کرتا ہوں اور اس طریق پر کرتا ہوں جو عین مطابق قرآن و حدیث ہے لیکن اسی معیار پر تم کو بھی اپنا ایمان ثابت کرنا ہوگا۔"

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن نمبر۴ صفحہ ۳۳۲)

پھر علامت چہارم میں مقابلہ کا طریق کار بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"اور علامت چہارم یعنی معارف قرآنی کا کھلنا اس میں احسن انتظام یہ ہے کہ ہر یک فریق چند آیات قرآنی لکھ کر انجمن میں عین جلسہ عام میں سنا دے پھر اگر جو کچھ کسی

فریق نے لکھا ہے کسی پہلی تفسیر کی کتاب میں ثابت ہو جائے تو یہ شخص محض ناقل متصور ہو کر مورد عتاب ہو۔لیکن اگر اس کے بیان کردہ حقائق و معارف قرآنی جو فی حد ذاتہا صحیح اور غیر مخدوش بھی ہوں ایسے جدید اور نو وارد ہوں جو پہلے مفسرین کے ذہن ان کی طرف سبقت نہ لے گئے ہوں اور باینہمہ وہ معنے من کل الوجوہ تکلف سے پاک اور قرآن کریم کے اعجاز اور کمال عظمت اور شان کو ظاہر کرتے ہوں اور اپنے اندر ایک جلالت اور ہیبت اور سچائی کا نور رکھتے ہوں تو سمجھنا چاہئے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو خداوند تعالیٰ نے اپنے مقبول کی عزت اور قبولیت ظاہر کرنے کیلئے اپنے لدنی علم سے عطا فرمائی ہیں۔ یہ ہر چہار محک امتحان جو میں نے لکھی ہیں یہ ایسی سیدھی اور صاف ہیں کہ جو شخص غور کے ساتھ ان کو زیر نظر لائے گا وہ بلاشبہ اس بات کو قبول کرلے گا کہ متخاصمین کے فیصلہ کیلئے اس سے صاف اور سہل تر اور کوئی روحانی طریق نہیں اور میں اقرار کرتا ہوں اور اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میں اس مقابلہ میں مغلوب ہو گیا تو اپنے ناحق پر ہونے کا خود اقرار شائع کردوں گا اور پھر میاں نذیر حسین صاحب اور شیخ بٹالوی کی تکفیر اور مفتری کہنے کی حاجت نہیں رہے گی اور اس صورت میں ہر ایک ذلت اور توہین اور تحقیر کا مستوجب وسزاوار ٹھہرونگا اور اسی جلسے میں اقرار بھی کر دوں گا کہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوں اور میرے تمام دعاوی باطل ہیں اور بخدا میں یقین رکھتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ میرا خدا ہرگز ایسا نہیں کرے گا اور کبھی مجھے ضائع ہونے نہیں دے گا۔''

(آسمانی فیصلہ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۳۰۰)

لیکن آپ کے اس چیلنج کو کسی نے قبول نہ کیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کو تفسیر نویسی کے مقابلہ کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب آسمانی فیصلہ میں جن علماء کے نام لے کر آسمانی فیصلہ کی طرف دعوت دی ان میں سے دوسرا نمبر مولوی محمد حسین بٹالوی کا تھا۔ اگر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب واقعی اپنے آپ کو حق پر سمجھتے تھے تو چاہئے تو یہ تھا کہ وہ اس مقابلہ کیلئے میدان میں نکل کھڑے ہوتے تاکہ جھوٹ اور سچ میں فیصلہ ہو جاتا مگر ہوا یہ کہ مولوی صاحب مخالفت، الزام تراشی اور دشنام دہی میں پہلے سے بھی بڑھ گئے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حق اور باطل میں فیصلہ کیلئے مولوی صاحب کو تفسیر نویسی کے مقابلہ کا درج ذیل چیلنج دیا۔

''عاقل سمجھ سکتے ہیں کہ منجملہ نشانوں کے حقائق اور معارف اور لطائف حکمیہ کے بھی نشان ہوتے ہیں جو خاص ان کو دیئے جاتے ہیں جو پاک نفس ہوں اور جن پر فضل عظیم ہو جیسا کہ آیت **لا یمسہ الا المطہرون**۔ اور یہ آیت **وَ مَنْ یُوْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْراً کَثِیْراً**۔ بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے۔ سو یہی نشان میاں محمد حسین کے مقابل پر میرے صدق اور کذب کے جانچنے کیلئے کھلی کھلی نشانی ہوگی اور فیصلہ کے لئے احسن انتظام اس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مختصر جلسہ ہو کر منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت اسّی آیت سے کم نہ ہو تفسیر کیلئے منتخب کر کے پیش کریں۔ اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورۃ ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کیلئے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفّٰی عبارت میں قلمبند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو اور جس قدر اس میں حقایق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو۔ بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں اور بایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں بلکہ ان کی قوت اور

شوکت ظاہر کرنے والے ہوں۔ اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف و بلیغ عربی میں نعت اور مدح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہئیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جائے اور فریقین کو اس کام کیلئے چالیس دن کی مہلت دی جائے۔ اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سنا دیں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق و معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا۔ یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا تو اسی وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا اور اپنی کتابیں جلا دے گا۔''

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن نمبر ۵ صفحہ ۶۰۲، ۶۰۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تفسیر نویسی کے چیلنج کو اس کے بعد بھی بار بار دہرایا مگر مولوی صاحب کو اس مقابلہ کی توفیق نہ مل سکی۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کو تفسیر نویسی کے مقابلہ کی دعوت

پیر مہر علیشاہ گولڑوی راولپنڈی سے چند میل کے فاصلہ پر واقع بستی گولڑہ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ سرحدی علاقہ میں یہ پیر صاحب کافی شہرت رکھتے تھے اور صوفیاء کے چشتی سلسلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ پیر صاحب ابتداء میں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں حسن ظن اور عقیدت کے جذبات رکھتے تھے لیکن بعد میں جب اپنے بعض عقیدت مندوں میں مسیح موعود علیہ السلام کی طرف میلان دیکھا تو اس خطرے کے پیش نظر کہ آپ کے مرید آپ کو چھوڑ کر مرزا صاحب کے حلقہ احباب میں شامل نہ ہو جائیں جس سے آپ کی پیری مریدی متاثر ہو سکتی ہے۔ آپ بھی دیگر علماء و مشائخ کی طرح مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور حضرت اقدس کے دعاوی کے

خلاف اپنے ایک مرید مولوی محمد غازی صاحب کی لکھی ہوئی ایک کتاب بعنوان شمس الہدایہ اپنے نام پر شائع کر دی جس میں اپنی طرف سے حیات مسیح کے حق میں اور وفات مسیح کے خلاف بہت سے دلائل دینے کی کوشش کی۔ یہ کتاب کسی طرح سے حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچ گئی۔ اس کتاب میں چونکہ کوئی نئی دلیل نہیں تھی وہی دلائل تھے جن کا جواب آپ متعدد بار اپنی کتابوں میں دے چکے تھے اس لئے حضور نے کتابی صورت میں جواب دینے کی بجائے پیر صاحب کو ایک آسان ترین فیصلہ کی طرف بلایا اور وہ یہ تھا کہ۔

''قرآن شریف سے یہ ثابت ہے کہ جو لوگ درحقیقت خدا تعالیٰ کے راستباز بندے ہیں ان کے ساتھ تین طور سے خدا کی تائید ہوتی ہے

ا۔ ان میں اور ان کے غیر میں ایک فرق یعنی مابہ الامتیاز رکھا جاتا ہے۔ اس لئے مقابلہ کے وقت بعض امور خارق عادت ان سے صادر ہوتے ہیں جو حریف مقابل سے صادر نہیں ہو سکتے جیسا کہ آیت **لاَ یَمَسَّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْن** اس کی شاہد ہے۔

۲۔ ان کو علم معارف قرآن دیا جاتا ہے اور غیر کو نہیں دیا جاتا جیسا کہ آیت **لاَ یَمَسَّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنُ** اس کی شاہد ہے۔

۳۔ ان کی دعائیں اکثر قبول ہو جاتی ہیں اور غیر کی اس قدر نہیں ہوتیں جیسا کہ آیت **ادعونی استجب لکم** اس کی گواہ ہے۔

سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے۔ صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکالیں اور اس میں سے چالیس آیات یا ساری سورۃ (اگر چالیس آیات سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب اوّل یہ دعا کریں کہ یا الٰہی! ہم دونوں میں سے جو شخص تیرے نزدیک راستی

پر ہے اس کو تو اس جلسہ میں اس سورۃ کے حقائق اور معارف فصیح و بلیغ عربی میں عین اسی جلسہ میں لکھنے کے لئے اپنی طرف سے ایک روحانی قوت عطا فرما اور روح القدس سے اس کی مدد کر اور جو شخص ہم دونوں فریق میں سے تیری مرضی کے مخالف اور تیرے نزدیک صادق نہیں ہے اس سے یہ توفیق چھین لے۔ اور اس کی زبان کو فصیح عربی اور معارف قرآنی کے بیان سے روک لے تا لوگ معلوم کر لیں کہ تو کس کے ساتھ ہے اور کون تیرے فضل اور تیری روح القدس کی تائید سے محروم ہے۔

پھر اس دعا کے بعد فریقین عربی زبان میں اس کی تفسیر کو لکھنا شروع کریں اور یہ ضروری شرط ہوگی کہ کسی فریق کے پاس کوئی کتاب موجود نہ ہو اور نہ کوئی مددگار اور ضروری ہوگا کہ ہر ایک فریق چپکے چپکے بغیر آواز سنانے کے اپنے ہاتھ سے لکھے تا اس کی فصیح عبارت اور معارف کے سننے سے دوسرا فریق کسی قسم کا اقتباس یا سرقہ نہ کر سکے اور اس تفسیر کے لکھنے کے لئے ہر ایک فریق کو پورے سات گھنٹے مہلت دی جائے گی اور زانو بہ زانو لکھنا ہوگا نہ کسی پردہ میں ...... اور جب فریقین لکھ چکیں تو وہ دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری و انتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی اور ان ہر سہ مولوی صاحبوں کا یہ کام ہوگا کہ وہ حلفاً یہ رائے ظاہر کریں کہ ان دونوں تفسیروں اور دونوں عربی عبارتوں میں سے کون سی تفسیر اور عبارت تائید روح القدس سے لکھی گئی ہے اور ضروری ہوگا کہ ان تینوں عالموں میں سے کوئی نہ اس عاجز کے سلسلہ میں داخل ہو اور نہ مہر علی شاہ صاحب کا مرید ہو اور مجھے منظور ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب اس شہادت کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی عبداللہ پروفیسری لاہوری کو یا تین اور مولوی منتخب کریں جو ان کے مرید اور پیرو نہ ہوں مگر ضروری ہوگا کہ یہ تینوں مولوی صاحبان حلفاً

اپنی رائے ظاہر کریں کہ کس کی تفسیر اور عربی عبارت اعلی درجہ پر اور تائید الٰہی سے ہے ......پس اس طرز کے مباحثہ اور اس طرز کے تین مولویوں کی گواہی سے اگر ثابت ہو گیا کہ درحقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب تفسیر اور عربی نویسی میں تائید یافتہ لوگوں کی طرح ہیں اور مجھ سے یہ کام نہ ہو سکا یا مجھ سے بھی ہو سکا مگر انہوں نے بھی میرے مقابلہ پر ایسا ہی کر دکھایا تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں اقرار کرلوں گا کہ حق پیر مہر علی شاہ صاحب کے ساتھ ہے اور اس صورت میں میں یہ بھی اقرار کرتا ہوں کہ اپنی تمام کتابیں جو اس دعویٰ کے متعلق ہیں جلا دوں گا اور اپنے تئیں مخذول اور مردود سمجھ لوں گا ......لیکن اگر میرے خدا نے اس مباحثہ میں مجھے غالب کر دیا اور مہر علی شاہ صاحب کی زبان بند ہو گئی نہ وہ فصیح عربی پر قادر ہو سکے اور نہ وہ حقائق و معارف سورۃ قرآنی میں سے کچھ لکھ سکے یا یہ کہ اس مباحثہ سے انہوں نے انکار کر دیا تو ان تمام صورتوں میں ان پر واجب ہو گا کہ وہ توبہ کر کے مجھ سے بیعت کریں اور لازم ہو گا کہ یہ اقرار صاف صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار دس دن کے عرصہ میں شائع کر دیں۔‘‘

(اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء از مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۵)

گولڑوی صاحب کا جواب

پیر مہر علی شاہ صاحب نے جب اس اشتہار کو پڑھا تو سخت گھبرائے کیونکہ وہ نہ تو علمی قابلیت رکھتے تھے کہ مقابلہ پر تیار ہو جاتے اور نہ اللہ تعالیٰ کے حضور اپنی مقبولیت پر بھروسہ تھا کہ اس کی بنا پر مقابلہ کی جرأت کرتے مگر کہلاتے تھے سجادہ نشین اور قطب اور ولی۔ اس لئے کھلے کھلے انکار میں ان کی قطبیت اور علمیت پر داغ لگتا تھا۔ اس لئے ایک ایسی چال چلے کہ مقابلہ کی نوبت بھی نہ آئے اور کام بھی بن جائے۔ اور وہ چال یہ تھی کہ انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں لکھا

کہ آپ کی شرائط منظور ہیں مگر قرآن وحدیث کی رو سے آپ کے عقائد کی نسبت بحث ہونی چاہئے۔ پھر اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ساتھ کے دو مولویوں نے یہ رائے ظاہر کی کہ آپ اس بحث میں حق پر نہیں ہیں تو آپ کو میری بیعت کرنی پڑے گی۔ پھر اس کے بعد تفسیر لکھنے کا مقابلہ بھی کر لینا۔

(ملخص از اشتہار ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد دوم)

ظاہر ہے تفسیر نویسی کے مقابلہ سے گریز کرنے کی یہ ایک راہ تھی جو پیر صاحب نے اپنے مریدوں کی عقلوں پر پردہ ڈالنے کے لئے نکالی۔ ورنہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عقاید کے بارہ میں حضرت اقدس کا مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ساتھی مولویوں کو منصف مان لینا کیا معنی رکھتا تھا۔ وہ لوگ تو عقاید کے معاملہ میں آپ پر کفر کے فتوے لگا کر اپنا فیصلہ پہلے ہی دے چکے تھے اور اب وہ اپنے عقائد کے خلاف کس طرح کوئی بات کر سکتے تھے۔ لیکن تفسیر نویسی میں مقابلہ ایک بالکل دوسری صورت رکھتا تھا۔ وہ اپنے غلط عقائد پر تو جو ان کے خیال میں صحیح تھے بلا تردّد قسم کھا سکتے تھے لیکن دونوں تفسیروں میں سے جو تفسیر غالب نہ ہو اس کے غلبہ کو چھپانا اور خلاف رائے ظاہر کرنا دوسرے اہل علم کی نظر میں ان کی علمی پردہ دری کرنے والا امر تھا۔ اس لئے تفسیر کے متعلق وہ غلط رائے نہیں دے سکتے تھے۔ علاوہ ازیں پیر صاحب یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت اقدس اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں یہ عہد کر چکے ہیں کہ آئیندہ آپ علمائے زمانہ سے منقولی بحثیں نہیں کریں گے پھر آپ اپنے اس عہد کو کیسے توڑ سکتے تھے؟ پھر یہ بات کتنی معقولیت سے دور ہے جو پیر صاحب نے کی کہ بحث عقاید کے بعد مخالف مولویوں سے فیصلہ کرالو اور پھر جب وہ فیصلہ تمہارے خلاف کر دیں تو توبہ کر کے میری بیعت کرو۔ اس کے بعد تفسیر نویسی میں مقابلہ کرو۔ بھلا اس صورت میں مخالف علماء کے حضرت اقدس کے خلاف رائے ظاہر کرنے پر جب آپ اپنی تمام کتابیں جلا دیں اور بیعت کر لیں تفسیر نویسی میں مقابلہ کا کونسا موقع ہوتا؟ کیا کوئی

شخص مرید بن کر پھر اپنے پیر سے بحث کر سکتا ہے؟ پیر صاحب تو یہ سمجھتے ہوں گے کہ انہوں نے تفسیر نویسی کے مقابلہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کا ایک عمدہ بہانہ تلاش کر لیا ہے مگر اہل فہم ان کی اس تجویز پر جتنے بھی متاسّف ہوئے ہوں گے، کم ہے۔

گولڑوی صاحب کی ہوشیاری

پیر صاحب نے جب دیکھا کہ تفسیر نویسی میں مقابلہ تو ممکن نہیں اپنے مریدوں خصوصاً سرحدی مریدوں میں اپنی عزت وشہرت کو قائم رکھنا بھی ضروری ہے اس لئے لاہور میں یہ مشہور کرا دیا کہ ہم نے مرزا صاحب کی تمام شرائط منظور کر لی ہیں اور ہم تقریری بحث کرنے کیلئے حسب پروگرام لاہور آنے والے ہیں۔ حالانکہ حضرت اقدس چار سال قبل ''انجامِ آتھم'' میں تقریری بحثوں کو فضول سمجھ کر اس امر کا عہد کر چکے تھے کہ اب تقریری بحثیں نہیں کریں گے مگر پیر صاحب کو سستی شہرت درکار تھی۔ ان کے مریدوں نے لاہور کے گلی کوچوں میں پیر صاحب کی آمد آمد کا خوب ڈھنڈورا پیٹا اور حضرت اقدس اور آپ کی جماعت کے خلاف اشتعال انگیز نعرے لگائے اور لوگوں کو احمدیوں کی مخالفت پر اکسایا۔ اگر پیر صاحب اور ان کے مریدوں میں ذرا بھی خدا کا خوف ہوتا تو وہ کبھی بھی ایسا جھوٹ مشہور نہ کرتے کہ گویا حضرت اقدس نے تقریری بحث کو منظور فرما لیا ہے۔ حضرت اقدس نے تو پیر صاحب کو تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے بلایا تھا مگر اس کا ان کے مرید نام بھی نہیں لیتے تھے۔

گولڑوی صاحب کی لاہور آمد

پیر صاحب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ حضرت اقدس نے انہیں تفسیر نویسی میں مقابلہ کیلئے بلایا ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ہم نے تفسیر نویسی میں مقابلے کے ذکر کو چھوڑ کر اپنی طرف سے عقاید کی بحث منظور کر لینا حضرت اقدس کی طرف سے مشہور کر دیا ہے جو واقعہ کے سراسر خلاف

ہے اور حضرت اقدس عقاید میں بحث بوجوہ مندرجہ بالا منظور نہیں کریں گے اور بجائے تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنے کے عقائد کی بحث کے لئے جس کو آپ ترک کر چکے ہیں، لاہور میں ہرگز نہیں آئیں گے۔ اس کے باوجود انہوں نے ۲۱ اگست کو یہ اشتہار دیا اور یہ انتظار کئے بغیر کہ حضرت اقدس کی طرف سے اس کا کیا جواب دیا جاتا ہے دو تین روز بعد ہی اپنے مریدوں کی ایک بڑی جمعیت لے کر ۲۴ اگست بروز جمعہ لاہور آ پہنچے اور حضرت اقدس کو عقاید کے بارہ میں بحث کرنے کا چیلنج کرنے لگے۔ لاہور کے احمدیوں نے جب دیکھا کہ یہ لوگ غلط جھوٹا پراپیگنڈا کر کے لوگوں کو دھوکہ دے کر مشتعل کر رہے ہیں تو انہوں نے بھی ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء کو انکشاف حقیقت کیلئے ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ اگر:۔

> ''پیر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی دعوت مقابلہ اور ان کی شرائط کو منظور کر لیا ہے تو کیوں خود جناب پیر صاحب سے (ان کے مرید) صاف الفاظ میں یہ اشتہار نہیں دلواتے کہ ہمیں حضرت مرزا صاحب کے اشتہار کے مطابق بلا کمی بیشی تفسیر القرآن میں مقابلہ منظور ہے۔'' (تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۱۴۱،۱۴۲)

لاہور کے بعض احمدیوں کی طرف سے پیر صاحب کو ایک خط

جب اس اشتہار کا بھی پیر صاحب اور ان کے مریدوں نے کوئی جواب نہ دیا تو اگلے روز ۲۵ راگست ۱۹۰۰ء کو حضرت حکیم فضل الٰہی صاحب اور حضرت میاں معراج دین صاحب عمر نے پیر صاحب کو ایک خط لکھا جس کا مفہوم یہ تھا کہ آپ صاف صاف اور کھلے لفظوں میں لکھیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے ۲۰ فروری ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں جو تفسیر نویسی میں مقابلہ کرنے کیلئے چیلنج دیا ہے آپ اس مقابلہ کے لئے تیار ہیں اور ہم آپ کو ہزار بار خدا کی قسم دے کر بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ آپ اس چیلنج کے مطابق جو حضرت اقدس نے تفسیر نویسی میں مقابلہ کیلئے

آپ کو دیا ہے حُضرت اقدس کا مقابلہ کریں تا حق و باطل میں فیصلہ کی ایک کھلی کھلی راہ پیدا ہو جائے۔ اگر آپ نے اس میں پس و پیش کیا تو تفسیر نویسی کے مقابلہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر کی غیر متعلق باتوں سے کام لیا یا ہماری گذارش کا کوئی جواب ہی نہ دیا تو ظاہر ہو جائے گا کہ آپ کا منشاء ابطال باطل اور احقاق حق نہیں بلکہ آپ مخلوق کو دھوکہ دینا اور صداقت کا خون کرنا چاہتے ہیں۔

یہ خط ایک غیر احمدی دوست میاں عبدالرحیم صاحب داروغہ مارکیٹ لے کر پیر صاحب کے پاس گئے۔ ظہر کا وقت تھا۔ پیر صاحب نے فرمایا۔ عصر کے بعد جواب دیں گے۔ داروغہ صاحب عصر کے بعد گئے تو مریدوں نے پیر صاحب کو ملنے ہی نہ دیا۔ جماعت کے احباب نے ۲۶ راگست ۱۹۰۰ء کو ایک رجسٹری چٹھی پیر صاحب کی خدمت میں اسی مضمون پر مشتمل بھیجی مگر پیر صاحب نے اسے وصول ہی نہ کیا۔ اس پر جماعت کی طرف سے ۲۷ اگست ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار اس مضمون کا نکلا کہ اب تک نہ تو پیر صاحب نے حضرت اقدس کی شرائط منظور کی ہیں اور نہ کوئی تار حضرت صاحب کو دیا ہے۔ اور نہ کوئی اشتہار اپنی منظوری کا حضرت اقدس تک پہنچایا ہے۔ یہ جو کچھ مشہور کیا جا رہا ہے بالکل غلط اور جھوٹ ہے لیکن افسوس کہ پیر صاحب نے اس اشتہار کا بھی کوئی جواب نہ دیا۔ اس اثناء میں حضرت اقدس کا ۲۵ اگست ۱۹۰۰ء والا اشتہار بھی لاہور پہنچ گیا جو فوراً شائع کر دیا گیا۔ مگر اس پر بھی پیر صاحب تفسیر نویسی میں مقابلہ کیلئے تیار نہیں ہوئے اور ان کے مرید اشتعال پھیلانے اور ناواقفوں کو مغالطہ دینے کی کوششوں میں برابر مصروف رہے۔

حضرت اقدس کی آخری اتمام حجت

حضرت اقدس نے آخری اتمام حجت کے طور پر ۲۸ اگست ۱۹۰۰ء کو ایک اور اشتہار شائع فرمایا جس میں لکھا کہ اوّل تو پیر صاحب کو تفسیر نویسی کے مقابلہ میں آنا چاہئے لیکن اگر وہ ایسے مقابلہ کی جرأت نہ کر سکتے ہوں تو میں انہیں آخری اتمام حجت کے طور پر ایک اور طریق فیصلہ کی

طرف بلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ:۔

''مجھے معلوم ہوا ہے کہ لاہور کے گلی کوچے میں پیر صاحب کے مرید اور ہم مشرب شہرت دے رہے ہیں کہ پیر صاحب تو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے لاہور میں پہنچ گئے تھے مگر مرزا بھاگ گیا اور نہیں آیا۔ اس لئے پھر عام لوگوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تمام باتیں خلاف واقعہ ہیں جبکہ خود پیر صاحب بھاگ گئے ہیں اور بالمقابل تفسیر لکھنا منظور نہیں کیا اور نہ ان میں یہ مادہ اور نہ خدا کی طرف سے تائید ہے اور میں بہرحال لاہور پہنچ جاتا مگر میں نے سنا ہے کہ اکثر پشاور کے جاہل سرحدی پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور ایسا ہی لاہور کے اکثر سفلہ اور کمینہ طبع لوگ گلی کوچوں میں مستوں کی طرح گالیاں دیتے پھرتے ہیں اور نیز مخالف مولوی بڑے جوش سے وعظ کر رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے تو اس صورت میں لاہور میں جانا بغیر کسی احسن انتظام کے کس طرح مناسب ہے...... پھر بھی اگر پیر صاحب نے اپنی نیت کو درست کر لیا ہے اور سیدھے طور پر بغیر زیادہ کرنے کسی شرط کے وہ میرے مقابل میں عربی میں تفسیر لکھنے کے لئے طیار ہو گئے ہیں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں بہرحال اس مقابلے کے لئے جو محض بالمقابل عربی تفسیر لکھنے میں ہوگا، لاہور میں اپنے تئیں پہنچاؤں گا۔ صرف دو امر کا خواہشمند ہوں جن پر لاہور میں میرا پہنچنا موقوف ہے۔

ا۔ اوّل یہ کہ پیر صاحب سیدھی اور صاف عبارت میں بغیر کسی پیچ ڈالنے یا زیادہ شرط لکھنے کے اس مضمون کا اشتہار اپنے نام پر شائع کر دیں جس پر پانچ لاہور کے معزز اور مشہور ارکان کے دستخط بھی ہوں کہ میں نے قبول کر لیا ہے کہ میں بالمقابل مرزا غلام احمد قادیانی کے عربی فصیح بلیغ میں تفسیر قرآن شریف لکھوں گا...... اور چونکہ

موسم برسات ہے اس لئے ایسی تاریخ مقابلہ کی لکھنی چاہئے کہ کم از کم تین دن پہلے مجھے اطلاع ہو جائے۔

۲۔ دوسرا امر جو میرے لاہور پہنچنے کے لئے شرط ہے وہ یہ ہے کہ شہر لاہور کے تین رئیس یعنی نواب شیخ غلام محبوب سبحان صاحب اور نواب فتح علی شاہ صاحب اور سید برکت علی خاں صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ ایک تحریر بالاتفاق شائع کر دیں کہ ہم اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے مریدوں اور ہم عقیدوں کی طرف سے گالی یا کوئی وحشیانہ حرکت ظہور میں نہیں آئے گی۔ اور یاد رہے کہ لاہور میں میرے ساتھ تعلق رکھنے والے پندرہ یا بیس آدمی سے زیادہ نہیں ہیں اور میں ان کی نسبت یہ انتظام کر سکتا ہوں کہ مبلغ دو ہزار روپیہ ان تینوں رئیسوں کے پاس جمع کرا دوں گا۔ اگر میرے ان لوگوں میں سے کسی نے گالی دی یا زدوکوب کیا تو وہ تمام روپیہ میرا ضبط کر دیا جائے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ وہ اس طرح پر خاموش رہیں گے کہ جیسے کسی میں جان نہیں مگر پیر مہر علی شاہ صاحب جن کو لاہور کے بعض رئیسوں سے بہت تعلقات ہیں اور شاید پیری مریدی بھی ہے ان کو روپیہ جمع کرانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ کافی ہوگا کہ حضرات معزز رئیسان موصوفین بالا ان تمام سرحدی پر جوش لوگوں کے قول اور فعل کے ذمہ دار ہو جائیں جو پیر صاحب کے ساتھ ہیں اور نیز ان کے دوسرے لاہوری مریدوں خوش عقیدوں اور مولویوں کی گفتار کردار کی ذمہ داری اپنے سر لے لیں جو کھلے کھلے طور پر میری نسبت کہہ رہے ہیں اور لاہور میں فتوے دے رہے ہیں کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ ان چند سطروں کے بعد جو ہر سہ رئیسان مذکورین بالا اپنی ذمہ داری سے اپنے دستخطوں کے ساتھ شائع کر دیں گے اور پیر صاحب کے مذکورہ بالا اشتہار کے بعد پھر میں اگر بلا توقف لاہور میں نہ پہنچ جاؤں تو

کاذب ٹھہروں گا۔“

پیر صاحب کیلئے مباحثہ کی ایک آسان شرط

اس اشتہار کے آخر میں پیر صاحب کے مطالبہ مباحثہ کو پورا کرنے کے لئے یہ آسان تجویز لکھی کہ:۔

”اگر پیر مہر علی شاہ صاحب بالمقابل عربی تفسیر لکھنے سے عاجز ہوں جیسا کہ درحقیقت یہی سچا امر ہے تو ایک اور سہل طریق ہے جو وہ طرز مباحثہ کی نہیں جس کے ترک کے لئے میرا وعدہ ہے۔ اور طریق یہ ہے کہ اس کی ذمہ داری مذکورہ بالا کے بعد میں لاہور میں آؤں اور مجھے اجازت دی جائے کہ مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین بھی ہوں تین گھنٹے تک پبلک کو مخاطب کر کے ثبوت دیں کہ حقیقت میں قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہے کہ آسمان سے مسیح آئے گا پھر بعد اس کے لوگ ان دونوں تقریروں کا خود موازنہ اور مقابلہ کرلیں گے اور ان دونوں باتوں میں سے اگر کوئی بات پیر صاحب منظور فرماویں تو بشرط تحریری ذمہ داری رؤساء مذکورین میں لاہور میں آجاؤں گا۔“

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۷ تا ۱۴۱)

پیر صاحب کی گولڑہ واپسی

پیر صاحب کے متعلق مشہور تھا کہ جمعہ تک لاہور ٹھہریں گے اس لئے لاہور کے تعلیم یافتہ طبقہ نے اصرار کیا کہ حضرت پیر صاحب شاہی مسجد میں جمعہ پڑھائیں اور پبلک میں تقریر فرماویں۔ جب یہ مطالبہ شدت پکڑ گیا تو پیر صاحب جو اپنی قابلیت کا علم تھا انہوں نے خیر اسی میں سمجھی کہ وہ واپس چلے جائیں چنانچہ جمعہ سے ایک روز قبل چلے جانے کی وجہ سے حضرت اقدس

کا اشتہار بھی لاہور میں ان کی خدمت میں پیش نہ کیا جا سکا۔ ناچار اشتہار کی تین کاپیاں رجسٹری کروا کر انہیں گولڑہ بھجوائی گئیں اور ساتھ ہی لکھا گیا کہ وہ اس قسم کے مقابلہ میں شامل ہونے کیلئے لاہور تشریف لے آویں تو انہیں سیکنڈ کلاس کا کرایہ اور ان کے دو خادموں کیلئے انٹر کلاس کا کرایہ پیش کیا جائے گا۔ مگر انہوں نے جواب ہی نہ دیا اور جو غلط فہمی اور اشتعال پبلک میں پھیلا چکے تھے اسی پر نازاں و مسرور تھے۔

مقابلہ کی ایک نئی تجویز

جب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی تفسیر نویسی میں مقابلہ کیلئے کسی طرح بھی آمادہ نہ ہوئے تو حضرت اقدس نے ان پر حجت پوری کرنے کیلئے ایک اور تجویز ان کے سامنے پیش کی اور وہ یہ تھی کہ:۔

''آج میرے دل میں ایک تجویز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈالی گئی جس کو میں اتمام حجت کے لئے پیش کرتا ہوں اور یقین ہے کہ پیر مہر علی صاحب کی حقیقت اس سے کھل جائے گی۔ کیونکہ تمام دنیا اندھی نہیں ہے۔ انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو کچھ انصاف رکھتے ہیں اور وہ تدبیر یہ ہے کہ آج میں ان متواتر اشتہارات کا جو پیر مہر علی شاہ صاحب کی تائید میں نکل رہے ہیں۔ یہ جواب دیتا ہوں کہ اگر درحقیقت پیر مہر علی شاہ صاحب علم و معارف قرآن اور عربی کی ادب اور فصاحت اور بلاغت میں یگانہ روزگار ہیں تو یقین ہے کہ اب تک وہ طاقتیں ان میں موجود ہوں گی کیونکہ لاہور آنے پر ابھی کچھ بہت زمانہ نہیں گذرا۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ میں اسی جگہ بجائے خود سورۃ فاتحہ کی عربی فصیح میں تفسیر لکھ کر اس سے اپنے دعویٰ کو ثابت کروں اور اس کے متعلق معارف اور حقائق سورۃ ممدوحہ کے بھی بیان کروں۔ اور حضرت پیر صاحب میرے مخالف آسمان سے آنے والے مسیح اور خونی مہدی کا ثبوت اس سے ثابت

کریں اور جس طرح چاہیں سورۃ فاتحہ سے استنباط کر کے میرے مخالف عربی فصیح و بلیغ میں براہین قاطعہ اور معارف ساطعہ تحریر فرماویں۔ یہ دونوں کتابیں دسمبر ۱۹۰۰ء کی پندرہ تاریخ سے ستر دن تک چھپ کر شائع ہو جانی چاہئیں۔ تب اہل علم خود مقابلہ اور موازنہ کر لیں گے اور اگر اہل علم میں سے تین کس جو ادیب اور اہل زبان ہوں اور فریقین سے کچھ تعلق نہ رکھتے ہوں قسم کھا کر کہہ دیں کہ پیر صاحب کی کتاب کیا بلاغت اور فصاحت کی رُو سے اور کیا معارف قرآنی کی رو سے فائق ہے تو میں عہد صحیح شرعی کرتا ہوں کہ پانسو روپیہ نقد بلاتوقف پیر صاحب کی نذر کروں گا اور اس صورت میں اس کوفت کا بھی تدارک ہو جائے گا جو پیر صاحب سے تعلق رکھنے والے ہر روز بیان کر کے روتے ہیں کہ ناحق پیر صاحب کو لاہور آنے کی تکلیف دی گئی۔''

اسی اشتہار میں آگے چل کر حضور لکھتے ہیں کہ:۔

''ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسن بھیں وغیرہ کو بلا لیں۔ بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔ فریقین کی تفسیر چار جزو سے کم نہیں ہونی چاہئے اور اگر میعاد مجوزہ تک یعنی ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء تک جو ستر دن ہیں فریقن میں سے کوئی فریق تفسیر سورۃ فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گذر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔''

(از اشتہار ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء بعنوان پیر مہر علی شاہ گولڑوی مطبوعہ انوار احمدی لاہور)

اعجاز المسیح کی اشاعت

اس اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی خاص تائید سے حضرت اقدس علیہ السلام نے مدت معینہ کے اندر ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو ''اعجاز المسیح'' کے نام سے فصیح و بلیغ عربی زبان میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر شائع کردی اور اس کتاب کے سرورق پر آپ نے یہ پیشگوئی کرتے ہوئے بڑی تحدی سے فرمایا کہ یہ ایک لاجواب کتاب ہے۔ فرمایا:۔

''**فانه کتاب لیس له جواب فمن قام للجواب و تنمّر فسوف یری انه تقدم و تدمر**'' یعنی یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ کوئی شخص اس کا جواب لکھنے پر قادر نہیں ہوسکے گا۔ اور جس شخص نے بھی اس کا جواب لکھنے پر کمر باندھی اور تیاری شروع کی وہ سخت نادم اور ذلیل ہوگا۔

نیز آپ نے فرمایا:۔

''**ان ذلک الرجل الغمر ان لم یستطع ان یتولی بنفسه هذاالامر. فله ان یشرک به من العلماء الزمر. اویدعو من العرب طائفة الادباء. او یطلب من صلحاء قومه همة و دعاء لهذه اللاداء. و ما قلت هذا القول الا لیعلم الناس انهم کلهم جاهلون. و لا یستطیع احد منهم ان یکتب کمثل هذا و لا یقدرون. و لیس من الصواب ان یقال ان هذا لرجل المدعو کان عالما فی سابق الزمان . و اما فی هذا الوقت فقد انعدم علمه کثلج ینعدم بالذوبان. و نسج علیه عناکب النسیان.**''

(اعجاز المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۲،۴۳)

کہ یہ صاحب نادان شخص اگر از خود اس کام کی طاقت نہیں رکھتے تو میری طرف سے

اجازت ہے کہ اپنے ہم مشرب علماء کو ساتھ ملا لیں یا اپنی مدد کے لئے عرب سے ایک گروہ ادیبوں کا بلا لیں یا اپنی قوم کے صلحاء سے اس مہم کے سر کرنے کے لئے ہمت اور دعا بھی طلب کر لیں۔ پس یہ میں اس لئے کہہ رہا ہوں کہ لوگ جان لیں کہ یہ سب جاہل ہیں۔ان میں سے نہ ایک شخص اس کام کی طاقت رکھتا ہے نہ سب مل کر ایسا کر سکتے ہیں۔اور یہ عذر درست نہیں کہ یہ کہا جائے کہ یہ شخص یعنی پیر صاحب جن کو مقابلہ کے لئے بلایا گیا ہے گذشتہ دنوں میں تو عالم تھے مگر اب ان کا علم برف کی طرح پگھل کر کالعدم ہو گیا ہے۔اور ذھول ونسیان کی مکڑیوں نے اس پر جالے بُن دیئے ہیں۔

پھر بڑی شوکت سے آپ نے یہ اعلان فرمایا کہ:۔

"الحق و الحق اقول ان هذا كلام كانه حسام۔ و انه قطع كل نزاع و ما بقی بعد خصام و من كان يظن انه فصيح و عنده كلام كانه بدر تام. فليات بمثله و الصمت عليه حرام۔ و ان اجتمع اباء هم و ابناء هم. و اكفاء هم و علماء هم و حكماء هم و فقهاء هم۔ علی ان ياتو بمثل هذا التفسير۔ فی هذا المدى القليل الحقير۔ لا ياتون بمثله و لو كان بعضهم لبعض كالظهير۔ فانی دعوت لذالک و ان دعائی مستجاب۔ فلن تقدر علی جوابه كذا۔ لا شيوخ و لا شاب۔ و انه كنز المعارف و مدينتها۔ و ماء الحقائق و طينتها۔"

(اعجاز المسیح۔روحانی خزائن جلد۱۸صفحہ۵۶،۵۷)

کہ یہ حقیقت ہے اور میں سچ کہتا ہوں کہ یہ کلام ایک شمشیر بُرّاں ہے جس نے ہر جھگڑنے والے کو کاٹ کر رکھ دیا ہے۔لہذا اب کوئی مدمقابل باقی نہیں رہا۔پس جو یہ سمجھتا ہے کہ فصیح البیان ہے اوراس کا کلام چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہے تو اس

پر اب خاموشی حرام ہے۔ اسے چاہئے کہ اس کی مثیل لائے اور خواہ ان کے باپ، بیٹے، ہمنشیں، علماء، حکماء اور فقہاء سب مل کر بھی کوشش کریں کہ اس تھوڑی اور قلیل مدت میں اس کی مثیل لاسکیں تو وہ ایسا نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے اس کے بارہ میں دعا کی تو میری دعا کو شرف قبولت بخشا گیا۔ پس اب کوئی لکھنے والا خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا اس کا جواب لکھے پر قدرت نہیں رکھے گا۔ یہ معارف کا خزانہ ہے بلکہ ان کا شہر ہے اور یہ حقائق کے پانی اور حقائق کی مٹی سے بنائی گئی ہے۔''

اس اعجازی کلام کو پیش کرتے ہوئے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ:۔

''میں نے اس کتاب کے لئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ اسے علماء کیلئے معجزہ بنائے اور کوئی ادیب اس کی نظیر لانے پر قادر نہ ہو۔ اور ان کو لکھنے کی توفیق نہ ملے۔ اور میری یہ دعا قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بشارت دی اور کہا منعہ مانع من السماء۔ کہ آسمان سے ہم اسے روک دیں گے۔ اور میں سمجھا کہ اس میں اشارہ ہے کہ دشمن اس کی مثال لانے پر قادر نہیں ہوں گے۔''

(ترجمہ از اعجاز المسیح۔ روحانی خزائن جلد۱۸ صفحہ ۶۸)

''آج رات کو الہام ہوا **منعه مانع من السماء** ۔یعنی اس تفسیر نویسی میں کوئی تیرا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ خدا نے مخالفین سے سلب طاقت اور سلب علم کر لیا ہے۔ اگرچہ ضمیر واحد مذکر غائب ایک شخص مہر شاہ کی طرف ہے لیکن خدا نے ہمیں سمجھایا ہے کہ اس شخص کے وجود میں تمام مخالفین کا وجود شامل کر کے ایک ہی کا حکم رکھا ہے تا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور اعظم سے اعظم معجزہ ثابت ہو کہ تمام مخالفین ایک وجود یا کئی جان ایک قالب بن کر اس تفسیر کے مقابلہ میں لکھنا چاہیں تو ہر گز نہ لکھ سکیں گے''

(ملفوظات نیا ایڈیشن جلد ۱ صفحہ ۴۴۱)

چنانچہ اس عظیم الشان پیشگوئی کے مطابق نہ پیر کوٹی کو اور نہ عرب وعجم کے کسی اور ادیب فاضل کو اس کی مثل لکھنے کی جرأت ہوئی۔

مولوی محمد حسن فیضی کی جواب لکھنے کی تیاری

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۳ فروری ۱۹۰۱ء کو کتاب ''اعجاز المسیح'' شائع کر دی جو پیر صاحب کو پہنچائی گئی۔ اس کتاب میں پیر صاحب کے علاوہ علماء عرب وعجم کو عربی میں تفسیر نویسی کے لئے کھلی دعوت مقابلہ بھی تھی۔ اس دعوت مقابلہ کو قبول کرتے ہوئے ایک مولوی محمد حسن فیضی ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم مدرس مدرسہ نعمانیہ واقع شاہی مسجد لاہور نے عوام میں شائع کیا کہ وہ اس کا جواب لکھے گا۔ چنانچہ اس نے جواب کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب اعجاز المسیح اور حضرت سید محمد احسن امروہی صاحب کی کتاب ''شمس بازغہ'' بجواب شمس الہدایہ پر نوٹ لکھنے شروع کئے۔ ان نوٹوں پر ایک جگہ اس نے لعنۃ اللہ علی الکاذبین بھی لکھ دیا جس پر ابھی ایک ہفتہ بھی نہ گزرا تھا کہ خدا تعالیٰ کی خاص تقدیر کے تحت وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کی اس غیر معمولی ہلاکت نے ایک طرف تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابل پر اس کا اپنا جھوٹا ہونا ثابت کیا تو دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام **منعه مانع من السماء** کی سچائی کا عظیم الشان نشان فراہم کیا۔

مولوی محمد حسن فیضی متوفی کا ترکہ اس کے گاؤں پہنچ گیا جس میں اس کی جملہ کتب کے ساتھ کتاب ''اعجاز المسیح'' اور ''شمس بازغہ'' بھی تھیں جن پر اس نے نوٹ لکھے تھے۔

سیف چشتیائی بجواب اعجاز المسیح

پیر مہر علی گولڑوی کو اپنے مرید مولوی محمد حسن بھیں کے ان نوٹوں کا جو اس نے ''اعجاز المسیح'' کا جواب دینے کے لئے لکھے تھے علم تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے کسی مرید کے ذریعے مذکورہ

بالا دونوں کتابیں جن کے حاشیوں پر نوٹ لکھے ہوئے تھے منگوالیں اور انہیں جمع کر کے ''سیف چشتیائی'' کے نام سے ایک کتاب اردو زبان میں شائع کر دی۔ مگر مولوی محمد حسن فیضی مرحوم کا اپنی کتاب میں ذکر تک نہ کیا۔ پیر صاحب نے یہ کتاب حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری بھیجی تھی۔ حضرت اقدس اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''یہ کتاب (یعنی سیف چشتیائی۔ناقل) مجھ کو یکم جولائی ۱۹۰۲ء کو ملی ہے جس کو پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے شاید اس غرض سے بھیجا ہے کہ تا وہ اس بات سے اطلاع دیں کہ انہوں نے میری کتاب اعجاز المسیح اور نیز شمس بازغہ کا جواب لکھ دیا ہے اور اس کتاب کے پہنچنے سے پہلے ہی مجھ کو یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ اعجاز المسیح کے مقابل پر وہ ایک کتاب لکھ رہے ہیں ....لیکن افسوس کہ میرا خیال صحیح نہ نکلا۔ جب ان کی کتاب ''سیف چشتیائی'' مجھے ملی تو پہلے تو اس کتاب کو ہاتھ میں لے کر مجھے بڑی خوشی ہوئی کہ اب ہم ان کی عربی تفسیر دیکھیں گے اور بمقابل اس کے ہماری تفسیر کی قدر و منزلت لوگوں پر اور بھی کھل جائے گی۔ مگر جب کتاب کو دیکھا گیا اور اس کو اردو زبان میں لکھا ہوا پایا اور تفسیر کا نام ونشان نہ تھا۔ تب تو بے اختیار ان کی حالت پر رونا آیا۔'' (نزول المسیح۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۲۶ تا ۴۳۱)

اعجاز المسیح پر پیر صاحب کی نکتہ چینیاں

پیر صاحب بجائے اس کے کہ حضرت اقدس کے مقابل میں اپنی طرف سے فصیح و بلیغ عربی میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر لکھتے اس قسم کے اعتراضات شروع کر دیئے کہ اس کتاب میں فلاں فلاں فقرہ مقامات حریری سے سرقہ کر کے درج کیا ہے اور یہ کہ آپ کی وحی از قبل اضغاث واحلام اور حدیث النفس ہے۔ حضرت اقدس نے اپنی کتاب ''نزول المسیح'' میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان

دونوں اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ مختصر یہ کہ دوسو صفحہ کی کتاب میں اگر دو چار فقرے بطور توارد ایسے بھی نکل آئیں جو کسی دوسری کتاب میں بھی درج ہوں تو اس میں کیا قباحت لازم آ گئی۔ جو شخص ہزارہا صفحات پر مشتمل فصیح و بلیغ عربی لکھ سکتا ہے اسے کیا ضرورت پیش آئی ہے کہ وہ دو چار فقرے کسی دوسری کتاب سے نقل کرے۔ یہ تو ایک قسم کا توارد ہے جو بلغاء کی کتابوں میں اکثر پایا جاتا ہے۔ آپ نے اس قسم کے توارد کی کئی ایک مثالیں بھی پیش فرمائیں۔

دوسرے اعتراض کے جواب میں آپ نے ''خدا کے کلام'' اور حدیث النفس یا شیطانی القاء کے مابہ الامتیاز کے طور پر ایک نہایت ہی لطیف مضمون کئی صفحات پر مشتمل درج فرمایا ہے جو پڑھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ علمی ذوق رکھنے والے احباب اس لطیف مضمون کا نزول المسیح صفحہ ۵۸ سے مطالعہ فرما سکتے ہیں۔

پیر صاحب کا تصنیفی سرقہ

حضرت اقدس پر تو پیر صاحب نے دوسو صفحات کی کتاب میں سے دو چار فقرے لیکر سرقہ کا الزام لگایا تھا جس کا حضرت اقدس نے اپنی کتاب ''نزول المسیح'' میں نہایت کافی وشافی جواب دیا تھا۔ لیکن پیر صاحب کے متعلق یہ ثابت ہو گیا کہ انہوں نے ساری کتاب سرقہ کر کے اپنی طرف منسوب کر لی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت اقدس ''نزول المسیح'' میں پیر صاحب کی کتاب ''سیف چشتیائی'' کا جواب لکھنے میں مصروف تھے کہ اچانک ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء کو موضع بھیں ضلع جہلم سے ایک شخص میاں شہاب الدین نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ میں پیر مہر علی شاہ کی کتاب دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں اتفاقاً ایک آدمی مجھ کو ملا جس کے پاس کچھ کتابیں تھیں اور وہ مولوی محمد حسن کے گھر کا پتہ پوچھتا تھا اور استفسار پر اس نے بیان کیا کہ محمد حسن کی کتابیں پیر صاحب نے منگوائی تھیں اور اب واپس دینے آیا ہوں۔ میں نے وہ کتابیں دیکھیں تو ایک ان

میں اعجاز المسیح تھی اور دوسری شمس بازغہ جن پر محمد حسن متوفی کے نوٹ لکھے ہوئے تھے اور اتفاقاً اس وقت کتاب سیف چشتیائی بھی میرے پاس موجود تھی۔ جب میں نے ان کے نوٹس کا اس کتاب سے مقابلہ کیا تو جو کچھ محمد حسن نے لکھا تھا بغیر کسی تصرف کے پیر مہر علی شاہ کی کتاب وہی مسروقہ نوٹ ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ پس مجھ کو اس سرقہ اور خیانت سے سخت حیرت ہوئی کہ کس طرح اس نے ان تمام نوٹوں کو اپنی طرف منسوب کر دیا۔ یہ ایسی کارروائی تھی کہ اگر مہر علی شاہ کو کچھ شرم ہوتی تو اس قسم کے سرقہ کا راز کھلنے سے مر جاتا نہ کہ شوخی اور ترک حیا سے اب تک دوسرے شخص کی تالیف کو جس سے اس کی جان گئی اپنی طرف منسوب کرتا اور بدقسمت مردہ کی تحریر کی طرف ایک ذرہ بھی اشارہ نہ کرتا۔ (ملخص از نزول المسیح صفحہ ۴۲۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۴۵)

اس کے بعد حضرت اقدس نے میاں شہاب الدین کے دو خط نقل فرمائے ہیں جن میں سے ایک تو حضرت اقدس کے اور دوسرا حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے نام ہے۔ ان دونوں خطوط میں اس نے وہ تمام باتیں لکھی ہیں جن کا اوپر حضرت اقدس نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت اقدس اور حضرت مولوی عبدالکریم صاحب دونوں نے میاں شہاب الدین کو لکھا کہ وہ دونوں کتابیں یعنی اعجاز المسیح اور شمس بازغہ جن پر مولوی محمد حسن فیضی متوفی کے دستخطی نوٹ موجود ہیں خرید کر ساتھ لے آؤ۔ اس کے جواب میں میاں شہاب الدین نے لکھا کہ:۔

''آپ کا حکم منظور لیکن محمد حسن کا والد کتابیں نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میرے روبرو بے شک دیکھ لو مگر مہلت کے واسطے نہیں دیتا۔ خاکسار معذور ہے۔ کیا کرے۔ دوسری مجھ سے ایک غلطی ہوگئی کہ ایک خط گولڑوی کو لکھا کہ تم نے خاک لکھا کہ جو کچھ محمد حسن کے نوٹ تھے وہی درج کر دیئے اس واسطے گولڑوی نے محمد حسن کے والد کو لکھا ہے کہ ان کو کتابیں مت دکھاؤ۔ کیونکہ یہ شخص ہمارا مخالف ہے۔ اب مشکل بنی کہ محمد حسن کا والد گولڑوی کا مرید ہے اور اس کے کہنے پر چلتا ہے۔ مجھ کو نہایت افسوس

ہے کہ میں نے گولڑوی کو کیوں لکھا جس کے سبب سے سب میرے دشمن بن گئے۔

براہ عنایت خاکسار کو معاف فرماویں کیونکہ میرا خالی آنا مفت کا خرچ ہے اور کتابیں وہ نہیں دیتے۔ فقط خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں تحصیل چکوال۔

(خط بنام حضرت اقدس مندرجہ نزول المسیح صفحہ ۷۳، ۷۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۵۱، ۴۵۲)

جو خط حضرت مولوی عبدالکریم نے میاں شہاب الدین کو لکھا وہ خط اس نے مولوی کرم دین صاحب کو دکھایا۔ مولوی کرم دین سکنہ بھیں جو کہ بعد میں حضرت اقدس کے شدید مخالف ہو گئے اس وقت حضرت اقدس پر حسن ظن رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے بھی حضرت اقدس کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ اپنے عقیدت مندانہ جذبات کا اظہار کرنے کے بعد لکھا کہ:۔

''کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالبعلم کے ذریعہ سے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ جناب مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے ملا جس میں پیر صاحب گولڑوی کی سیف چشتیائی کی نسبت ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین کو خاکسار نے ہی اس امر کی اطلاع دی تھی کہ پیر صاحب کی کتاب میں اکثر حصہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے ان نوٹوں کا ہے جو مرحوم نے کتاب ''اعجاز المسیح'' اور ''شمس بازغہ'' کے حواشی پر اپنے خیالات لکھے تھے۔ وہ دونوں کتابیں پیر صاحب نے مجھ سے منگوائی تھیں اور اب واپس آ گئی ہیں۔ مقابلہ کرنے سے نوٹ باصلہ درج کتاب پائے گئے ہیں۔ یہ ایک نہایت سارقانہ کارروائی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھ کر اپنی طرف منسوب کر لئے اور اس کا نام تک نہ لیا۔ اور طرفہ یہ کہ بعض وہ عیوب جو آپ کی کلام کی نسبت وہ پکڑتے ہیں پیر صاحب کی کتاب میں خود اس کی نظیریں موجود ہیں۔ وہ دونوں کتابیں چونکہ مولوی محمد حسن صاحب کے باپ کی تحویل میں ہیں اس واسطے جناب کی خدمت میں وہ کتابیں بھیجنا مشکل ہے کیونکہ ان کا خیال

آپ کے خلاف ہے اور وہ کبھی بھی اس امر کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہاں یہ ہو سکے گا کہ ان نوٹوں کو بجنسہٖ نقل کر کے آپ کے پاس روانہ کیا جاوے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خاص آدمی جناب کی جماعت سے یہاں آ کر خود دیکھ جاوے لیکن جلدی آنے پر دیکھا جا سکے گا۔ پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے باصلہا جناب کے ملاحظہ کیلئے روانہ کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے لیکن ان سب باتوں کو میری طرف سے ظاہر فرمایا جانا خلاف مصلحت ہے۔ ہاں اگر میاں شہاب الدین کا نام ظاہر بھی کر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پیر صاحب کی جماعت مجھ پر سخت ناراض ہو۔ آپ دعا فرماویں کہ آپ کی نسبت میرا اعتقاد بالکل صاف ہو جاوے اور مجھے سمجھ آ جاوے کہ واقعی آپ ملہم اور مامور من اللہ ہیں۔

(خط مولوی کرم الدین صاحب بنام حضرت اقدس مندرجہ نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۵۴، ۴۵۵)

حضرت حکیم فضل دین صاحب بھیروی کے بھی مولوی کرم دین صاحب سکنہ بھیں کے ساتھ تعلقات تھے۔ انہوں نے بھی ایک خط مولوی کرم دین صاحب کو لکھا جس میں کتابوں کے حاصل کرنے کی از حد تاکید کی گئی تھی۔ اب اتفاق ایسا ہوا کہ مولوی محمد حسن فیضی متوفی کا لڑکا جو کسی جگہ پر ملازم تھا ایک ماہ کی رخصت لے کر گھر آیا۔ مولوی کرم الدین نے اسے چھ روپے دے کر حضرت اقدس کی کتاب ''اعجاز المسیح'' حاصل کر لی جس کے حاشیہ پر مولوی محمد حسن نے اپنے ہاتھ سے نوٹ لکھے تھے۔ اس ساری سرگزشت کا ذکر کرتے ہوئے مولوی کرم الدین صاحب لکھتے ہیں:۔

"مکرم معظم بندہ جناب حکیم صاحب مدظلہ العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ۳۱ جولائی کولڑکا گھر پہنچ گیا۔اس وقت سے کار معلومہ کی نسبت اس سے کوشش شروع کی گئی۔ پہلے تو کتابیں دینے سے اس نے سخت انکار کیا اور کہا کہ کتابیں جعفرزٹلی کی ہیں اور وہ مولوی محمد حسن مرحوم کا خط شناخت کرتا ہے اور اس نے بتاکید مجھے کہا ہے کہ فوراً کتابیں لاہور زٹلی کے پاس پہنچا دوں۔لیکن بہت سی حکمت عملیوں اور طمع دینے کے بعد اس کو تسلیم کرایا گیا۔مبلغ چھ روپیہ معاوضہ پر آخر راضی ہوا اور کتاب اعجاز المسیح کے نوٹوں کی نقل دوسرے نسخہ پر کر کے اصل کتاب جس پر مولوی مرحوم کی اپنی قلم کے نوٹ ہیں بدست حامل عریضہ ابلاغ خدمت ہے۔کتاب وصول کر کے اس کی رسید حامل عریضہ کو مرحمت فرماویں اور نیز اگر موجود ہوں تو چھ روپے بھی حامل کو دیدیجئے گا تاکہ لڑکے کو دے دیئے جاویں اور تاکہ دوسری کتاب شمس بازغہ کے حاصل کرنے میں دقت نہ ہو۔کتاب شمس بازغہ کا جس وقت بے جلد نسخہ آپ روانہ فرمائیں گے فوراً اصل نسخہ جس پر نوٹ ہیں اسی طرح روانہ خدمت ہوگا۔آپ بالکل تسلی فرماویں۔انشاءاللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہ ہوگی۔

......امید ہے کہ میری یہ ناچیز خدمت حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت قبول فرما کر میرے لئے دعائے خیر فرمائیں گے۔لیکن میرا التماس ہے کہ میرا نام بالفعل ہرگز ظاہر نہ کیا جاوے۔"

(نقل خط مولوی کرم الدین صاحب بنام حضرت اقدس مندرجہ نزول المسیح

روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۵۶، ۴۵۷)

بعد میں چھ روپے دے کر حضرت حکیم فضل دین صاحب نے دوسری کتاب بھی حاصل کر لی اور جب یہ سارا مواد حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچا تو چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم الشان نشان

اس سے ظاہر ہونا تھا یعنی پیر مہر علی شاہ کی علمی پردہ دری ہونی تھی اس لئے حضور نے اسے شائع فرما دیا اور اس بات کی ہرگز پروانہ کی کہ کرم الدین کی پیر صاحب کے مرید مخالفت کریں گے۔ چنانچہ حضور لکھتے ہیں۔

''مولوی کرم دین صاحب کو سہواً اس طرف خیال نہیں آیا کہ شہادت کا پوشیدہ کرنا سخت گناہ ہے جس کی نسبت **آثم قلبہ** کا قرآن شریف میں وعید موجود ہے۔ لہٰذا تقویٰ یہی ہے کہ کسی لومۃ لائم کی پروانہ کریں اور شہادت جو اپنے پاس ہو ادا کریں۔ سو ہم اس بات سے معذور ہیں جو جرم اخفا کے مدد و معاون بنیں اور مولوی کرم دین صاحب کا یہ اخفا خدا کے حکم سے نہیں ہے صرف دلی کمزوری ہے۔ خدا ان کو قوت دے۔'' (نزول المسیح صفحہ ۷۶، ۷۷۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۵۵)

جب یہ ساری کاروائی منصۂ شہود پر آ گئی تو اس سے پیر صاحب کی شہرت علمی و عملی کا پردہ بالکل چاک ہو گیا اور انہوں نے مولوی کرم دین صاحب کی اپنے مریدوں کے ذریعہ مخالفت شروع کر دی۔ مولوی کرم دین صاحب جو ایک کمزور طبیعت کے آدمی تھے انہوں نے خیر اسی میں سمجھی کہ اپنے خطوط کا ہی انکار کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے ''سراج الاخبار'' جہلم مورخہ ۴؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء اور ۱۳؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء میں یہ شائع کروایا کہ یہ خطوط جعلی اور بناوٹی ہیں۔ چنانچہ یہ خطوط بڑی لمبی مقدمہ بازی کا موجب ہوئے جن کا ذکر حیات طیبہ مولفہ حضرت شیخ عبد القادر صاحب مرحوم سابق سوداگرمل صفحہ ۲۴۸ تا ۲۵۵ میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور پیر مہر علی گولڑوی صاحب کے مابین معرکہ حق و باطل اس طرح اختتام کو پہنچا کہ ہر مکر جو پیر صاحب نے حضرت مسیح موعود کے خلاف استعمال کیا خدا تعالیٰ نے انہیں پر الٹا دیا اور ان کے ہر فریب کے پردے چاک کر دیئے۔ ہر ہتھیار جس سے پیر صاحب نے حملے کی کوشش کی خود انہیں کو گھائل کر گیا۔ خصوصاً سیف چشتیائی کا خود اپنے ہی

مصنف کواس تیز دھار سے ہلاک کر دینا عظیم معجزے کی حیثیت رکھتا ہے۔اس واقعہ کے بعد حضرت اقدس نے دوبارہ پیر مہر علی شاہ اور دیگر تمام علماء کومخاطب کرتے ہوئے ان کی غیرت کو ان الفاظ میں للکارا۔

''عالم علم سے پہچانا جاتا ہے۔ ہمارے مخالفین میں دراصل کوئی عالم نہیں ہے۔ایک بھی نہیں ہے ورنہ کیوں مقابلہ میں عربی فصیح بلیغ تفسیر لکھ کر اپنا عالم ہونا ثابت نہیں کرتے۔ایک آنکھوں والے کو اگر الزام دیا جائے کہ تو نابینا ہے تو وہ غصہ کرتا ہے۔ غیرت کھاتا ہے اور صبر نہیں کرتا جب تک اپنے بینا ہونے کا ثبوت نہ دے۔ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنا عالم ہونا اپنا علم دکھا کر ثابت کریں۔'' (ملفوظات نیا ایڈیشن جلد اصفحہ ۴۴۰)

مگر کسی کو بھی اس میدان میں اترنے کی توفیق نہ مل سکی۔

باب چہارم

کسوف وخسوف

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَ خَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (القیامہ : ۸ تا ۱۰)

ترجمہ:۔سو جب نظر پتھرا جائے گی۔اور چاند کو خسوف لگے گا اورسورج اور چاند دونوں کو جمع کر دیا جائے گا۔

﴿کسوف وخسوف﴾

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کے نشانات میں سے منجملہ اور نشانوں کے ایک یہ نشان بھی تھا کہ رمضان شریف کے مہینے میں چاند اور سورج گرہن ہوگا۔ یہ گرہن اپنی ذات میں کوئی خصوصیت نہیں رکھتا تھا کیونکہ گرہن ہمیشہ سے ہی لگتے آئے ہیں لیکن اس گرہن کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ اس کے متعلق پہلے سے معین تاریخیں بتا دی گئی تھیں کہ رمضان کے مہینہ میں فلاں تاریخوں میں چاند اور سورج گرہن لگے گا اور یہ کہ اس وقت ایک شخص مہدویت کا مدعی موجود ہوگا جو خدا کی طرف سے ہوگا۔ چنانچہ ان سب شرائط کے اکٹھا ہو جانے سے یہ گرہن ایک خاص نشان قرار دیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ حدیث جس میں یہ پیشگوئی درج تھی اس کے الفاظ یہ ہیں۔

ان لمهدینا ایتین لم تکونا منذ خلق السموت والارض ینکسف القمر لاول لیلة من رمضان و تنکسف الشمس فی النصف منه.

(دارقطنی جلد دوم کتاب العیدین باب صفة الصلوة الخوف)

یعنی ہمارے مہدی کیلئے دو نشانات ظاہر ہوں گے۔ اور جب سے کہ زمین و آسمان بنے ہیں ایسے نشانات اور کسی مدعی کیلئے ظاہر نہیں ہوئے اور وہ نشانات یہ ہیں کہ چاند پر گرہن پڑنے کی تاریخوں میں سے پہلی تاریخ یعنی تیرہ کو اور سورج پر گرہن پڑنے کے دنوں میں سے بیچ کے دن یعنی اٹھائیس کو گرہن لگے گا۔

گویا اس نشان کیلئے اس حدیث میں درج ذیل علامات ضروری قرار دی گئیں ہیں۔

اول۔ ایک مدعی مہدویت پہلے سے موجود ہو۔

دوم۔ رمضان کا مہینہ ہو۔

سوم۔ اس مہینہ کی تیرھویں تاریخ کو چاند گرہن لگے گا۔

چہارم۔ اسی مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو سورج کو گرہن لگے گا۔

پنجم۔ مدعی مہدویت کا سورج اور چاند گرہن کے نشانات کو اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرنا۔

یہ ساری باتیں ایسی ہیں جن کا یکجائی وقوع پذیر ہونا سوائے اللہ تعالیٰ کے خاص تصرف کے ہرگز ممکن نہیں۔ ان تمام شرائط کے ساتھ یہ نشان ایک عظیم الشان نشان قرار پاتا ہے۔ چنانچہ عجیب بات ہے کہ ۱۸۹۴ء کے رمضان میں عین انہی شرائط کے ساتھ چانداور سورج کو گرہن لگا۔ یہ نشان نہ صرف ایک دفعہ بلکہ دو مرتبہ ظہور پذیر ہوا۔ چنانچہ پہلی دفعہ ۱۸۹۴ء میں زمین کے مشرقی کرّہ یعنی یوروپ و ایشیا اور افریقہ میں وقوع پذیر ہوا اور دوسری مرتبہ ۱۸۹۵ء میں زمین کے مغربی کرّہ یعنی امریکہ میں وقوع پذیر ہوا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ساری دنیا میں گرہن لگا کر اس بات کی گواہی دے دی کہ یہ امام ہماری طرف سے ہے۔ دوسرے یہ ظاہر کر دیا کہ اس کی دعوت بھی اس نبی متبوع و مطاع یعنی آنحضرت ﷺ کی طرح سارے جہان کیلئے ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اس نشان کو اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش کیا اور بڑی تحدی کے ساتھ اس دعویٰ کو پیش کیا کہ ان تمام شرائط کے ساتھ یہ نشان اس سے پہلے کبھی ظاہر نہیں ہوا اور آپ نے اپنے مخالفوں کو چیلنج دیا کہ اگر ایسا نشان پہلے کبھی گزرا ہے تو اس کی نظیر پیش کرو۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

”کیا تم ڈرتے نہیں کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو جھٹلایا حالانکہ اس کا صدق چاشت کے آفتاب کی طرح ظاہر ہو گیا۔ کیا تم اس کی نظیر پہلے زمانوں میں سے کسی زمانہ میں پیش کر سکتے ہو۔ کیا تم کسی کتاب میں پڑھتے ہو کہ کسی شخص نے دعویٰ کیا کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوں اور پھر اس کے زمانہ میں رمضان میں

چاند اور سورج کا گرہن ہوا جیسا کہ اب تم نے دیکھا۔ پس اگر پہچانتے ہو تو بیان کرو اور تمہیں ہزار روپیہ انعام ملے گا اگر ایسا کر دکھاؤ۔ پس ثابت کرو اور یہ انعام لے لو۔ اور میں خدا تعالیٰ کو اپنے اس عہد پر گواہ ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو اور خدا سب گواہوں سے بہتر ہے۔ اور اگر تم ثابت نہ کرسکو اور تم ہرگز ثابت نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جو مفسدوں کیلئے تیار کی گئی ہے''۔

(ترجمہ عربی عبارت از نور الحق حصہ دوم روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۲۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سلسلہ میں نور الحق حصہ دوم میں مزید فرمایا کہ۔

''اے نادانو اور سفیہو۔ یہ حدیث خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے جو خیر المرسلین ہیں اور یہ حدیث دار قطنی میں لکھی ہے جس کی تالیف پر ہزار برس سے زیادہ گزرا۔ پس پوچھ لو ان سے۔ اور اگر شک ہو تو ہمارے لئے کوئی ایسی کتاب یا اخبار نکالو جس میں تمہارا دعویٰ صاف دلیل کے ساتھ پایا جاوے۔ اور کوئی ایسا قائل پیش کرو کہ اس قسم کا خسوف و کسوف اس نے دیکھا ہو اگر تم سچے ہو۔ اور تمہیں ہرگز مقدرت نہیں ہوگی کہ اس کی نظیر پیش کرسکو۔ پس تم جھوٹوں کی پیروی مت کرو۔''

(ترجمہ عربی عبارت از نور الحق حصہ دوم روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۵۳)

پھر فرماتے ہیں:۔

''دوسرا نشان مہدی موعود کا یہ ہے کہ اس کے وقت میں ماہ رمضان میں خسوف کسوف ہوگا اور پہلے سے جیسا کہ منطوق حدیث صاف بتلا رہا ہے کبھی کسی رسول یا نبی یا محدّث کے وقت میں خسوف کسوف کا اجتماع رمضان میں نہیں ہوا۔ اور جب سے کہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ کسی مدعی رسالت یا نبوت یا محدثیت کے وقت میں کبھی چاند گرہن اور سورج گرہن اکٹھے نہیں ہوئے۔ اور اگر کوئی کہے کہ اکٹھے ہوئے ہیں تو بار ثبوت

اس کے ذمہ ہے۔‘‘ (انوارالاسلام۔روحانی خزائن جلد۹صفحہ ۴۸)

اس کتاب میں آگے چل کر پھر فرمایا کہ:۔

’’اور اگر پہلے بھی کسی ایسے شخص کے وقت میں جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرتا ہو چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں اکٹھے ہو گئے ہوں تو اس کی نظیر پیش کریں۔‘‘

(انوارالاسلام۔روحانی خزائن جلد۹صفحہ ۵۰)

پھر فرماتے ہیں۔

’’اور منجملہ نشانوں کے ایک نشان خسوف وکسوف رمضان میں ہے۔ کیونکہ دار قطنی میں صاف لکھا ہے کہ مہدی موعود کی تصدیق کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ایک نشان ہوگا کہ رمضان میں چانداور سورج کو گرہن لگے گا۔ چنانچہ وہ گرہن لگ گیا۔ اور کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ مجھ سے پہلے کوئی اور بھی ایسا مدعی گذرا ہے جس کے دعویٰ کے وقت میں رمضان میں چانداور سورج کا گرہن ہوا ہو۔ سو یہ ایک بڑا بھاری نشان ہے جو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ظاہر کیا۔

پس ان مولویوں کو چاہیئے تھا۔ کہ اگر اس پیشگوئی کی صحت میں شک تھا تو ایسی کوئی نظیر سابق زمانہ میں سے بحوالہ کسی کتاب کے پیش کرتے۔ جس میں لکھا ہوتا کہ پہلے ایسا دعویٰ ہو چکا ہے۔ اور اس کے وقت میں ایسا خسوف کسوف بھی ہو چکا ہے

سو پیشگوئی کا بھی مفہوم یہی ہے کہ یہ نشان کسی دوسرے مدعی کو نہیں دیا گیا خواہ صادق ہو یا کاذب۔ صرف مہدی موعود کو دیا گیا ہے۔ اگر یہ ظالم مولوی اس قسم کا خسوف کسوف کسی اور مدعی کے زمانہ میں پیش کرسکتے ہیں تو پیش کریں۔ اس سے بیشک میں جھوٹا ہو جاؤں گا۔ ورنہ میری عداوت کے لئے اس قدر عظیم

الشان معجزہ سے انکار نہ کریں۔‘‘ (انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد۱۱صفحہ ۲۹۳ تا ۳۳۱)

’’پس حدیث میں یہ علامت بیان کی گئی ہے کہ جب وہ سچّا مہدی دعویٰ کریگا تو اُس زمانہ میں قمر رمضان کے مہینہ میں اپنے خسوف کی پہلی رات میں منخسف ہوگا اور ایسا واقعہ پہلے کبھی پیش نہ آیا ہوگا اَور کسی جھوٹے مہدی کے وقت رمضان کے مہینہ میں اور ان تاریخوں میں کبھی خسوف کسوف نہیں ہوا۔ اور اگر ہوا ہے تو اس کو پیش کرو۔ ورنہ جبکہ یہ صورت اپنی ہیئت مجموعی کے لحاظ سے خود خارق عادت ہے تو کیا حاجت کہ سنّت اللہ کے برخلاف کوئی اور معنے کئے جائیں۔ غرض تو ایک علامت کا بتلانا تھا سو وہ متحقّق ہوگئی۔ اگر متحقّق نہیں تو اِس واقعہ کی صفحۂ تاریخ میں کوئی نظیر تو پیش کرو۔ اور یاد رہے کہ ہرگز پیش نہ کرسکو گے۔‘‘

(ضمیمہ نزول المسیح۔روحانی خزائن جلد۱۹صفحہ ۱۴۱،۱۴۲)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جہاں دارقطنی کی حدیث میں بیان کردہ کسوف وخسوف کی کسی مدعی کے زمانہ میں مثال لانے کے متعدد چیلنج دیئے وہاں یہ چیلنج بھی دیا کہ:۔

’’اگر اس پیشگوئی کی عظمت کا انکار ہے تو دنیا کی تاریخ میں سے اس کی نظیر پیش کرو اور جب تک نظیر نہ مل سکے تب تک یہ پیشگوئی ان تمام پیشگوئیوں سے اول درجہ پر ہے جن کی نسبت آیت فَلَا یُظْھِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا کا مضمون صادق آسکتا ہے کیونکہ اِس میں بیان کیا گیا ہے کہ آدم سے آخیر تک اس کی نظیر نہیں۔............اور اگر آپ لوگوں کے نزدیک ایسی پیشگوئی پر کوئی دوسرا بھی قادر ہوسکتا ہے تو پھر آپ اسکی نظیر پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ کسی مفتری یا رسول کے سوا کسی اور نے کبھی یہ پیشگوئی کی ہو کہ ایک زمانہ آتا ہے جس میں فلاں مہینے میں چاند اور سورج کا خسوف کسوف ہوگا اور فلاں فلاں تاریخوں میں ہوگا اور یہ نشان کسی مامور من اللہ کی تصدیق کے لئے

ہوگا جسکی تکذیب کی گئی ہوگی۔ اور اس صورت کا نشان اوّل سے آخر تک کبھی دنیا میں ظاہر نہیں ہوا ہوگا۔ اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ آپ ہرگز اس کی نظیر پیش نہیں کر سکیں گے۔'' (تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۳۶، ۱۳۷)

مخالفین کا ردعمل

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ۱۸۹۴ء میں ظاہر ہونے والے خسوف وکسوف کے نشان کو اپنی صداقت کا نشان قرار دیا تو اس کے ردعمل کے طور پر جو اعتراضات کئے گئے ان میں سے ایک اعتراض یہ تھا کہ یہ حدیث ضعیف ہے جس پر حضرت بانی سلسلہ نے یہ چیلنج دیا کہ:

''اب تک کسی عالم نے اِس حدیث کو زیر بحث لا کر اس کو موضوع قرار نہیں دیا۔ نہ یہ کہا کہ اِس کے ثبوت کی تائید میں کسی دوسرے طریق سے مدد نہیں ملی بلکہ اس وقت سے جو یہ کتاب ممالک اسلامیہ میں شائع ہوئی تمام علماء وفضلاء متقدمین ومتاخرین میں سے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے بھلا اگر کسی نے اکابر محدثین میں سے اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا ہے تو اُن میں سے کسی محدّث کا فعل یا قول پیش تو کرو جس میں لکھا ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ اور اگر کسی جلیل الشان محدّث کی کتاب سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کرسکو تو ہم فی الفور ایک سَوْ روپیہ بطور انعام تمہاری نذر کرینگے جس جگہ چاہو امانتاً پہلے جمع کرالو۔''

(تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۷ صفحہ نمبر ۱۳۳ تا ۱۳۴)

ایک اور اعتراض یہ کیا گیا کہ ۱۸۹۴ء میں لگنے والا کسوف وخسوف دارقطنی والی حدیث کے مطابق نہیں کیونکہ اس حدیث کے مطابق رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہن لگنا چاہئے تھا جبکہ یہ گرہن رمضان کی ۱۳/ تاریخ کو ظاہر ہوا۔ اس اعتراض کے جواب میں حضور نے یہ چیلنج دیا کہ:۔

''اور بعض متاخرین نے ذکر کیا ہے کہ چاند گرہن رمضان کی تیرہ تاریخ میں رات کو ہو

گا اور ۲۷ رمضان کو سورج گرہن ہوگا اور باوجود اس کے یہ ایک ایسا بیان ہے کہ اس میں دار قطنی کے بیان میں سوچنے والوں کی نگاہ میں کچھ زیادہ فرق نہیں کیونکہ دار قطنی کی عبارت ایک صریح بیان اور قرینہ واضحہ صیحہ کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ چاند گرہن رمضان کی پہلی تاریخ میں ہرگز نہیں ہوگا اور کوئی صورت نہیں کہ پہلی رات واقع ہو کیونکہ اس عبارت میں قمر کا لفظ موجود ہے اور اس نیر پر تین رات تک قمر کا لفظ بولا نہیں جاتا بلکہ تین رات کے بعد اخیر مہینہ تک قمر بولا جاتا ہے اور قمر اس واسطے نام رکھا گیا کہ وہ خوب سفید ہوتا ہے اور تین رات سے پہلے ضرور ہلال کہلاتا ہے اور اس میں کسی کو کلام نہیں اور یہ وہ امر ہے جس پر تمام اہل عرب کا اس زمانہ تک اتفاق ہے اور کوئی اہل زبان میں سے اس کا مخالف نہیں اور نہ انکاری............اور اگر تجھے شک ہو تو قاموس اور تاج العروس اور صحاح اور ایک بڑی کتاب مسمّٰی لسان العرب اور ایسا ہی تمام کتب لغت اور ادب اور شاعروں کے شعر اور قدماء کے قصیدے غور سے دیکھ اور ہم ہزار روپیہ انعام تجھ کو دیں گے اگر تو اس کے برخلاف ثابت کر سکے۔'' (ترجمہ از عربی عبارت۔ نور الحق حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۱۹۷ تا ۱۹۹)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جب یہ چیلنج دیا کہ کسی ایسے مدعی کی نظیر پیش کی جائے جس کی صداقت کے اظہار کے لئے ایسا کسوف وخسوف وقوع پذیر ہوا ہو تو اس کے جواب میں بعض مخالفین نے بعض ایسے مدعیان کے نام پیش کئے ہیں جن کے دعویٰ کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں حدیث میں بیان فرمودہ تاریخوں کے مطابق کسوف وخسوف ظہور پذیر ہوا۔ مگر محض ایسے مدعیان پیش کر دینے سے کیا بنتا ہے جب تک ان میں سے کسی ایسے مدعی کا دعویٰ اس کی اپنی کتاب سے پیش نہ کیا جائے اور نیز یہ ثابت نہ کیا جائے کہ اس نے کسوف وخسوف کے نشان کو اپنے دعویٰ کی صداقت کیلئے پیش بھی کیا تھا جیسا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اپنی کتاب

چشمہ معرفت میں تحریر فرماتے ہیں۔

''پس جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ پہلے بھی کئی دفعہ خسوف کسوف ہو چکا ہے اس کے ذمہ یہ ثبوت ہے کہ وہ ایسے مدعی مہدویت کا پتہ دے جس نے اس کسوف و خسوف کو اپنے لئے نشان ٹھہرایا ہو اور یہ ثبوت یقینی اور قطعی ہونا چاہئے اور یہ صرف اس صورت میں ہوگا کہ ایسے مدعی کی کوئی کتاب پیش کی جائے جس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور نیز یہ لکھا ہو کہ خسوف کسوف جو رمضان میں دارقطنی کی مقررہ تاریخوں کے موافق ہوا ہے وہ میری سچائی کا نشان ہے۔ غرض صرف خسوف کسوف خواہ ہزاروں مرتبہ ہوا ہو اس سے بحث نہیں۔ نشان کے طور پر ایک مدعی کے وقت صرف ایک دفعہ ہوا ہے اور حدیث نے ایک مدعی مہدویت کے وقت میں اپنے مضمون کا وقوع ظاہر کر کے اپنی صحت اور سچائی کو ثابت کر دیا۔''

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۳۰،۳۲۹ ح)

مگر آج تک ایسی نظیر کسی مخالف کو پیش کرنے کی توفیق نہ مل سکی۔ پس یہ نشان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

باب پنجم

افترٰی علی اللہ

لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ . لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ . ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنِ. فَمَا مِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ. (الحاقۃ : ۴۵ تا ۴۸)

ترجمہ:۔اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگ جان کاٹ دیتے اور اس صورت میں تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو اسے درمیان میں حائل ہو کر خدا کی پکڑ سے بچا سکتا۔

افترا ی علی اللہ کے متعلق چیلنج

قرآن کریم اور تقریباً تمام گزشتہ آسمانی کتب سے یہ امر ثابت ہے کہ جو شخص جھوٹی نبوت کا دعویٰ کر کے خدا تعالیٰ کی طرف جھوٹی وحی اور الہام منسوب کرے وہ کبھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا بلکہ جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ استثناء میں لکھا ہے۔

''جو نبی ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے حکم نہیں دیا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے گا۔'' (استثناء۔۱۸/۲۰)

مفتری کی ہلاکت کے متعلق یرمیاہ باب۱۴ آیت ۱۵ میں لکھا ہے۔

''خداوند یوں کہتا ہے ان نبیوں کی بابت جو میرا نام لے کے نبوت کرتے ہیں جنہیں میں نے نہیں بھیجا اور جو کہتے ہیں کہ تلوار اور کال اس سرزمین پر نہ ہوگا۔ نہ نبی تلوار اور کال سے ہلاک کئے جائیں گے۔'' (یرمیاہ ۱۴/۱۵)

جھوٹے نبیوں اور ان کے انجام کے متعلق حزقیل نبی نے کہا:۔

''خداوند یہوداہ کہتا ہے کہ میں تمہارا مخالف ہوں اور میرا ہاتھ ان نبیوں پر جو دھوکا دیتے ہیں اور جھوٹی غیبت دانی کرتے ہیں چلے گا۔ وہ میرے لوگوں کے مجمع میں داخل نہ ہوں گے۔'' (حزقیل ۸۔۱۳/۹)

اسی طرح یرمیاہ نبی نے فرمایا۔

''رب الافواج نبیوں کی مانند یوں کہتا ہے کہ دیکھ میں انہیں ناگدونا کھلاؤں گا۔ اور ہلاہل کا پانی پلاؤں گا۔ کیونکہ یروشلم کے نبیوں کے سبب ساری سرزمین میں بے دینی پھیلی ہے۔'' (یرمیاہ ۹/۱۵)

اللہ تعالیٰ اپنی اسی سنت اور اصول کا قرآن کریم میں ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَ قَاوِيْلِ . لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ.
ثُمَّ لَقَطَعْنَامِنْهُ الْوَتِيْنِ. فَمَامِنْكُمْ مِنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ.

(الحاقة : ۴۵ تا ۴۸)

ترجمہ:۔اگر یہ شخص ہماری طرف جھوٹا الہام منسوب کر دیتا خواہ ایک ہی ہوتا تو ہم اس کو دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور اس کی رگ جان کاٹ دیتے اور اس صورت میں تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو اسے درمیان میں حائل ہو کر خدا کی پکڑ سے بچا سکتا۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کیلئے یہی اصول بیان فرمایا ہے کہ اگر یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف سے نہ ہوتا پھر بھی ہماری طرف جھوٹی وحی اور الہام منسوب کرتا تو ہم اس کو ہلاک کر دیتے اور یہ ہرگز اتنی مہلت نہ پاتا۔خواہ تم سب لوگ اس کو بچانے کی ہر ممکن کوشش بھی کرتے۔ پس اس مدعی نبوت کا اتنی مہلت پانا اور قتل سے بچے رہنا اس بات کی زبردست دلیل ہے کہ یہ جھوٹا نہیں۔

چنانچہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ فخر الدین رازی لکھتے ہیں۔

ھذا ذکرہ علی سبیل التمثیل بما یفعله الملوک بمن یتکذب علیھم فانھم لا یمھلونه بل یضربون رقبته فی الحال"

(تفسیر کبیر جلد ۳۰ ص ۱۱۸ مطبع البھیہ مصر)

ترجمہ۔اس آیت میں مفتری کی حالت تمثیلاً بیان کی ہے کہ اس سے وہی سلوک ہوگا جو بادشاہ ایسے شخص سے کرتے ہیں جو ان پر جھوٹ باندھتا ہے وہ اس کو مہلت نہیں دیتے بلکہ فی الفور قتل کرواتے ہیں۔(یہی حال مفتری علی اللہ کا ہوتا ہے۔)

اہل سنت کی مستند کتاب شرح عقائد نسفی میں لکھا ہے۔

”فان العقل یجزم بامتناع اجتماع هذه الامور فی غیر الانبیاء فی حق من یعلم انه یفتری علی اللّٰہِ ثم یمهله ثلاثا و عشرین سنة“

(شرح عقائد نسفی مجتبائی ص۱۰۱طبع محمدی)

ترجمہ۔عقل اس بات پر کامل یقین رکھتی ہے کہ یہ امور (معجزات اور اخلاق عالیہ وغیرہ) غیر نبی میں نہیں پائے جاتے نیز یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ یہ باتیں کسی مفتری میں جمع نہیں کرتا اور یہ بھی کہ پھر اس کو تیئیس برس مہلت نہیں دیتا۔“

علامہ ابن القیم علیہ الرحمہ (التوفی ۷۲۸ھ) نے ایک عیسائی کے سامنے یہی دلیل پیش کرتے ہوئے فرمایا۔

”وهو مستمر فی الافتراء علیه ثلاثة و عشرین سنة وهو مع ذالک یویده.“ (زاد المعاد جلد ۱ صفحه ۳۹،۴۰ . طبع مطبعه المیمنیه بمصر)

ترجمہ: یہ کس طرح ممکن ہے کہ جسے تم مفتری قرار دیتے ہو وہ مسلسل تیئیس برس تک اللہ تعالیٰ پر افتراء کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ بایں ہمہ اسے ہلاک کرنے کی بجائے اس کی تائید کرے۔

مندرجہ بالا تمام حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی شخص جھوٹا الہام بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے تو وہ قتل ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ جو صداقت کی کسوٹی ہیں آپ ۲۳ سال دعویٰ وحی و الہام کے بعد زندہ رہے اس لئے کوئی جھوٹا مدعی الہام و وحی نبوت اتنا عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا جتنا عرصہ آنحضرت ﷺ رہے۔ پس قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیت کے ماتحت بدلیل استقراء حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا دعویٰ ہے کہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کسی جھوٹے مدعی نبوت والہام کو دعویٰ کے بعد تیئیس سال کی مہلت نہیں ملی۔ اور اگر کسی مدعی نبوت کو بعد از دعویٰ وحی والہام ۲۳ سال تک زندگی ملی تو وہ سچا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ نے اپنی متعدد کتب میں اس دلیل کو اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر پیش فرمایا ہے اور متعدد باب آنحضرت ﷺ کے زمانہ وحی (جو تئیس سال بنتا ہے) کے مطابق مہلت پانے والے مفتری کی نظیر پیش کرنے کیلئے چیلنج دیئے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

ا۔ ''کیا کوئی ایک نظیر بھی ہے کہ جھوٹے ملہم نے جو خدا پر افتراء کرنے والا تھا ایام افتراء میں وہ عمر پائی جو اس عاجز کو ایام دعوت الہام میں ملی؟ بھلا اگر کوئی نظیر ہے تو پیش کرو۔ میں نہایت پرزور دعوے سے کہتا ہوں کہ دنیا کی ابتداء سے آج تک ایک نظیر بھی نہیں ملے گی۔'' (ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۱۷۶)

۲۔ اسی کتاب میں حضور آگے چل کر فرماتے ہیں۔

''قرآن اور انجیل اور توراۃ نے یہی گواہی دی ہے۔ عقل بھی یہی گواہی دیتی ہے اور اس کے مخالف کوئی منکر کسی تاریخ کے حوالہ سے ایک نظیر بھی پیش نہیں کر سکتا۔ اور نہیں دکھلا سکتا کہ کوئی جھوٹا الہام کرنے والا ۲۵ برس تک یا ۱۸ برس تک جھوٹے الہام دنیا میں پھیلاتا رہا اور جھوٹے طور پر خدا کا مقرب اور خدا کا مامور اور خدا کا فرستادہ اپنا نام رکھا اور اس کی تائید میں سالہائے دراز تک اپنی طرف سے الہامات تراش کر مشہور کرتا رہا۔ اور پھر وہ باوجود ان مجرمانہ حرکات کے پکڑا نہ گیا؟ کیا کوئی امید کی جا سکتی ہے کہ کوئی ہمارا واقف اس سوال کا جواب دے سکتا ہے۔ ہر گز نہیں۔''

(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۶۷، ۲۶۸)

۳۔ فرمایا۔

''میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک کے کسی مفتری کی نظیر دو جس نے پچیس (۲۵) برس پیشتر اپنی گمنامی کی حالت میں ایسی پیشگوئیاں کی ہوں اور یوں روز روشن کی طرح پوری ہوگئی ہوں۔ اگر کوئی شخص ایسی نظیر پیش کر دے

تو یقیناً یاد رکھو کہ یہ سارا سلسلہ اور کاروبار باطل ہو جائے گا۔مگر اللہ تعالیٰ کے کاروبار کو کون باطل کر سکتا ہے۔ یوں تکذیب کرنا اور بلاوجہ معقول انکار اور استہزاء یہ حرامزادے کا کام ہے۔کوئی حلال زادہ ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد۲ نیا ایڈیشن صفحہ۵۳۴)

۴۔ ’’مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ حضرت آدم سے لے کر اس وقت تک کے کسی مفتری کی نظیر دو جس نے ۲۵ برس پیشتر اپنی گمنامی کی حالت میں ایسی پیشگوئیاں کی ہوں۔اگر کوئی شخص ایسی نظیر پیش کر دے تو یقیناً یاد رکھو کہ یہ سارا سلسلہ اور کاروبار باطل ہو جائے گا مگر اللہ تعالیٰ کے کاروبار کو کون باطل کر سکتا ہے؟ یوں تکذیب کرنا اور بلاوجہ معقول انکار اور استہزاء یہ حرام زادے کا کام ہے کوئی حلال زادہ ایسی جرأت نہیں کر سکتا۔‘‘ (لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد۲۰)

۵۔ ’’کیا کسی جھوٹے کیلئے آسمانی نشان ظاہر ہوتے ہیں یا کبھی خدا نے کسی جھوٹے کو ایسی لمبی مہلت دی کہ وہ بارہ برس سے برابر الہام اور مکالمہ الٰہیہ کا دعویٰ کر کے دن رات خدا تعالیٰ پر افترا کرتا ہو اور خدا تعالیٰ اس کو نہ پکڑے بھلا اگر کوئی نظیر ہے تو ایک تو بیان کریں ورنہ اس قادر منتقم سے ڈریں۔جس کا غضب انسان کے غضب سے کہیں بڑھ کر ہے۔‘‘ (انوار الاسلام۔روحانی خزائن جلد۹ صفحہ۵۱)

۶۔ فرمایا:۔

’’اے لوگو میری نسبت جلدی مت کرو اور یقیناً جانو کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ میں اسی خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کی طرف سے ہوں۔ سمجھو اور سوچو کہ دنیا میں کس قدر مفتری ہوئے اور ان کا انجام کیا ہوا۔کیا وہ ذلت کے ساتھ بہت جلد ہلاک نہ کئے گئے۔پس اگر یہ کاروبار بھی انسانی

افتراء ہوتا تو کب کا تباہ ہو جاتا۔ کیا کسی ایسے مفتری کا نام بطور نظیر پیش کر سکتے ہو جس کو افتراء اور دعویٰ ولی اللہ کے بعد میری طرح ایک زمانہ دراز تک مہلت دی گئی ہو۔ وہ مہلت جس میں آج تک بقدر زمانہ وحی محمدی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی قریبا چوبیس برس گزر گئے اور آئندہ معلوم نہیں کہ ابھی کس قدر ہیں۔ اگر پیش کر سکتے ہو تو تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ ایسے مفتری کا نام لو اور اس شخص کی مدت افتراء کا جس قدر زمانہ ہو اس کا میرے زمانہ بعث کی طرح تحریری ثبوت دو اور لعنت اس شخص پر جو مجھے جھوٹا جانتا ہے اور پھر یہ نظیر مع ثبوت پیش نہ کرے۔ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَارَ الَّتِیْ وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اور ساتھ اس کے یہ بھی بتلاؤ کہ کیا تم کسی ایسے مفتری کو بطور نظیر پیش کر سکتے ہو جس کے کھلے کھلے نشان تحریر اور ہزاروں شہادتوں کے ذریعہ سے میری طرح بپایہ ثبوت پہنچ چکے ہوں۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۶۸،۳۶۹)

۷۔ پھر فرمایا۔

''اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے کہ مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دے دے پانسو روپیہ نقد دوں گا۔ اور اگر ایسے لوگ کئی ہوں تو ان کو اختیار ہوگا کہ وہ روپیہ باہم تقسیم کر لیں۔ اس اشتہار کے نکلنے کی تاریخ سے پندرہ روز تک ان کو مہلت ہے۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۵۱)

۸۔ فرمایا:۔

۔مَیں اللہ جلّ شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں اس کی طرف سے ہوں ۔وہ خوب جانتا ہے کہ مَیں مفتری نہیں کذاب نہیں۔اگر تم مجھے خدا تعالیٰ کی قسم پر بھی اور ان نشانات کو بھی جو اس نے میری تائید میں ظاہر کئے دیکھ کر مجھے کذّاب اور مفتری کہتے ہو تو پھر مَیں تمہیں خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ کسی ایسے مفتری کی نظیر پیش کرو کہ باوجود اس کے ہر روز افتراء اور کذب کے جو وہ اللہ تعالیٰ پر کرے پھر اللہ تعالیٰ اس کی تائید اور نصرت کرتا جاوے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اُسے ہلاک کرے۔مگر یہاں اس کے برعکس معاملہ ہے۔مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ **مَیں صادق ہوں اور اس کی طرف سے آیا ہوں** مگر مجھے کذّاب اور مفتری کہا جاتا ہے۔اور پھر اللہ تعالیٰ ہر مقدمہ اور ہر بلا میں جو قوم میرے خلاف پیدا کرتی ہے مجھے نصرت دیتا ہے۔اور اُس سے مجھے بچاتا ہے۔ اور پھر ایسی نصرت کی کہ لاکھوں انسانوں کے دل میں میرے لئے محبت ڈال دی۔مَیں اس پر اپنی سچائی کو حصر کرتا ہوں۔اگر تم کسی ایسے مفتری کا نشان دے دو کہ وہ کذّاب ہو اور اللہ تعالیٰ پر اس نے افتراء کیا ہو اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی ایسی نصرتیں کی ہوں اور اس قدر عرصہ تک اسے زندہ رکھا ہو اور اس کی مُرادوں کو پورا کیا ہو دکھاؤ۔ (لیکچر لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۲۷۵،۲۷۶)

۹۔ ’’لالہ شرمپت کے لئے یہ کافی ہے کہ اول تو اس نے میرا وہ زمانہ دیکھا جبکہ وہ میرے ساتھ اکیلا چند دفعہ امرتسر گیا تھا۔اور نیز براہین احمدیہ کے چھپنے کے وقت وہ میرے ساتھ ہی پادری رجب علی کے مکان پر کئی دفعہ گیا۔وہ خوب جانتا ہے کہ اس وقت میں ایک گمنام آدمی تھا۔میرے ساتھ کسی کو تعلق نہ تھا اور اس کو خوب معلوم ہے کہ براہین احمدیہ کے چھپنے کے زمانہ میں یعنی جبکہ یہ پیشگوئی ایک دنیا کے رجوع کرنے کے

بارے میں براہین احمدیہ میں درج ہوچکی تھی میں صرف اکیلا تھا۔تو اب قسم کھاوے کہ کیا یہ پیشگوئی اس نے پوری ہوتی دیکھ لی یا نہیں؟اور قسم کھا کر کہے کہ کیا اس کے نزدیک یہ کام انسان سے ہوسکتا ہے کہ اپنی ناداری اور گمنامی کے زمانہ میں دنیا کے سامنے قطعی اور یقینی طور پر یہ پیشگوئی پیش کرے کہ خدا نے مجھے فرمایا ہے کہ تیرے پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ تو گمنام نہیں رہے گا۔ لاکھوں انسان تیری طرف رجوع کریں گے۔اور کئی لاکھ روپیہ تجھے آئے گا۔اور قریبا تمام دنیا میں عزت کے ساتھ تو مشہور کیا جائے گا۔اور پھر اس پیشگوئی کو خدا پوری کر دے۔حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس نے مجھ پر افتراء کیا ہے اور جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ کی نجاست کھائی ہے۔ اور نیز خدا اپنی پیشگوئیوں کے موافق ہر ایک مزاحم کو نامراد رکھے اور لالہ شرمپت قسم کھا کر کہے کہ اس نے یہ پیشگوئی پوری ہوتی دیکھ لی یا نہیں؟اور کیا اس کے پاس کوئی ایسی نظیر ہے کہ کسی جھوٹے نے خدا کا نام لے کر ایسی پیشگوئی کی ہو اور وہ پوری ہوگئی ہو۔ اور چاہئے کہ اس کی نظیر کو پیش کرے۔''

(قادیان کے آریہ اور ہم۔روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۳۴)

انجام آتھم میں فرمایا۔

''دنیا میں تم کوئی ایسی کتاب دکھا نہیں سکتے جس میں صاف اور بے تناقض لفظوں میں یہ کھلا کھلا دعویٰ ہو کہ یہ خدا کی کتاب ہے حالانکہ اصل میں وہ خدا کی کتاب نہ ہو بلکہ کسی مفتری کا افتراء ہو اور ایک قوم اس کو عزت کے ساتھ مانتی چلی آئی ہو۔''

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۳، ۶۴ ح)

مخالفین کا ردعمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس چیلنج کے بعد آپ کے ایک مخالف حافظ محمد یوسف ضلعدار نے بعض مولویوں کی تحریک پر اس چیلنج کو توڑنے کا اعلان کر دیا اور لاہور میں بعض احمدی احباب کی موجودگی میں یہ بیان دیا کہ:

''ایسے کئی لوگوں کا نام میں نظیراً پیش کر سکتا ہوں جنہوں نے نبی یا رسول یا مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور تئیس برس تک یا اس سے زیادہ عرصہ تک لوگوں کو سناتے رہے کہ خدا کا کلام ہمارے پر نازل ہوتا ہے حالانکہ وہ کاذب تھے۔''

اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار انعامی پانچ صد روپیہ بنام حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر شائع فرمایا جس میں حافظ محمد یوسف صاحب علاوہ ہندوستان کے بڑے بڑے علماء ومشائخ اور سجادہ نشینوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ۔

''اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے زندہ رہا تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے کہ مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دے دے پانسو روپیہ نقد دوں گا۔اور اگر ایسے لوگ کئی ہوں تو ان کو اختیار ہو گا کہ وہ روپیہ باہم تقسیم کر لیں۔اس اشتہار کے نکلنے کی تاریخ سے پندرہ روز تک ان کو مہلت ہے کہ دنیا میں تلاش کر کے ایسی نظیر پیش کریں۔''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۵۱)(اربعین نمبر ۳۔روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۰۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا چیلنج کے بعد بعض علماء نے اکبر بادشاہ اور روشن دین جالندھری کے نام پیش کئے کہ ان دونوں نے جھوٹے الہام کا دعویٰ کیا اور ہلاک نہ

ہوئے۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

’’بھلا اگر یہ سچ ہے کہ ان لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے اور تئیس برس تک ہلاک نہ ہوئے تو پہلے ان لوگوں کی خاص تحریر سے ان کا دعویٰ ثابت کرنا چاہئے۔ اور وہ الہام پیش کرنا چاہئے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا۔یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے جس کی نسبت یہ ضروری ہے کہ بعض محکمات پیش کر کے یہ کہا جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ہمارے پر نازل ہوا ہے۔‘‘

(تتمہ اربعین۔روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۷۷)

اس کے بعد ۶ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو موصول ہوا جو حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر کی طرف سے آپ کے نام شائع کیا گیا تھا۔اس رسالہ میں حافظ صاحب نے حضور کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

’’میں ایک دفعہ زبانی اس بات کا اقرار کر چکا ہوں کہ جن لوگوں نے نبی یا رسول یا اور کوئی مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا تو وہ لوگ ایسے افتراء کے ساتھ جس سے لوگوں کو گمراہ کرنا مقصود تھا تئیس برس تک (جو آنحضرت ﷺ کے ایام بعثت کا زمانہ ہے) زندہ رہے بلکہ اس سے بھی زیادہ‘‘

اور پھر حافظ صاحب اپنے اسی اشتہار میں لکھتے ہیں۔

’’ان کے اس قول کی تائید میں ان کے دوست ابو سحاق محمد دین نام نے ’’قطع وتین‘‘ نام ایک رسالہ بھی لکھا تھا جس میں مدعیان کاذب کے نام معہ مدت دعویٰ تاریخی کتابوں کے حوالہ سے درج ہیں۔‘‘ (بحوالہ تحفۃ الندوہ۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۹۳، ۹۴)

اس اشتہار کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''تحفۃ الندوہ'' کے نام سے ایک رسالہ شائع فرمایا جس میں حافظ صاحب کے اشتہار پر انتہائی عالمانہ تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

''حافظ صاحب یاد رکھیں کہ جو کچھ رسالہ قطع الوتین میں جھوٹے مدعیان نبوت کی نسبت بے سروپا حکایتیں لکھیں گئی ہیں وہ حکایتیں اس وقت تک ایک ذرہ قابل اعتبار نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ مفتری لوگوں نے اپنے اس دعوے پر اصرار کیا اور توبہ نہ کی۔ اور یہ اصرار کیونکر ثابت ہو سکتا ہے جب تک اسی زمانہ کی تحریر کے ذریعہ سے یہ امر ثابت نہ ہو کہ وہ لوگ اسی افتراء اور جھوٹے دعویٰ نبوت پر مرے اور ان کا اس وقت کسی اس وقت کے مولوی نے جنازہ نہ پڑھا اور نہ وہ مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کئے گئے اور ایسا ہی یہ حکایتیں ہرگز ثابت نہیں ہو سکتیں جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ ان کی تمام عمر کے مفتریات جن کو انہوں نے بطور افتراء خدا کا کلام قرار دیا تھا وہ اب کہاں ہیں اور ایسی کتاب ان کی وحی کس کس کے پاس ہے تا اس کتاب کو دیکھا جائے کہ کیا انہوں نے کبھی کسی قطعی یقینی وحی کا دعویٰ کیا اور اس بنا پر اپنے تئیں ظلی طور پر یا اصلی طور پر نبی اللہ ٹھہرایا ہے اور اپنی وحی کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی وحی کے مقابل پر منجانب اللہ ہونے میں برابر سمجھا ہے۔ تقول کے معنے اس پر صادق آئیں۔ حافظ صاحب کو معلوم نہیں کہ تقول کا حکم قطع اور یقین کے متعلق ہے۔''

(تحفۃ الندوہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۹۵)

تقریباً سو سال گزرنے کے باوجود مخالفین کو اس چیلنج کو توڑنے والی ایک مثال بھی پیش کرنے کی توفیق نہیں مل سکی۔

قبل اس کے کہ رسالہ ''قطع الوتین'' اور بعض دیگر مخالفین کی کتب میں پیش کردہ جھوٹے مدعیان نبوت پر الگ الگ بحث کر کے ان کا بطلان ثابت کریں، پہلے آیت **لو تقول علینا**

بعض الاقاویل میں بیان فرمودہ شرائط کا ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ واضح ہو جائے کہ ایسے لوگوں کی مثالیں اس چیلنج کے بالمقابل پیش نہیں کی جاسکتیں۔

سورۃ الحاقہ رکوع ۲ کی جن آیات کریمہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی صداقت کا استدلال فرمایا ہے ان آیات میں جن شرائط کا ذکر کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں:۔

اول:۔ لفظ تَقَوَّلَ باب تَفَعُّلٌ سے ہے جس میں تکلف اور بناوٹ پائی جاتی ہے۔اس لئے مدعی نبوت والہام کیلئے ضروری ہے کہ وہ اپنے دعویٰ میں تکلف اور تعمد سے کام لے۔ مجنون اور دیوانہ اس آیت کی زد میں نہیں آسکتے کیونکہ اس کا قول وفعل تعمد کی بنا پر نہیں ہوتا اور شریعت اسلامی میں بھی مجنون قابل مؤاخذہ نہیں ہے۔

دوم:۔ وہ مدعی ہستی باری تعالیٰ کا قائل ہو اور اس کے علیحدہ وجود کا اقراری ہو اور اپنی باتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہو۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ہی قائل نہیں یا محض اپنی باتوں کو الہام سے تعبیر کرتے ہیں وہ اس آیت کی زد سے باہر ہوں گے جیسا کہ آیت کا لفظ ''عَلَیْنَا'' صاف بتا رہا ہے۔

سوم:۔ ایسے مدعی کیلئے از روئے آیت قرآنی چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے اس دعویٰ کو علی الاعلان پیش کرے اور لوگ اس کی باتوں کے باعث گمراہ ہوتے ہوں۔ اگر وہ اس دعوے کو چھپاتا ہے یا تحدی کے ساتھ پیش نہیں کرتا یا لوگ اس کے باعث فتنہ میں نہیں پڑتے تو وہ مدعی بھی اس سزا کے نیچے نہ آئے گا۔

پنجم:۔ ایسا شخص مدعی الوہیت نہ ہو۔ گویا خدا تعالیٰ کو اپنے وجود سے الگ ہستی خیال کرنے والا ہو۔ مدعی الوہیت کیلئے قرآن کریم میں الگ سزا کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایسے شخص کے متعلق فرماتا ہے:

وَ مَنْ یَّقُلْ مِنْھُمْ اِنِّیْٓ اِلٰہٌ مِّنْ دُوْنِہٖ فَذٰلِکَ نَجْزِیْہِ جَھَنَّمَ. کَذٰلِکَ نَجْزِی

الظّٰلِمِیْنَ (انبیاء رکوع ۲)

کہ جوشخص کہے کہ میں خدا ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا تو ہم اس کو جہنم کی سزا دیتے ہیں۔

ایسے ظالموں کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں۔

پس اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ مدعی الوہیت کیلئے ضروری نہیں کہ اسے اس دنیا میں سزا دی جائے۔ بلکہ یہ کاذب مدعی نبوت کیلئے اللہ تعالیٰ نے لازمی اورضروری قرار دیا ہے کہ اسے اسی دنیا میں سزا دی جائے کیونکہ کوئی انسان خدا نہیں ہوسکتا اور الوہیت کا دعویٰ عقلمندوں کو دھوکے میں نہیں ڈال سکتا۔مگر نبی چونکہ انسان ہی ہوتے ہیں اس لئے ان سے دوسرے لوگوں کو دھوکا لگنے کا امکان ہے۔اس لئے خدا اسی دنیا میں اس کو سزا دیتا ہے۔چنانچہ علامہ ابومحمد ظاہری نے بھی اپنی کتاب ''**الفصل فی الملل و الاھواء و النحل**'' میں لکھا ہے:۔

''و مدعی الربوبیت فی نفس قوله بیان کذبه قالوا فظهور الایة علیه لیس موجبا بضلال من له عقل و امّا مدعی النبوة فلا سبیل الی ظهور الایات علیه لانه یکون مضلا لکل ذی عقل''

(الفصل فی الملل و الاھواء و النحل جلد۱ صفحه ۱۰۹)

یعنی مدعی الوہیت کا دعویٰ ہی خود اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔اس لئے اس سے کسی نشان کا ظہور کسی صاحب عقل کو گمراہ نہیں کرسکتا۔مگر کاذب مدعی نبوت سے نشان ظاہر نہیں ہوسکتے کیونکہ وہ ہر صاحب عقل کو گمراہ کرنے کا باعث ہوگا۔

گویا خدا تعالیٰ نے ہر دو دعووں کے مدعیوں کی سزا میں فرق رکھا ہے۔پس ایک دوسرے پر قیاس کرنا غلطی ہے۔لہذا لَوْ تَقَوَّلَ کے مطالبہ پر فرعون یا بہاء اللہ کے نام پیش کرنا غلطی ہے۔

آیت لَوْ تَقَوَّلَ میں بیان فرمودہ شرائط کو بیان کرنے کے بعد اب ان مدعیان کی حقیقت کو پیش کیا جاتا ہے جن کو مخالفین نے حضرت مسیح موعود کے چیلنج کے بالمقابل پیش کیا۔

ا۔ ابومنصور

مخالفین ابومنصور کو امام ابن تیمیہ کی کتاب منہاج السنہ کے حوالہ سے پیش کرتے ہیں جبکہ منہاج السنہ میں ایک جگہ بھی اس کے دعویٰ نبوت اور ۲۷ برس تک مہلت پانے کا ذکر نہیں۔اور نہ ہی اُنکے کسی الہام کا ذکر ملتا ہے۔

منہاج السنۃ اور دیگر کتب تاریخ سے صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ وہ ایک ملحد انسان تھا اور رافضی خیالات کی ترویج چاہتا تھا۔ پھر قدرے الوہیت کا دعوے دار بن گیا۔ چنانچہ الاستاذ ابومنصور البغدادی اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''الفرق بین الفرق'' میں ابومنصور العجلی مدعی مذکور کے متعلق لکھتے ہیں۔

''و ادعى هذا العجلى انه خليفة الباقر .... وقف يوسف بن عمر الثقفى و اتى العراق .... فاخذ ابا منصور العجلى و صلبه.

(الفرق بین الفرق صفحہ ۱۴۹۔ایڈیشن ۱۹۴۸ء)

یعنی ابومنصور العجلی نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ باقر کا خلیفہ ہے۔ .... پس جب یوسف بن عمر الثقفی کو اس بات کا علم ہوا، وہ عراق آیا اور ابومنصور کو پکڑ کر صلیب دے دی۔

پس ابومنصور کا دعویٰ نبوت ہرگز ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس کا کوئی الہام پیش کیا گیا ہے۔ وہ صلیب دیا گیا اور اپنے کیفر کردار تک پہنچ گیا۔ پس ایسے شخص کو پیش کرنا سراسر حماقت ہے۔

۲۔ محمد بن تومرت

ا۔ محمد بن تومرت کا ذکر تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۱ وغیرہ میں ملتا ہے مگر اس کا دعویٰ نبوت کہیں بھی مذکور نہیں۔ ہاں اس نے حکومت وقت کے خلاف بغاوت ضرور کی اور ۵۱۴ء میں

شاہ مراکش نے اسے دارالسلطنت سے نکال دیا اور جبل سوس میں جا کر بغاوت کرتا رہا۔

۲۔ اس نے خود دعویٰ مہدویت بھی نہیں کیا۔ البتہ بعض لوگوں نے اسے مہدی قرار دیا جیسا کہ لکھا ہے۔

"فقام الیہ عشرۃ رجال احدھم عبدالمومن فقالوا لا یوجد الا فیک فانت المھدی" (کامل ابن الاثیر جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۲)

یعنی اس کے دس ساتھی ہو گئے جن میں سے ایک عبدالمومن تھا۔ انہوں نے اسے کہا کہ تیرے سوا مہدی کی صفات اور کسی میں پائی نہیں جاتیں۔ لہذا تو ہی مہدی ہے۔

اگر اس کا دعویٰ مہدویت ثابت ہو بھی جائے تب بھی وہ "**لو تقول**" والی آیت کے تحت نہیں آ سکتا جب تک کہ جھوٹے الہام یا وحی کا مدعی نہ ہو۔ اور اس کی کسی کتاب سے اس کے الہام یا وحی کو ثابت نہ کیا جائے۔

۳۔ عبدالمومن

ابن تومرت کو عبدالمومن نے مہدی قرار دیا اور عبدالمومن کو ابن تومرت نے اپنا جانشین بنا لیا۔ گویا "من ترا حاجی بگویم تو مرا ملا بگو" والا معاملہ ہے۔ محض خلیفہ یا جانشین کہلانا زیر بحث نہیں آ سکتا جب تک کہ دعویٰ الہام و وحی مع جملہ شرائط آیت مذکورہ پیش نہ کی جائیں۔ لہذا عبدالمومن کا ذکر بھی اس ذیل میں بے تعلق ہے۔

۴۔ صالح بن طریف

۱۔ صالح بن طریف نے اپنا کوئی الہام پیش نہیں کیا لہذا "**لو تقول**" نہ ہوا۔

۲۔ اس نے محض خیال کیا تھا کہ خود مہدی ہے:۔

"ثم زعم انہ المھدی الذی یخرج فی آخر الزمان"

(تاریخ ابن خلدون مولفہ علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون جلد ٦ صفحہ ٢٠٧)

یعنی اس نے خیال کیا کہ وہ مہدی جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ میں ہوں۔

مگر اس نے کبھی کوئی الہام پیش نہیں کیا۔

٣۔ اس نے اپنے دعویٰ مہدویت کا بھی اعلان کبھی نہیں کیا۔ بلکہ اس کو مخفی رکھتا تھا۔ چنانچہ مقدمہ ابن خلدون میں لکھا ہے۔

"و اوصی (صالح بن طریف) بدینه الی ابنه الیاس و عهد الیه بمولاة صاحب الاندلس من بنی امیة و باظهار دینه اذا قوی امرهم و قام بامره بعد ابنه الیاس و لم یزل مظهرا للاسلام مسّرا لما اوصاه به ابوه من کلمة کفرهم. (تاریخ ابن خلدون جلد ٧ صفحه ٢٠٧)

یعنی صالح بن طریف نے اپنے دین کی اپنے بیٹے کو وصیت کی اور کہا کہ اندلس کے حاکم سے دوستی رکھنا اور جب تمہاری حکومت مضبوط ہو جائے تو اس دین کا ظاہر کرنا۔ چنانچہ اس کے بعد اس کا بیٹا الیاس والی ہوا اور وہ ہمیشہ اسلام کو ظاہر کرتا رہا اور باپ کے وصیت کردہ مذہب کو چھپاتا رہا۔

گویا صالح بن طریف نے اس دعویٰ کو عام پبلک میں بیان نہیں کیا بلکہ ہمیشہ اخفاء سے کام لیتا رہا اور اسی اخفاء کی حالت میں مر گیا اور پھر اس کے بیٹے نے بھی اس کا اظہار نہیں کیا بلکہ وہ سب اسلام کا ہی اظہار کرتے رہے پس صالح بن طریف کو بطور نظیر پیش کرنا درست نہیں۔

٥۔ عبیداللہ بن مہدی

١۔ عبیداللہ بن مہدی نے کبھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

٢۔ اس کا کوئی الہام ثابت نہیں۔

۳۔ ابن خلقان نے ''وفیات الاعیان'' پر ایک روایت درج کی ہے کہ:۔

''عبیداللہ مہدی کو دوسرے یا تیسرے سال الیسع نے جو سلجامہ کا حاکم تھا قید خانہ میں قتل کر دیا تھا اور پھر ایک شیعہ نے بعد میں جھوٹ موٹ ایک دوسرے آدمی کو عبیداللہ قرار دے دیا۔

۶۔ بیان بن سمعان

یہ نہ مدعی وحی، نہ مدعی الہام اور نہ مدعی نبوت ہے۔ ہاں اس کے بعض واہیات قسم کے عقائد تھے مگر وہ ''تقول'' کی آیت کے ماتحت کسی طرح نہیں آ سکتا۔ یہاں پر تو سوال صرف ''تقول علی اللہ'' ہے نہ کہ غلط عقائد رکھنے کا۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنہ میں اس کے غلط خیالات کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

فقتله خالد بن عبدالله القسّری.

یعنی اس کے غلط عقائد کے باعث عبداللہ قسری نے اسے قتل کر دیا۔

(منہاج السنہ جلد ۱ صفحہ ۲۳۸ طبع اولی مطبوعہ مصر ۱۳۲۱ھ)

۷۔ مقنع

مقنع ۱۵۹ھ میں ظاہر ہوا اور ۱۶۲ھ میں چار سال بعد اس نے خود زہر کھا کر خودکشی کر لی اور اس کا سر قلم کیا گیا۔ (تاریخ کامل ابن الاثیر جلد ۶ صفحہ ۱۹)

پس ایسے شخص کی نظیر پیش کرنا بہت بڑی حماقت کے مترادف ہے۔

۸۔ ابوالخطاب الاسدی

۱۔ یہ مدعی الوہیت تھا نہ کہ مدعی الہام یا مدعی نبوت

۲۔ وہ قتل ہوا۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ اپنی کتاب منہاج السنہ میں اس کے متعلق لکھتے

ہیں:۔

”و عبدوا ابا الخطاب و زعموا انه اله و خرج ابو الخطاب علی ابی جعفر المنصور .... فقتله عیسی ابن موسی فی الکوفة.“

(منہاج السنۃ جلد ا صفحہ ۲۳۹ طبع اولی ۱۳۲۱ھ مطبع الکبری الامیریہ بولاق مصر محمیہ)

یعنی لوگ ابوالخطاب کو خدا کر کے پوجنے لگے۔ اور یہ خیال کیا کہ وہ خدا ہے۔ پھر ابوالخطاب نے ابوجعفر پر حملہ کیا۔ پس عیسیٰ بن موسیٰ نے کوفہ میں اسے قتل کر دیا۔

۹۔ احمد بن کیال

ا۔ اس نے نہ دعویٰ نبوت کیا اور نہ ہی وحی والہام ہونے کا دعویٰ کیا۔

۲۔ وہ سخت ناکام ونامراد ہوا۔ چنانچہ ”الملل والنحل“ میں لکھا ہے۔

”لما وقفوا علی بدعته تبرؤا منه و لعنوه“

(الملل و النحل جلد ۲ صفحہ ۱۷ برحاشیہ الفصل فی الملل و النحل طبع بالمطبعة الادبیة بسوق الخضار القدیم بمصر ۱۳۲۰)

یعنی اس کے متبعین کو جب اس کی بدعت کا علم ہوا تو انہوں نے اس سے برأت کا اظہار کیا اور اس پر لعنت بھیجی۔

۱۰۔ مغیرہ بن سعد عجلی

اس کے متعلق بھی کسی جگہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے وحی والہام یا نبوت کا دعویٰ کیا۔ پس اس کو پیش کرنا بھی جہالت ہے۔

پس مندرجہ بالا کاذبوں میں سے ایک بھی ایسا وجود نہیں جو ”لو تقول“ کی باطل شکن تحدی کے سامنے ٹھہر سکے۔ ان میں سے ابومنصور، مقنع اور ابوالخطاب الاسدی کا دعویٰ الوہیت ثابت

ہے اور باقیوں میں سے کسی ایک کا بھی اپنا دعویٰ ماموریت یا نبوت ورسالت موجود نہیں جسے اس نے کھلم کھلا اور برملا پیش کیا ہو۔

بعض نادان اس چیلنج کے جواب میں فرعون مصر اور بہاء اللہ ایرانی کے نام پیش کر دیا کرتے ہیں۔اس کا جواب ہم ''لو تقول '' والی آیت کی شرائط کے ضمن میں لکھ آئے ہیں کہ اس آیت کے تحت صرف مدعی نبوت ورسالت اور ماموریت آتے ہیں۔الوہیت کا دعویدار اس آیت کے تابع نہیں آ سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ کا قانون ہر دو کاذبوں کیلئے الگ الگ ہے۔اللہ تعالیٰ نے مدعی نبوت کاذبہ کیلئے تو اسی دنیا میں قطع وتین اور ناکامی کی سزا مقرر فرمائی ہے جبکہ مدعی الوہیت کیلئے جہنم کی سزا مقرر فرمائی ہے۔پس ''لو تقول '' کے مطالبہ پر فرعون مصر یا بہاء اللہ کا ذکر کرنا سراسر نادانی ہے۔

پس مذکورہ بالا ساری بحث سے صاف ثابت ہو گیا کہ آیت ''و لو تقول علینا '' کا مطلب تفاسیر،لغت، گذشتہ آسمانی کتب اور واقعات کی تائید سے یہی ہے کہ مفتری کو تیئیس سال کی مہلت نہیں مل سکتی۔اور آج تک کسی کاذب مدعی الہام کو نہیں ملی۔اور نہ قیامت تک مل سکے گی۔آسمان وزمین کا ٹل جانا ممکن ہے مگر خدا کا یہ نوشتہ نہیں ٹل سکتا ورنہ یہ قانون باطل ہو سکتا ہے۔

بعض اعتراضات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ آیات سے استدلال پر بعض مخالفین نے بعض علمی اورفنی نوعیت کے اعتراضات اٹھائے ہیں جن کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

اعتراض

آیت ''لو تقول علینا '' میں صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں۔اس سے

کیونکر سمجھا جائے کہ اگر کوئی دوسرا شخص افتراء کرے تو وہ بھی ہلاک کیا جائے گا۔

جواب

گو کہ اس آیت میں مدلول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مگر دلیل کی قوت چونکہ عام ہوتی ہے اس لئے ہر وہ شخص جو بناوٹ سے خدا کی طرف جھوٹا الہام منسوب کرے وہ لمبی مہلت نہیں پا سکتا۔ بلکہ جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم کی بعض دیگر آیات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہاں پر افتراء کرنے والا ہر شخص مراد ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ایک موقعہ پر فرماتا ہے کہ قد خاب من افترای (طٰہٰ:٦٢) یعنی مفتری نامراد مرے گا۔ اور پھر دوسری جگہ فرماتا ہے:۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيَاتِهٖ (الانعام:٢٢)

یعنی اس شخص سے ظالم تر کون ہے جو خدا پر افترا کرتا ہے یا خدا کی آیتوں کی تکذیب کرتا ہے۔

پس قرآن کریم کی بیسیوں آیات سے یہ ثابت ہے کہ مفتری علی اللہ کو سزا دینے اور جلد ہلاک کرنے والا قاعدہ عام ہے نہ کہ یہ حکم صرف آنحضرت صلی اللہ علی وسلم کیلئے خاص ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس اعتراض کے جواب میں فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ کا یہ قول محل استدلال پر ہے اور منجملہ دلائل صدق نبوت کے یہ بھی ایک دلیل ہے اور خدا تعالیٰ کے قول کی تصدیق تبھی ہوتی ہے کہ جھوٹا دعویٰ کرنے والا ہلاک ہو جائے ورنہ یہ قول منکر پر کچھ حجت نہیں ہو سکتا اور نہ اس کیلئے بطور دلیل ٹھہر سکتا ہے بلکہ وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیئیس برس تک ہلاک نہ ہونا اس وجہ سے نہیں کہ وہ صادق ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ خدا پر افتراء کرنا ایسا گناہ نہیں ہے جس سے خدا اسی دنیا میں کسی کو ہلاک کرے کیونکہ اگر یہ کوئی گناہ ہوتا اور سنت اللہ اس پر جاری ہوتی کہ مفتری کو اسی دنیا میں سزا دینا چاہئے تو اس کیلئے نظیریں ہونی

چاہیے تھیں۔ اورتم قبول کرتے ہو کہ اس کی کوئی نظیر نہیں بلکہ بہت سی ایسی نظیریں موجود ہیں کہ لوگوں نے تئیس برس تک بلکہ اس سے زیادہ خدا پر افتراء کئے اور ہلاک نہ ہوئے تو اب بتلاؤ کہ اس اعتراض کا جواب کیا ہوگا؟''

(اربعین نمبر۴ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۳۴، ۴۳۵)

اعتراض

بعض لوگ اس چیلنج کے جواب میں کہہ دیا کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت ''قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا'' سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتری کو دنیا میں فائدہ ہے۔ یعنی اس کو لمبی مہلت ملتی ہے (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۲۱۷ طبع پنجم مئی ۱۹۷۱ء)

جواب

مَتَاعٌ فِی الدُّنْیَا سے مراد لمبی مہلت نہیں بلکہ تھوڑی مہلت ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت سے ظاہر ہے۔ فرمایا:

''اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ'' (النحل رکوع:۱۵)

اس آیت کا ترجمہ خود مولف محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۲۷۲ پر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''تحقیق مفتری نجات نہیں پائیں گے۔ انہیں نفع تھوڑا ہے اور عذاب دردناک''

غرضیکہ قرآن کریم نے مفتری کیلئے لمبی مہلت کہیں بھی بیان نہیں فرمائی جو تئیس سال تک دراز ہو جائے۔ ہاں تھوڑی مہلت جو ہماری بیان کردہ مہلت سے کم ہو تو اس سے ہمیں انکار نہیں۔ اگر کسی مفتری کو اتنی لمبی مہلت ملے جتنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آیت ''لو تقول'' کی دلیل باطل قرار پائے گی۔

اعتراض

بعض مخالفین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت یحیٰ علیہ السلام شہید کئے گئے تھے۔ اور ان کو دعویٰ کے بعد ۲۳ برس کی مہلت نہ مل سکی؟

جواب

ہمارا دعویٰ تو یہ ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت بعد از دعویٰ الہام و وحی ۲۳ برس کی مہلت نہیں پا سکتا۔ اور اگر کوئی مدعی نبوت بعد از دعویٰ الہام و وحی ۲۳ برس تک زندہ رہے تو وہ یقیناً سچا ہے لیکن اس کا عکس کلیتاً نہیں۔ چنانچہ اس اعتراض کا جواب مولوی ثناء اللہ امرتسری نے خوب دیا ہے۔

''کاذب مدعی نبوت کی ترقی نہیں ہوا کرتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے''

اس پر مولوی صاحب حاشیہ میں لکھتے ہیں۔

''اس سے یہ نہ کوئی سمجھے کہ جو نبی قتل ہوا جھوٹا ہے بلکہ ان میں عموم مطلق ہے۔ یعنی یہ ایسا مطلب ہے کہ جو شخص زہر کھاتا ہے مر جاتا ہے۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ ہر مرنے والے نے زہر بھی کھائی ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ جو کوئی زہر کھائے گا وہ ضرور مرے گا اور اگر اس کے سوا بھی کوئی مرے تو ہو سکتا ہے کہ اس نے زہر نہ کھائی ہو۔ یہی تمثیل ہے دعویٰ نبوت کاذبہ مثل زہر کے ہے۔ جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا۔ اگر اس کے سوا بھی کوئی ہلاک ہو تو ممکن ہے۔ ہاں یہ نہ ہوگا کہ زہر کھانے والا بچ رہے۔'' (مقدمہ تفسیر ثنائی صفحہ ح/ ۱۷ مطبوعہ ۱۳۱۴ھ مطبع چشم نور امرتسر)

اعتراض

بعض مخالفین کہا کرتے ہیں کہ ''لَوْ تَقَوَّلَ'' والی آیت تو مدعیان نبوت کیلئے ہے۔مگر مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا ہے۔

جواب

ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حضرت بانی سلسلہ ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی نہ تھے بلکہ عقیدہ تو یہ ہے کہ حضور براہین احمدیہ کے زمانہ میں بھی نبی تھے کیونکہ حضرت اقدس کا الہام ''هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی'' براہین احمدیہ میں موجود ہے جس میں حضور کو رسول کر کے پکارا گیا ہے اور حضور نے اس الہام کو خدا کی طرف منسوب کیا ہے۔

دراصل یہ الجھن لفظ نبی کی تعریف کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔لفظ نبی کی تعریف جو غیر احمدی علماء کے نزدیک مسلم تھی وہ یہ تھی کہ ''نبی'' کیلئے شریعت کا لانا ضروری ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے نبی کا تابع نہ ہو۔اس تعریف کی رو سے حضرت مرزا صاحب نہ ۱۹۰۱ء سے پہلے نبی تھے اور نہ بعد میں کیونکہ آپ کوئی نئی شریعت نہ لائے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع بھی تھے۔ پس چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریعی نبی نہ تھے اس لئے اوائل میں حضور اس تعریف نبوت کی رو سے اپنی نبوت کی نفی کرتے رہے جس سے بعض لوگوں کو دھوکہ لگا ہے حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس انکار سے مراد محض اس قدر تھی کہ میں صاحب شریعت براہ راست نبی نہیں ہوں۔

لیکن بعد میں جب ''نبی'' کی تعریف حضور پر واضح ہوگئی اور اس تعریف کو آپ نے مخالفین پر خوب واضح فرما دیا کہ نبی کیلئے شریعت کا لانا ضروری نہیں اور نہ یہ ضروری ہے کہ وہ صاحب شریعت نبی کا متبع ہو بلکہ کثرت مکالمہ ومخاطبہ مشتمل بر کثرت امور غیبیہ کا نام نبوت ہے تو اس

تعریف کی رو سے آپ نے اپنے آپ کو نبی اور رسول کہا۔ اب ظاہر ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے کی تعریف نبوت کے رو سے حضرت صاحب کبھی بھی نبی نہ تھے اور نہ صرف حضرت صاحب بلکہ آپ سے پہلے ہزاروں انبیاء جو صاحب شریعت نہ تھے وہ بھی نبی ثابت نہیں ہوتے کیونکہ وہ بھی کوئی نئی شریعت نہ لائے تھے لیکن ۱۹۰۱ء کے بعد کی تشریح کی رو سے ۱۹۰۱ء سے پہلے بھی حضور نبی تھے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صاحب شریعت نبی ہونے سے انکار اور اس کو کفر قرار دینا ابتداء سے انتہاء تک ثابت ہے۔ ہاں غیر تشریعی نبوت کا آپ کو دعویٰ تھا اور اس دعوے سے حضور نے کبھی انکار نہیں کیا۔ نہ ۱۹۰۱ء سے پہلے نہ ۱۹۰۱ء کے بعد۔ چنانچہ آپ نے لکھا۔

”جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتداء سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔“

(ایک غلطی کا ازالہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

پس حضرت بانی سلسلہ پر یہ اعتراض؛ کرنا کہ آپ نے ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس لئے آپ خود اس اصول کے مطابق صادق قرار نہیں پاتے بالکل غلط اور غیر صحیح ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں جو ۱۸۸۲ء میں شائع ہوئی میں کئی ایسے الہامات درج فرمائے ہیں جن میں آپ کی نسبت نبی اور رسول کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ صرف آپ ان الفاظ کی مروجہ تعریف کی وجہ سے مختلف تعبیر فرماتے رہے جس سے آپ کے منصب نبوت کی نسبت کوئی اعتراض پیدا نہیں ہوسکتا۔

باب ششم

قرآن کریم
اور
دیگر مقدس کتب

قرآن کریم کا دیگر مقدس کتب سے مقابلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اصل غرض قرآن کریم کی تبلیغ و اشاعت اور دیگر ادیان کی مقدس کتب پر اس کی عظمت کو قائم کرنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ساری زندگی قرآن کریم ہی آپ کی تمام تر توجہ کا مرکز بنا رہا جس کا اندازہ آپ کے اس شعر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

جس وقت آپ کی بعثت ہوئی یہ وہ زمانہ تھا جبکہ آریہ سماج، برہمو سماج اور عیسائی تحریکیں بڑی متحرک تھیں اور ان کا سارا زور مسلمانوں کے خلاف صرف ہو رہا تھا۔ اور قرآن کریم اور بانیٔ اسلام پر ہر طرف سے بارش کے قطروں کی مانند اعتراضات ہو رہے تھے۔ مسلمان مخالفین اسلام کے حملوں کے آگے بالکل بے دست و پا شخص کی مانند ہو کر رہ گئے تھے اور خود مسلمان اسلام کی نشأۃ ثانیہ سے قطعاً ناامید اور اس کی دوبارہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے۔ اور قرآن مجید کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت خود مسلمان کہلانے والوں پر مشتبہ ہو رہی تھی اور کئی ان میں سے عیسائیت کی آغوش میں آ گرے تھے۔ ایسے حالات میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بہ بانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ:۔

''خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف وحقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقّہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرمائے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے ...... اور ہر ایک مخالف اپنے مغلوب اور لاجواب ہونے کا آپ گواہ ہو جائے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۵۹۶ = ح۔ح)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور اشتہارات اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ مذہبی مباحثات میں شیر ببر کی طرح گرجے اور تمام مخالفین اسلام کو مقابلہ کیلئے للکارا اور بار بار چیلنج دیا کہ آؤ اور اپنی اپنی الہامی کتابوں کا قرآن مجید سے مقابلہ کرلو اور بصورت مغلوبیت آپ نے ہزارہا روپے دینے کا وعدہ بھی کیا۔ لیکن کسی کو آپ کے مقابلے پر آنے کا یارانہ ہوا۔ ذیل میں وہ تمام چیلنج پیش کئے جارہے ہیں جو آپ نے مخالفین قرآن کو اپنی اپنی الہامی اور مقدس کتب کا قرآن کریم سے مقابلہ کرنے کے لئے دیئے۔

فضائل القرآن میں مقابلہ کے چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام قبول کرنے کے وعدہ کے ساتھ قرآن کریم سے ہر قسم کی دینی صداقت پیش کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اگر اس امر میں شک ہو کہ قرآن شریف کیونکر تمام حقائق الٰہی پر حاوی ہے تو اس بات کا ہم ہی ذمہ اٹھاتے ہیں کہ کوئی صاحب طالب حق بن کر یعنی اسلام قبول کرنے کا تحریری وعدہ کرکے کسی کتاب عبرانی، یونانی، لاطینی، انگریزی اور سنسکرت وغیرہ سے کسی قدر دینی صداقتیں نکال کر پیش کریں یا اپنی ہی عقل کے زور سے کوئی الٰہیات کا نہایت باریک دقیقہ پیدا کرکے دکھلاویں تو ہم اس کو قرآن شریف میں نکال دیں گے۔ بشرطیکہ اسی کتاب کی اثنائے طبع میں ہمارے پاس بھیج دیں تا اس کے کسی مقام مناسب میں بطور حاشیہ مندرج ہو کر شائع ہو جائے۔ مگر ایسے سوال کے پیش کرنے میں یہ شرط بھی بخوبی یاد رہے کہ جو شخص محرک اس بحث کے ہوں وہ اوّل اس صدق اور صفائی سے کسی اخبار میں شائع کرادیں کہ یہ بحث محض حق کی خاطر کرتے ہیں اور اپنا پورا پورا جواب پانے سے مطمئن ہو کر مستعد ہیں۔''

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ا صفحہ ۲۷۲ تا ۲۸۲)

ایک پادری صاحب نے ۱۳ مارچ ۱۸۸۲ء کے پرچہ نورافشاں میں یہ سوال پیش کیا کہ حیات ابدی کی نسبت کتاب مقدس میں کیا نہ تھا کہ قرآن یا صاحب قرآن لائے اور قرآن کن کن امروں اور تعلیمات میں انجیل پر فوقیت رکھتا ہے۔ تا یہ ثابت ہو کہ انجیل کے اترنے کے بعد قرآن کے نازل ہونے کی بھی ضرورت تھی۔ اسی طرح ایک عربی رسالہ موسوم بہ ''عبدالمسیح بن اسحاق الکندی'' اسی غرض سے افترا کیا گیا کہ تا انجیل کی ناقص اور آلودہ تعلیم کو سادہ لوحوں کی نظر میں کس طرح قابل تعریف ٹھہرایا جاوے اور قرآنی تعلیم پر بے جا الزامات لگائے جائیں۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غیرت جوش میں آئی اور آپ نے قرآن کریم کی تعلیم سے ایک ذرّہ کا ہزارم حصہ نقص نکالنے یا قرآن کریم کے بالمقابل کسی دوسری الہامی کتاب سے کسی ایسی خوبی کے پیش کرنے پر جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو آپ سزائے موت قبول کر لیں گے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''اگر کوئی شخص ایک ذرّہ کا ہزارم حصہ بھی قرآن شریف کی تعلیم میں کچھ نکال سکے یا اس کے اپنی کسی کتاب کی ایک ذرہ خوبی ثابت کر سکے کہ جو قرآنی تعلیم کے برخلاف ہو اور اس سے بہتر ہو تو ہم سزائے موت بھی قبول کرنے کو طیار ہیں۔ اب منصفو!! نظر کرو۔ اور خدا کے واسطے ذرہ دل کو صاف کر کے سوچو کہ ہمارے مخالفوں کی ایمانداری اور خداترسی کس قسم کی ہے کہ باوجود لاجواب رہنے کے پھر بھی فضول گوئی سے باز نہیں آتے۔

آؤ عیسائیو ادھر آؤ نورِ حق دیکھو راہ حق پاؤ
جس قدر خوبیاں ہیں فرقاں میں کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ''

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱ صفحہ ۲۹۸۔ ح ۲)

عقائد حقّہ کے اثبات میں کوئی ایسی دلیل جس کے پیش کرنے سے قرآن غافل رہا ہو پیش کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''پس الٰہی عقل از قبیل خارق عادت ہے جس کے استدلال میں کوئی غلطی نہیں اور جس نے علوم مذکورہ سے ایک ایسی شائستہ خدمت لی ہے جو کبھی کسی انسان نے نہیں لی اوراس کے ثبوت کے لئے یہی کافی ہے کہ دلائل وجود باری عزّ اسمہ اوراس کی توحید و خالقیت وغیرہ صفات کمالیہ کے اثبات میں بیان قرآن شریف کا ایسا محیط وحاوی ہے جس سے بڑھ کر ممکن ہی نہیں کہ کوئی انسان کوئی جدید برہان پیش کر سکے۔ اگر کسی کو شک ہوتو وہ چند دلائل عقلی متعلق اثبات ہستی باری عزّ ہ اسمہ یا اس کی توحید یا خالقیت یا کسی دوسری الٰہی صفت کے متعلق بطور امتحان پیش کرے تا بالمقابل قرآن شریف میں سے وہی دلائل یا ان سے بڑھ کر اس کو دکھلائے جائیں جس کے دکھلانے کے ہم آپ ہی ذمہ دار ہیں۔ غرض یہ دعویٰ اور یہ تعریف قرآنی لاف گذاف نہیں بلکہ حقیقت میں حق ہے اور کوئی شخص عقائد حقّہ کے اثبات میں کوئی ایسی دلیل پیش نہیں کر سکتا جس کے پیش کرنے سے قرآن شریف غافل رہا ہو۔ قرآن شریف بآواز بلند بیسیوں جگہ اپنے احاطہ تامّہ کا دعویٰ پیش کرتا ہے۔ چنانچہ بعض آیات ان میں سے ہم اس حاشیہ میں درج بھی کر چکے ہیں۔ سو اگر کوئی طالب حق آزمائش کا شائق ہوتو ہم اس کی تسلی کامل کرنے کے لئے مستعد اور طیار اور ذمہ وار ہیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس پر غفلت اور لاپرواہی اور بے قدری کے زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہی تھوڑے ہیں جو صدق دلی سے طالب حق ہو کر اس خاصیت عظمیٰ و معجزہ کبریٰ کی آزمائش چاہیں۔''

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر۲ صفحہ ۳۷۔ ح)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جملہ مذاہب کے پیروکاروں کو اپنی اپنی الہامی کتابوں سے قرآنی معجزات کا مقابلہ کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''کیا ان قرآنی معجزات کا کوئی کتاب جو الہامی کہلاتی ہے مقابلہ کرسکتی ہے جن سے

ذاتی اعجاز قرآن شریف کا ثابت ہوتا ہے اوراس کے روحانی خواص بپایہ ثبوت پہنچتے ہیں۔قرآن شریف توحید کے کامل اور پرزور بیان میں اپنے اصول کومعقول اور مدلّل طور پر ثابت کرنے میں، اخلاق فاضلہ کے تمام جزئیات کے لکھنے میں، اخلاق ذمیمہ کے معالجات لطیفہ میں، وصول الی اللہ کے تمام طریقوں کی توضیح میں، نجات کی سچی فلاسفی ظاہر کرنے میں، صفاتِ کاملہ الٰہیہ کے اکمل و اتم ذکر میں، مبدء و معاد کے پرحکمت بیان میں، روح کی خاصیتوں اور قوتوں اور طاقتوں اور استعدادوں کے بیان میں، حکمت بالغہ الٰہیہ کے تمام وسائل پر احاطہ کرنے میں، تمام اقسام کی صداقتوں پر مشتمل ہونے میں، تمام مذاہب باطلہ کو عقلی طور پر رد کرنے میں، حقوق عباد اللہ کے قائم کرنے میں، تاثیرات وتنویراتِ روحانیہ میں اور پھر بایں ہمہ فصیح اور بلیغ اور رنگین عبارت میں اس کمال کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے کہ ہر یک حصہ اس کے بیان کا ان بیانات میں سے درحقیت معجزہ عظیمہ ہے جس کا مقابلہ نہ کوئی آریہ کرسکتا ہے نہ کوئی عیسائی اور نہ کوئی یہودی اور نہ کوئی اور شخص جو کسی مذہب کا پابند ہے۔ اس جگہ وید سراسر بےثمر ہے اور توریت وانجیل سراسر بے اثر۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کتاب نے یہ دعویٰ نہیں کیا جو قرآن شریف نے کیا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔**قل لئن اجتمعت الجن و الانس علی ان یاتوا بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ و لو کان بعضھم لبعض ظھیرا**۔یعنی ان کو کہہ دے کہ اگر سب جن وانس اس بات پر متفق ہو جائیں کہ قرآن کی کوئی نظیر پیش کرنی چاہئے تو ممکن نہیں کہ کرسکیں۔ اگرچہ بعض بعضوں کی مدد بھی کریں۔ اور جو کچھ قرآن شریف کے ذاتی معجزات اس جگہ ہم نے تحریر کئے ہیں اگر کسی آریہ وغیرہ کو اپنے دل میں کچھ گھمنڈ یا سر میں کچھ غرور ہو اور خیال ہو کہ یہ معجزہ نہیں ہے بلکہ وید یا اس کی کوئی اور کتاب جس کو وہ الہامی سمجھتا ہے

اس کا مقابلہ کر سکتی ہے تو اسے اختیار ہے کہ آزما کر دیکھ لے۔اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر کوئی مخالف ممتاز اور ذی علم لوگوں میں سے ان معجزات قرآنیہ میں سے کسی معجزہ کا انکاری ہو اور اپنی کتاب الہامی میں زور مقابلہ خیال کرتا ہو تو ہم حسب فرمائش اس کے کوئی قسم اقسام معجزات ذاتیہ قرآن شریف میں سے تحریر کر کے کوئی مستقل رسالہ شائع کر دیں گے پھر اگر اس کی الہامی کتاب قرآن شریف کا مقابلہ کر سکے تو اسے حق پہنچتا ہے کہ تمام معجزات قرآنی سے منکر ہو جائے اور جو شرط قرار دی جائے ہم سے پوری کر لے''۔ (سرمہ چشمہ آریہ۔روحانی خزائن جلد نمبر۲ صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۵)

قرآن کریم کے خلاف اعتراض ثابت کرنے پر فی اعتراض پچاس روپیہ بطور تاوان دینے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

''سچ تو یہ ہے کہ جس شخص کے دل میں خدائے تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا اس کی عقل بھی بباعث تعصب اور عناد کی زہروں کے نہایت ضعیف اور مردہ کی طرح ہو جاتی ہے اور جو بات عین حکمت اور معرفت کی ہو وہ اس کی نظر سقیم میں سراسر عیب دکھائی دیتی ہے۔سو اسی خیال سے یہ اشتہار جاری کیا جاتا ہے اور ظاہر کیا جاتا ہے کہ جس قدر اصول اور تعلیمیں قرآن شریف کی ہیں وہ سراسر حکمت اور معرفت اور سچائی سے بھری ہوئی ہیں اور کوئی بات ان میں ایک ذرہ مؤاخذہ کے لائق نہیں اور چونکہ ہر ایک مذہب کے اصولوں اور تعلیموں میں صدہا جزئیات ہوتی ہیں اور ان سب کی کیفیت کا معرض بحث میں لانا ایک بڑی مہلت کو چاہتا ہے اس لئے ہم اس بارہ میں قرآن شریف کے اصولوں کے منکرین کو ایک نیک صلاح دیتے ہیں کہ اگر ان کو اصول اور تعلیمات قرآنی پر اعتراض ہو تو مناسب ہے کہ وہ اول بطور خود خوب سوچ کر دو تین ایسے بڑے سے بڑے اعتراض بحوالہ آیات قرآنی پیش کریں جو ان کی دانست میں

سب اعتراضات سے ایسی نسبت رکھتے ہوں جو ایک پہاڑ کو ذرّہ سے نسبت ہوتی ہے یعنی ان کے سب اعتراضوں سے ان کی نظر میں اقویٰ واشد اور انتہائی درجہ کے ہوں جن پر ان کی نکتہ چینی کی پرزور نگاہیں ختم ہوگئی ہوں اور نہایت شدت سے دوڑ دوڑ کر انہیں پر جا ٹھہری ہوں۔ سو ایسے دو یا تین اعتراض بطور نمونہ پیش کر کے حقیقت حال کو آزما لینا چاہئے کہ اس سے تمام اعتراضات کا بآسانی فیصلہ ہو جائے گا۔ کیونکہ اگر بڑے اعتراض بعد تحقیق ناچیز نکلے تو پھر چھوٹے اعتراض ساتھ ہی نابود ہو جائیں گے اور اگر ہم کافی وشافی جواب دینے سے قاصر رہے اور کم سے کم یہ ثابت نہ کر دکھایا کہ جن اصولوں اور تعلیموں کو فریق مخالف نے بمقابلہ ان اصولوں اور تعلیموں کے اختیار کر رکھا وہ ان کے مقابل پر نہایت درجہ رذیل اور ناقص اور دور از صداقت خیالات ہیں تو ایسی حالت میں فریق مخالف کو درحالت مغلوب ہونے کے فی اعتراض پچاس روپیہ بطور تاوان دیا جائے گا۔ لیکن اگر فریق مخالف انجام کار جھوٹا نکلا اور وہ تمام خوبیاں جو ہم اپنے ان اصولوں یا تعلیموں میں ثابت کر کے دکھلا دیں بمقابل ان کے وہ اپنے اصولوں میں ثابت نہ کر سکا تو پھر یاد رکھنا چاہئے کہ اسے بلاتوقف مسلمان ہونا پڑے گا اور اسلام لانے کے لئے اول حلف اٹھا کر اسی عہد کا اقرار کرنا ہوگا اور پھر بعد میں ہم اس کے اعتراضات کا جواب ایک رسالہ مستقلہ میں شائع کرا دیں گے۔ اور جو اس کے بالمقابل اصولوں پر ہماری طرف سے حملہ ہو اس حملہ کی مدافعت میں اس پر لازم ہوگا کہ وہ بھی ایک مستقل رسالہ شائع کرے اور پھر دونوں رسالوں کے چھپنے کے بعد کسی ثالث کی رائے پر یا خود فریق مخالف کے حلف اٹھانے پر فیصلہ ہوگا جس طرح وہ راضی ہو جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ فریق مخالف نامی علماء میں سے ہو اور اپنے مذہب کی کتاب میں مادہ علمی بھی رکھتا ہو اور بمقابل ہمارے حوالہ اور بیان

کے اپنا بیان بھی بحوالہ اپنی کتاب کے تحریر کر سکتا ہو۔تا ناحق ہمارے اوقات کو ضائع نہ کرے۔اور اگر اب بھی کوئی نامنصف ہمارے اس صاف صاف منصفانہ طریق سے گریز اور کنارہ کر جائے اور بدگوئی اور دشنام دہی اور توہین اسلام سے بھی باز نہ آوے تو اس سے صاف ظاہر ہوگا کہ وہ کسی حالت میں اس لعنت کے طوق کو اپنے گلے سے اتارنا نہیں چاہتا کہ جو خدائے تعالیٰ کی عدالت اور انصاف نے جھوٹوں اور بے ایمانوں اور بدزبانوں اور انجیلوں اور متعصّبوں کے گردن کا ہار کر رکھا ہے۔**والسلام علی من التبع الھدی۔**

بالآخر واضح رہے کہ اس اشتہار کے جواب میں ۲۰ستمبر ۱۸۸۶ء سے تین ماہ تک کسی پنڈت یا پادری جواب دہندہ کا انتظار کیا جائے گا اور اگر اس عرصہ میں علماء آریہ وغیرہ خاموش رہے تو انہیں کی خاموشی ان پر حجت ہوگی۔

المشــــــــــــــــــــتہر

خاکسار **غلام احمد** مؤلف رسالہ سرمہ چشم آریہ

(سرمہ چشم آریہ۔روحانی خزائن جلد نمبر ۲ صفحہ ۳۱۳،۳۱۴)

تمام مذاہب کے پیروکاروں کو اسلام،قرآن،آنحضرت ﷺ اور اپنے متعلق اعتراضات پیش کرنے پر جواب دینے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:۔

''ہم نے ارادہ کیا ہے کہ موجودہ زمانہ میں جس قدر مختلف فرقے اور مختلف رائے کے آدمی اسلام پر یا تعلیم قرآنی پر یا ہمارے سیّد و مولیٰ جناب عالی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں یا جو کچھ ہمارے ذاتی امور کے متعلق نکتہ چینیاں کر رہے یا جو کچھ ہمارے الہامات اور ہمارے الہامی دعاوی کی نسبت ان کے دلوں میں شبہات اور وساوس ہیں ان سب اعتراضات کو ایک رسالہ کی صورت پر نمبر وار مرتب کر کے

چھاپ دیں اور پھر انہیں نمبروں کی ترتیب کے لحاظ سے ہر ایک اعتراض اور سوال کا جواب دینا شروع کریں۔ لہٰذا عام طور پر تمام عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں اور یہودیوں اور مجوسیوں اور دہریوں اور برہمیوں اور طبیعوں اور فلسفیوں اور مخالف الرائے مسلمانوں وغیرہ کو مخاطب کر کے اشتہار دیا جاتا ہے کہ ہر ایک شخص جو اسلام کی نسبت یا قرآن شریف اور ہمارے سیّد اور مقتدا اور خیر الرسل کی نسبت یا خود ہماری نسبت ہمارے منصب خداداد کی نسبت ہمارے الہامات کی نسبت کچھ اعتراضات رکھتا ہو تو اگر وہ طالب حق ہے تو اس پر لازم و واجب ہے کہ وہ اعتراضات خوشخط قلم سے تحریر کر کے ہمارے پاس بھیج دے تا وہ تمام اعتراضات ایک جگہ اکٹھے کر کے ایک رسالہ میں نمبروار ترتیب دے کر چھاپ دیئے جائیں اور پھر نمبروار ایک ایک کا مفصل جواب دیا جائے۔'' (فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۳ صفحہ ۴۶، ۴۷)

قرآن کریم کے بالمقابل کسی دوسری الہامی کتاب کو افضل ثابت کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''بالآخر میں اپنے ہر ایک مخالف کو مخاطب کر کے اعلانیہ طور پر متنبہ کرتا ہوں کہ اگر وہ فی الواقع اپنی کتابوں کو منجانب اللہ سمجھتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ وہ اس ذات کامل سے صادر ہیں جو اپنی پاک کتاب کو اس شرمندگی اور ندامت کا نشانہ بنانا نہیں چاہتا کہ اس کی کتاب صرف بیہودہ اور بے اصل دعووں کا مجموعہ ٹھہرے جن کے ساتھ کوئی ثبوت نہ ہو تو اس موقعہ پر ہمارے دلائل کے مقابل پر وہ بھی دلائل پیش کرتے رہیں کیونکہ بالمقابل باتوں کو دیکھ کر جلد حق سمجھ آ جاتا ہے اور دونوں کتابوں کا موازنہ ہو کر ضعیف اور قوی اور ناقص اور کامل کا فرق ظاہر ہو جاتا ہے لیکن یاد رکھیں کہ آپ ہی وکیل نہ بن بیٹھیں بلکہ ہماری طرح دعویٰ اور دلیل اپنی کتاب میں سے پیش کریں اور

مباحثہ کے نظام کو محفوظ رکھنے کے لئے یہ بات بھی لازم پکڑیں کہ جس دلیل سے اب ہم شروع کرتے ہیں اسی دلیل کا وجود اپنے بالمقابل رسالہ میں اپنی کتاب میں سے نکال کر دکھلا دیں۔علی ہذا القیاس ہمارے ہر یک نمبر کے نکلنے کے مقابل اسی دلیل کو اپنی کتاب کی حمایت میں پیش کریں جو ہم نے اس نمبر میں پیش کی ہو۔اس انتظام سے بہت جلد فیصلہ ہو جائے گا کہ ان کتابوں میں سے کونسی کتاب اپنی سچائی کو ثابت کرتی ہے اور معارف کا لاانتہاء سمندر اپنے اندر رکھتی ہے۔اب ہم خدا تعالیٰ سے توفیق پا کر اول نمبر کو شروع کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی سچائی کو فاتح کر اور باطل کو ذلیل اور مغلوب کر کے دکھلا و **لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.** آمین''۔ (نور القرآن۔روحانی خزائن جلد نمبر ۹ صفحہ ۳۳۲،۳۳۳)

آپ نے جہاں قرآن کریم سے ہر یک صداقت ثابت کرنے کی مخالفین کو دعوت دی ہے وہاں یہ بھی چیلنج دیا ہے کہ شریعت اسلامیہ کے مسائل پر کسی نوع کا اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے بالمقابل اسلام کے جو اعتراض غیر مذہب پر ہیں وہ ان کا جواب نہیں دے سکتے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''ایسا ہی دوسرے مسائل غلامی اور جہاد پر بھی ان کے اعتراض درست نہیں۔ کیونکہ توریت میں ایک لمبا سلسلہ ایسی جنگوں کا چلتا ہے، حالانکہ اسلام کی لڑائیاں ڈیفینسو (دفاعی) تھیں اور وہ صرف دس سال ہی کے اندر ختم ہو گئیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ مسائل ان کی کتابوں میں سے نکال سکتا ہوں اور ایسے ہی میرا دعویٰ ہے کہ تمام صداقتیں قرآن کریم میں موجود ہیں۔اگر کوئی مدعی ایسی صداقت پیش کرے کہ وہ قرآن میں نہیں، میں اسے نکال کر دکھانے کو تیار ہوں۔اسلامی شریعت نے وہ تمام مسائل لئے ہیں جو طبعی اور فطرتی طور پر انسان کے لئے مطلوب ہیں اور جو ہر پہلو

سے اس کے قویٰ کی تربیت کرتے ہیں۔ان پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ ہاں! اسلام کے جو اعتراض غیر مذاہب پر ہیں وہ ان کا جواب نہیں دے سکتے۔''

(ملفوظات نیا ایڈیشن جلد نمبر ا صفحہ ۱۸۷، ۱۸۸)

توریت وانجیل کا قرآن سے مقابلہ کی دعوت

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر کیا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت عیسائیت بڑی سرگرم عمل تھی۔جگہ جگہ بائیبل سوسائیٹیاں قائم تھیں اور اسلام اور قرآن پاک کو مختلف انواع کے اعتراضات کا نشانہ بنائے ہوئے تھی۔اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیگر مذاہب کی طرح عیسائی دنیا کو بھی مقابلہ کیلئے للکارا اور توریت اور انجیل کا قرآن کریم سے مقابلہ کرنے کا درج ذیل چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''سو توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کریں گی۔اگر صرف قرآن شریف کی پہلی سورت کے ساتھ ہی مقابلہ کرنا چاہیں یعنی سورۃ فاتحہ کے ساتھ جو فقط سات آیتیں ہیں اور جس ترتیب انسب اور ترکیب محکم اور نظام فطرتی سے اس سورت میں صدہا حقائق اور معارف دینیہ اور روحانی حکمتیں درج ہیں ان کو موسیٰ کی کتاب یا یسوع کے چند ورق انجیل سے نکالنا چاہیں تو گویا ساری عمر کوشش کریں تب بھی یہ کوشش لاحاصل ہوگی۔اور یہ بات لاف وگزاف نہیں بلکہ واقعی اور حقیقی یہی بات ہے کہ توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورہ فاتحہ کے ساتھ بھی مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ہم کیا کریں اور کیونکر فیصلہ ہو۔پادری صاحبان ہماری کوئی بات بھی نہیں مانتے۔بھلا اگر وہ اپنی توریت یا انجیل کو معارف اور حقائق کے بیان کرنے اور خواص کلام الوہیت ظاہر کرنے میں کامل سمجھتے ہیں تو ہم بطور انعام پانسو روپیہ نقد ان کو دینے کیلئے طیار ہیں۔اگر وہ اپنی کل ضخیم کتابوں میں سے جو ستر کے قریب ہوں گی، وہ حقائق اور معارف شریعت اور مرتب اور منتظم درحکم وجواہر معرفت خواص کلام الوہیت دکھلاسکیں جو سورہ فاتحہ میں سے ہم پیش کریں اور اگر یہ روپیہ

تھوڑا ہو تو جسقدر ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم ان کی درخواست پر بڑھا دیں گے۔ اور ہم صفائی فیصلہ کیلئے پہلے سورہ فاتحہ کی ایک تفسیر طیار کر کے چھاپ کر پیش کریں گے اور اس میں وہ تمام حقائق ومعارف وخواص کلام الوہیت بہ تفصیل بیان کریں گے جو سورہ فاتحہ میں مندرج ہیں۔ اور پادری صاحبوں کا یہ فرض ہوگا کہ توریت اور انجیل اور اپنی تمام کتابوں میں سے سورہ فاتحہ کے مقابل پر حقائق اور معارف اور خواص کلام الوہیت جس سے مراد فوق العادۃ عجائبات ہیں۔ جن کا بشری کلام میں پایا جانا ممکن نہیں پیش کر کے دکھلائیں۔ اور اگر وہ ایسا مقابلہ کریں اور تین منصف غیر قوموں میں سے کہہ دیں کہ وہ لطائف اور معارف اور خواص کلام الوہیت جو سورہ فاتحہ میں ثابت ہوئے ہیں وہ ان کی پیش کردہ عبارتوں میں ثابت ہیں تو ہم پانسو روپیہ جو پہلے سے انکے لئے ان کی اطمینان کی جگہ پر جمع کرایا جائے گا دے دیں گے۔‘‘

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲ صفحہ ۳۶۲)

ویداور قرآن کریم کا موازنہ

عیسائیت کی طرح آریہ اور برہمو سماج تحاریک بھی اس زمانہ میں بڑی متحرک تھیں اور اسلام کے خلاف سخت طور پر نبرد آزما تھیں۔ اور قرآنی تعلیمات کو طرح طرح کے اعتراضات کا نشانہ بنا رہی تھی۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سب سے پہلے مذکورہ بالا انہیں دو تحریکوں کا پیچھا کیا اور ویدوں کی تعلیمات وعقائد پر ایسی کڑی تنقید کی کہ آریوں کو پیچھا چھڑانا مشکل ہوگیا۔ آپ نے بار بار ویدوں کو قرآنی تعلیمات سے مقابلہ وموازنہ کرنے کی آریہ سکالرز کو دعوتیں دیں۔ مگر کوئی بھی آریہ سکالر آپ کے سامنے دم نہ مار سکا۔ چنانچہ ذیل میں ایسے چیلنج پیش کئے جا رہے ہیں جو آپ نے آریوں کو ویدوں کا قرآن سے مقابلہ اور دونوں کتب کی تعلیمات کا موازنہ کرانے کے سلسلہ میں دیئے۔

ڈرائینگ ماسٹر لالہ مرلیدھر

ضلع ہوشیار پور میں آریوں کے ایک مذہبی سکالر اور مدار المہام لالہ مرلیدھر تھے جو آریہ سماج کے بڑے ہی سرگرم عمل رکن تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب پسر موعود کے متعلق پیشگوئی کی اشاعت کے بعد چند دنوں کیلئے ہوشیار پور میں قیام فرما ہوئے تو اس دوران لالہ مرلیدھر سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک مذہبی مناظرہ بھی عمل میں آیا جس کی تفصیل آپ نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''سرمہ چشم آریہ'' میں تحریر فرما دی ہے۔ اس مناظرہ میں ہونے والی بحث کے نتیجہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لالہ مرلیدھر کو قرآن اور وید کے مقابلہ پر مبنی درج ذیل چیلنج فرمائے۔

روحوں کے متعلق آریوں کا یہ عقیدہ ہے کہ روحیں غیر مخلوق اور غیر محدث چیز ہیں۔ آریوں کے اس عقیدہ کے خلاف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ چیلنج دیا کہ اس عقیدہ کا ویدوں سے اثبات کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

> ''اگر ماسٹر صاحب کا وید بھی کچھ علم الٰہی رکھتا ہے تو انہیں لازم ہے کہ اس وقت بمقابلہ قرآن شریف کے وید کے وہ دلائل عقلیہ پیش کریں جن کی رو سے غیر مخلوق اور غیر محدث ہونا روحوں کا ثابت ہوتا ہے بلکہ اس جگہ ہم مکرر گذارش کرنا چاہتے ہیں کہ بہتر یوں ہے کہ ماسٹر صاحب بغرض مقابلہ و موازنہ فلسفہ وید و قرآن شریف ہم کو اجازت دیں کہ تا ہم ایک علیحدہ رسالہ روحوں کی مخلوقیت اور ان کی خواص اور قوتوں اور طاقتوں کے بارے میں اور دیگر نکات اور لطائف علم روح کے متعلق اس شرط سے لکھیں کہ کسی بات اور کسی دلیل کے بیان کرنے میں بیانات قرآنی سے باہر نہ جائیں یعنی وہی دلائل و براہین مخلوقیت ارواح پیش کریں جو قرآن شریف نے آپ پیش کئے ہیں اور وہی دقائق و معارف علم روح لکھیں جو قرآن شریف نے خود لکھے ہیں۔

علیٰ ہذا القیاس۔ ماسٹر صاحب بھی بمقابل ہمارے ایسا ہی کریں یعنی وہ بھی روحوں کی غیرمخلوقیت بدلائل عقلیہ ثابت کرنے اور علم روح کے بیان کرنے میں وید ہی کی شریعتوں کے پابند رہیں اور وہی دلائل وغیرہ تحریر میں لاویں جو وید نے پیش کئے ہیں اور ہم دونوں فریق صرف حوالہ آیت یا شرتی پر کفایت نہ کریں بلکہ اس آیت یا شرتی کو بتمام مع ترجمہ و پتہ ونشان وغیرہ تحریر بھی کر دیں۔ اس طور کے مباحثہ وموزانہ سے غالب اور مغلوب میں صاف فرق کھل جائے گا اور جوان دونوں میں سے حقیقت میں خدا کا کلام ہے وہ کامل طور پر ان باتوں میں عہدہ برآ ہوگا اور اپنے حریف کو شکست فاش دے گا اور اس کی ذلّت اور رسوائی کو ظاہر کرے گا لیکن ہم بطور پیشگوئی یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ایسا مقابلہ وید سے ہونا ہرگز ممکن ہی نہیں کیونکہ وید اپنے بیانات میں سراسر غلطی پر ہے اور وہ بوجہ انسانی خیالات ہونے کے یہ طاقت اور قوت بھی نہیں رکھتا ہے کہ خداوند علیم وحکیم کی پاک وکامل کلام کا مقابلہ کر سکے۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ ہم نے علی التساوی یہ شرط پیش کی ہے یعنی اپنے نفس کے لئے اس طرز کے مقابلہ میں کوئی ایسا فائدہ مخصوص نہیں رکھا جس سے فریق ثانی متنفع نہ ہوسکتا ہو۔ پس اگر اب بھی ماسٹر صاحب کنارہ کر گئے تو کیا یہ اس بات پر دلیل کافی نہیں ہوگی کہ انکا وید ان کمالات اور خوبیوں اور پاک سچائیوں سے بکلی عاری اور خالی ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر۲ صفحہ ۱۷۰، ۱۷۱)

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مرلیدھر کو قرآن کریم کے بالمقابل وید سے علم روح بیان کرنے پر سو روپیہ انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''بالآخر ہم یہ بھی لکھنا چاہتے ہیں کہ اگر ماسٹر صاحب کے دل میں یہ خیال ہے کہ قرآن شریف میں علم روح بیان نہیں کیا گیا اور وید میں بیان کیا گیا ہے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو کیفیت روح سے کچھ خبر نہ تھی مگر وید کے چاروں رشیوں کی خبر تھی تو اس بات کا تصفیہ نہایت سہل اور آسان ہے۔ وہ یہ ہے کہ ماسٹر صاحب مقابلہ کرنے کے وعدہ پر ہم کو اجازت دیں تا ہم علم روح کو جو قرآن شریف میں لکھا ہے جس سے معرفت کاملہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالیت قرآن شریف ثابت ہوتی ہے ایک مستقل رسالہ میں مرتب کر کے بحوالہ آیات قرآنی شائع کر دیں اور جب یہ رسالہ ہماری طرف سے چھپ کر شائع ہو جائے تو اس وقت ماسٹر صاحب پر واجب و لازم ہو گا کہ اس کے مقابل پر وید کی شرتیوں کے ساتھ ایک رسالہ مرتب کریں جس میں روح کے بارے میں وید کی فلاسفی بیان کی گئی ہو کہ وہ کیونکر غیر مخلوق اور خدا کی طرح قدیم اور خدا سے الگ چلی آتی ہے اور اس کے خواص کیا کیا ہیں مگر ہم دونوں فریقوں پر لازم ہو گا کہ اپنی اپنی کتاب سے باہر نہ جائیں اور کوئی خود تراشیدہ خیال پیش نہ کریں بلکہ وہی بات پیش کریں جو اپنی کتاب الہامی نے پیش کی ہے اور اس آیت یا شرتی کو بہ پتہ خاص معہ ترجمہ لکھ بھی دیں تا کہ ناظرین رائے لگا سکیں کہ آیا وہ بات اس سے نکلتی ہے یا نہیں۔ سو اگر اس شرط سے ماسٹر صاحب مقابلہ کر دکھائیں یا کوئی اور شخص جو آریوں کے ممتاز علماء میں سے ہو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو خواہ ماسٹر صاحب ہوں یا منشی اندرمن صاحب مرادآبادی یا منشی جیونداس صاحب سیکرٹری آریہ سماج لاہور یا کوئی اور صاحب جو اس گروہ میں مسلّم العلم ہوں سو روپیہ نقد انعام دوں گا۔''

(سرمہ چشم آریہ روحانی خزائن نمبر۲ صفحہ ۱۷۷ تا ۱۸۰)

قرآن کریم کے بالمقابل وید سے بہشت میں وصال الٰہی اور لذّات روحانی کا ذکر ثابت کرنے پر لالہ مرلیدھر کو سو روپیہ انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''اور اگر ماسٹر صاحب کا اعتراض سے یہ مطلب ہے کہ اسلامی بہشت میں صرف

دنیوی نعمتوں کا ذکر ہے وصال الٰہی اور روحانی لذّات کا کہیں ذکر نہیں تو ہم اس جھگڑے کا فیصلہ کرنے کے لئے یہ عمدہ طریق سمجھتے ہیں کہ ماسٹر صاحب کسی اخبار کے ذریعہ سے پختہ طور پر ہم کو یہ اطلاع دیں کہ ہاں میری یہی رائے ہے کہ قرآن شریف میں وصالِ الٰہی اور لذّات روحانی کا کہیں ذکر نہیں۔ مگر وید میں ایسا بہت کچھ ذکر ہے تو اس صورت میں ہم وعدہ کرتے یں کہ صرف تین یا چار ہفتہ تک ایک مستقل رسالہ اسی بارہ میں بغرض مقابلہ وید و قرآن طیار کر کے جہاں تک ہو سکے بہت جلد چھپوا دیں گے اور سو روپیہ بطور انعام ایک نامی اور فاضل برہمو صاحب کے پاس جو آریوں کے بھائی بند ہیں امانت رکھ دیں گے۔ پھر اگر ماسٹر صاحب بپابندی اپنے چاروں ویدوں کی سنگتا کے جن کو وہ الہامی سمجھتے ہیں روحانی لذّات اور وصالِ ربانی کے بارے میں جو نجات یابوں کو حاصل ہوگا، قرآن شریف کا مقابلہ کر کے دکھلا دیں اور وہ برہمو صاحب اس کی تائید اور تصدیق کریں تو وہ سو روپیہ ماسٹر صاحب کا ہوگا ورنہ بجائے اس سو روپیہ کے ہم ماسٹر صاحب سے کچھ نہیں مانگتے صرف یہی شرط کرتے ہیں کہ مغلوب ہونے کی حالت میں ایسے وید سے جو بار بار انہیں ندامت دلاتا ہے دست بردار ہو کر اسلام کی سچی راہ کو اختیار کر لیں۔ (یا رغالب شو کہ تا غالب شوی) اور اگر ماسٹر صاحب اس رسالہ کی اشاعت کے بعد ایک ماہ تک خاموش رہے اور ایسا مضمون کسی اخبار میں اور نہ اپنے کسی رسالہ میں شائع کیا تو اے ناظرین آپ لوگ سمجھ جائیں وہ بھاگ گئے۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر ۲ صفحہ ۱۵۵، ۱۵۶)

تمام آریہ کو وید کا قرآن سے مقابلہ کی دعوت

آریہ سماج کے پیروکار اپنے آپ کو مواحد بیان کرتے ہیں مگر ان کی الہامی کتاب وید میں

توحید سے متعلق کوئی تعلیم نہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی حقیقت کے پیش نظر تمام آریہ کو وید سے توحید ثابت کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''تمام دنیا کے پردے میں گھوم آؤ۔ تمام قوموں سے پوچھ کر دیکھ لو۔ کوئی قوم ایسی نہ پاؤ گے کہ جو وید کو پڑھے اور اس کو موحدانہ تعلیم سمجھے۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں اور زیادہ باتوں میں وقت کھونا نہیں چاہتے کہ جو کچھ قرآن شریف کے دس ورق سے توحید کے معارف آفتاب عالمتاب کی طرح ظاہر ہوتے ہیں اگر کوئی شخص وید کے ہزار ورق سے بھی نکال کر دکھلا دے تو ہم پھر بھی مان جائیں کہ ہاں وید میں توحید ہے اور جو چاہے حسب استطاعت ہم سے شرط کے طور پر مقرر بھی کرالے۔ ہم قسمیہ بیان کرتے ہیں اور خدائے واحد لاشریک کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم بہرحال ادائے شرط مقررہ پر جس طور سے فیصلہ کرنا چاہیں حاضر ہیں لیکن ناظرین خوب یاد رکھیں اور اے آریہ کے نوعمرو نوگرفتارو! تم بھی یاد رکھو کہ وید میں ہرگز توحید محض نہیں ہے۔ وہ جا بجا مشرکانہ تعلیم سے مخلوط ہے۔ ضرور مخلوط ہے۔ کوئی اس کو بری نہیں کرسکتا اور زمانہ آتا جاتا ہے کہ اس کے سارے پردے کھل جائیں۔ سو تم لوگ اس خدا سے ڈرو جس کی عدالت سے کسی ڈھب روپوش نہیں ہوسکتے۔''

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر۲ صفحہ ۲۱۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ وید برکات روحانیہ اور محبت الٰہیہ تک پہنچانے سے قاصر اور عاجز ہے کیونکہ وید طریقہ حقہ خدا شناسی و معرفت نعماء الٰہی و بجا آوری اعمال صالحہ و تحصیل اخلاق رضیہ و تزکیہ نفس عن رذائل نفسیہ جیسے معارف کے صحیح طور پر بیان کرنے سے بکلی محروم ہے۔ چنانچہ آپ نے انہیں وجوہات کے پیش نظر مندرجہ بالا تمام امور میں ویدوں کا قرآن سے مقابلہ کرانے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

”کیا کوئی آریہ صفحہ زمین پر ہے کہ ہمارے مقابل پر ان امور میں وید کا قرآن سے مقابلہ کر کے دکھلا دے؟ اگر کوئی زندہ ہو تو ہمیں اطلاع دے اور جس امر میں امور دینیہ میں سے چاہے اطلاع دے تو ہم ایک رسالہ بالتزام آیات بینات و دلائل عقلیہ قرآنی تالیف کر کے اس غرض سے شائع کر دیں گے کہ تا اسی التزام سے وید کے معارف اور اس کی فلاسفی دکھلائی جائے۔ اور اس تکلیف کشی کے عوض میں ایسے وید خوان کے لئے ہم کسی قدر انعام بھی کسی ثالث کے پاس جمع کرا دیں گے جو غالب ہونے کی حالت میں اس کو ملے گا۔ شرط یہی ہے کہ وہ ویدوں کو پڑھ سکتا ہو تا ہمارے وقت کو ناحق ضائع نہ کرے۔“

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن نمبر۲ صفحہ ۲۹۵ تا ۲۹۸)

یہ امر قرآن کریم کی عظمت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تائید الٰہی کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ کسی آریہ کو بھی کسی ایک چیلنج کو توڑنا تو کجا صرف قبول کرنے کی توفیق بھی نہ مل سکی۔

فالحمد لله علی ذلک۔

باب ہفتم

عربی دانی

’’خدا تعالیٰ نے الہام سے مجھے خبر دی تھی کہ تجھے
عربی زبان میں ایک اعجازی بلاغت وفصاحت دی
گئی ہے اوراس کا مقابلہ کوئی نہیں کرے گا۔‘‘
(سراج منیر صفحہ ۷۳ روحانی خزائن جلد نمبر ۱۲)

عربی دانی میں مقابلہ کے چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہایت فصیح و بلیغ عربی زبان میں بیس سے زیادہ کتابیں لکھیں اور مخالف علماء کو ہزارہا روپیہ کے انعامات مقرر کر کے مقابلہ کیلئے بلایا۔ مگر کسی کو بھی بالمقابل کتاب یا رسالہ لکھنے کی جرأت نہ ہوسکی بلکہ آپ کے مقابلہ میں عربی زبان میں کتب و رسائل لکھنے کی بجائے بالکل ویسے ہی اعتراضات کرنے شروع کر دیئے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نے قرآنی چیلنج کے جواب میں کیئے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی کلام کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

''حقیقت شناس اس عبارت سے اس کا جاہل ہونا اور کوچہ عربیت سے اس کا نابلد ہونا اور دعویٰ الہام میں کاذب ہونا نکالتے ہیں اور وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ عبارت عربی کی عربی نہیں اور اس کی فقرہ بندی محض بے معنی تک بندی ہے۔ اس میں بہت سے محاورات و الفاظ کادیانی نے از خود گھڑ لئے ہیں۔ عرب سے وہ منقول نہیں اور جو اس کے عربی الفاظ و فقرات ہیں ان میں اکثر صرف و نحو و ادب کے اصول و قواعد کی رو سے اس قدر غلطیاں ہیں کہ ان اغلاط کی نظر سے ان کو مسخ شدہ عربی کہنا بے جا نہیں اور ان کے راقم کو عربی سے جاہل اور کلام الٰہی سے مشرف و مخاطب ہونے سے عاطل کہنا زیبا ہے۔'' (اشاعۃ السنہ جلد ۱۵ نمبر ۱۳ صفحہ ۳۱۶۔ نیز جلد ۱۵ نمبر ۸ صفحہ ۱۹۱)

پھر مخالفین نے آپ پر یہ بھی الزام لگایا کہ جو کتابیں عربی زبان میں آپ تصنیف فرماتے ہیں وہ خود نہیں لکھتے بلکہ دوسروں سے لکھواتے ہیں اور ایک شامی عرب اپنے پاس رکھتا ہے جو آپ کو لکھ کر دیتا ہے اور آپ اپنے نام پر شائع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں۔

''امرتسر کے گلی کوچوں میں یہ خبر مشہور تھی کہ اس قصیدہ ہمزیہ کے صلہ میں کادیانی نے شامی صاحب کو دوسو روپے دیئے ہیں۔ میں نے شامی صاحب سے خبر کی حقیقت دریافت کی تو انہوں نے اس سے انکار کیا اور ان کے بیان سے معلوم ہوا کہ اس مدح وتائید کے صلہ میں کادیانی نے کسی خوبصورت عورت سے نکاح کرا دینے کا ان کو وعدہ دیا تھا۔ وہ اس وعدہ کے بھروسہ پر قادیان میں چار مہینے کے قریب رہے۔ اس عرصہ میں کادیانی نے ان سے عربی نظم ونثر میں بہت کچھ لکھوایا۔''

(اشاعۃ السنہ جلد ۵ نمبر ۱۰ صفحہ ۱۵۷ تا ۱۶۱۔ ح)

بعض مخالف علماء نے آپ پر یہ بھی اعتراض کیا کہ آپ نے مقامات حریری اور مقامات ہمدانی وغیرہ کتب سے فقرے سرقہ کر کے اپنی کتابوں میں لکھے ہیں۔ ایسے تمام الزامات اور اعتراضات کے جواب میں ایک تو آپ نے مخالف علماء کو آمنے سامنے بیٹھ کر فصیح و بلیغ عربی زبان میں تفسیر نویسی اور کتب لکھنے کے کئی چیلنج دیئے جن کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے عربی دانی میں مقابلہ کے بھی متعدد چیلنج دیئے جو حسب ذیل ہیں۔

''و من آیاته انه علمنی لسانا عربیة۔ و اعطانی نکاتا ادبیة۔ و فضلنی علی العالمین المعاصرین۔ فان کنت فی شک من آیتی و تحسب نفسک حدیّ بلاغتی فتحام القال و القیل۔ و اکتب بحذائی الکثیر او القلیل۔ و جدّد التحقیق و دع ما فات۔ و بارزنی موطن و عین له المیقات۔ و علیٰ و علیک ان نحضر یوم المیقاة بالرأس و العیّن۔ و نناضل فی الاملاء کالخصمین۔ فان زدت فی البلاغة و حسن الاداء و جئت بکلام یسر قلوب الادباء۔ فاتوب علی یدک من کلما ادّعیت ۔ و احرق کل کتاب اشعته او اخصیت۔ و والله انی افعل کذالک فانظر انی اقسمت و آلیت'' (انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۴۷، ۲۴۸)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی تحریرات پر تنقید کی اور اپنے آپ کو بہت بڑا عربی دان ظاہر کیا تو اس کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے عربی دانی میں مقابلہ کا درج ذیل چیلنج دیا:۔

"فالامر الذی ینجی الناس من غوائل تزویراته و هباء مقالاته ان نعرض علیه کلاما منّا و کلاما آخر من بعض العرب العرباء. ونلبس علیه اسمنا و اسم تلک الادباء۔ ثم نقول انبئنا بقولنا و قول هؤلاء۔ ان کنت فی زرایتک من الصادقین فان عرف قولی و قولهم و اصاب فیما نویٰ۔ و فرق کفلق الحب من النوی۔ فنعطیه خمسین روفیة صلة منا او غرامة و نحسب منه ذالک کرامة و نعده من الادباء الفاضلین و نقبل انه کان فی ما زری من الصادقین فان کان راضیا بهذا الاختبار و متصدیا لهذا المضمار۔ فلیخبرنا بنیة صالحة کالابرار۔ و لیشع هذا العزم فی الجرائد و الاخبار کاهل الحق و الیقین۔ " (حجۃ اللہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۴۵)

ترجمہ:۔ پس وہ بات جو لوگوں کو اس کے (بٹالوی) جھوٹ سے نجات دے گی یہ ہے کہ ہم اس پر اپنا کلام اور بعض دوسرے ادیب عربوں کا کلام پیش کریں اور اپنا اور ان کا نام اس پر پوشیدہ رکھیں اور پھر اس کو کہیں کہ ہمیں بتلا کہ ان میں سے ہمارا کلام کون سا ہے اور ان کا کلام کون سا ہے اگر تو سچا ہے۔ پس اگر اس نے میرا قول اور ان کا قول شناخت کر لیا اور گٹھلی اور دانہ کی طرح فرق کر کے دکھلا دیا پس ہم اس کو پچاس روپیہ بطور انعام یا تاوان دیں گے اور یہ اس کی کرامت سمجھی جائے گی۔ اور ہم اسے ادباء فاضلین میں سے شمار کریں گے اور قبول کریں گے کہ وہ عیب گیری میں راست

گوتھا۔ پس اگر اس آزمائش کے ساتھ راضی ہو اور اس میدان کیلئے تیار ہو تو بھلے مانسوں کی طرح ہمیں خبر دے اور چاہیئے کہ اس قصد کو یقین کرنے والوں کی طرح اخباروں میں شائع کر دے۔

پیر مہر علیشاہ کو عربی دانی میں مقابلہ کی دعوت

پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے اپنی کتاب ''سیف چشتیائی'' میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فصیح و بلیغ عربی زبان میں لکھی گئی کتاب ''اعجاز المسیح'' کی عربی زبان پر تنقید کرتے ہوئے اس کی غلطیاں نکالنے کی ناکام کوشش کی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیر صاحب کو پہلے اپنی عربی دانی ثابت کرنے کی دعوت دیتے ہوئے یہ اعلان فرمایا کہ اگر پیر صاحب پہلے کوئی عربی رسالہ لکھ کر اپنی عربی دانی ثابت کریں تو بعد میں ان کو ''اعجاز المسیح'' کی عربی غلطیاں ثابت کرنے پر فی غلطی پانچ روپیہ انعام دینے کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا:

''ہم نے کئی مرتبہ یہ بھی اشتہار دیا کہ تم ہمارے مقابلہ پر کوئی عربی رسالہ لکھو پھر عربی زبان جاننے والے اس کے منصف ٹھہرائے جائیں گے۔ پھر اگر تمہارا رسالہ فصیح بلیغ ثابت ہوا تو میرا تمام دعویٰ باطل ہو جائے گا اور میں اب بھی اقرار کرتا ہوں کہ بالمقابل تفسیر لکھنے کے بعد اگر تمہاری تفسیر لفظاً و معناً اعلیٰ ثابت ہوئی تو اس وقت اگر تم میری تفسیر کی غلطیاں نکالو تو فی غلطی پانچ روپیہ انعام دوں گا .... اے بھلے آدمی پہلے اپنی عربی دانی ثابت کر پھر میری کتاب کی غلطیاں نکال اور فی غلطی ہم سے پانچ روپیہ لے اور بالمقابل عربی رسالہ لکھ کر میرے اس کلامی معجزہ کا باطل ہونا دکھلا۔ افسوس کہ دس برس کا عرصہ گذر گیا کسی نے شریفانہ طریق سے میرا مقابلہ نہیں کیا''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن نمبر ۱۸ صفحہ ۴۴۰، ۴۴۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف مسلمان علماء ومشائخ کو عربی دانی میں مقابلہ کی دعوت دی بلکہ ایسے عیسائی پادریوں کو بھی مقابلہ کی دعوت دی جنہوں نے اسلام کو ترک کر کے عیسائیت قبول کر لی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ضمیمہ نزول المسیح میں جو طویل عربی قصیدہ صرف پانچ دن میں لکھ کر شائع کیا اس کے بالمقابل مسلمان علماء کے علاوہ عیسائی پادریوں کو بھی قصیدہ لکھنے پر دس ہزار روپیہ انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''چونکہ گالیاں اور تکذیب انتہاء تک پہنچ گئی ہے جن کے کاغذات میرے پاس ایک بڑے تھیلہ میں محفوظ ہیں اور یہ لوگ اپنے اشتہارات میں بار بار گزشتہ نشانوں کی تکذیب کرتے اور آئندہ نشان مانگتے ہیں اس لئے ہم یہ نشان ان کو دیتے ہیں اور ایسا ہی عیسائیوں نے بھی مجھے مخاطب کر کے بار بار لکھا ہے کہ انجیل میں ہے کہ جھوٹے مسیح آئیں گے اور اس طرح پر انہوں نے مجھے جھوٹا مسیح قرار دیا ہے حالانکہ خود ان دنوں میں خاص لنڈن میں عیسائیوں میں سے جھوٹا مسیح پگٹ نام موجود ہے جو خدائی اور مسیحیت کا دعویٰ کرتا ہے اور انجیل کی پیشگوئی کو پورا کر رہا ہے۔ لیکن آئندہ اگر کوئی مجھے قرار دینا چاہے تو اسے لازم ہے کہ میرے نشانوں کا مقابلہ کرے۔ عیسائیوں میں بھی بہت سے مرتد مولوی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر پادری صاحبان اس تکذیب میں سچے ہیں تو وہ ایسا قصیدہ ان مولویوں سے پانچ دن تک بنوا کر دس ہزار روپیہ مجھ سے لیں اور مشن کے کاموں میں خرچ کریں مگر جو شخص تاریخ مقررہ کے بعد کچھ بکواس کرے گا یا کوئی تحریر دکھلائے گا، اس کی تحریر کسی گندی نالی میں پھینکنے کے لائق ہوگی۔ منہ''

(ضمیمہ نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۱۴۷ح)

باب ہشتم

دیگر متفرق علمی چیلنج

آریہ سماج کے عقائد سے متعلق علمی چیلنج

1۔ارواح بے انت ہیں

ارواح کے متعلق آریہ سماج والوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ارواح بے انت ہیں اور نیز یہ کہ پرمیشر کو بھی ان کی تعداد کا صحیح علم نہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہ دلائل اس عقیدہ کا رد فرماتے ہوئے اس عقیدہ کے اثبات پر مبلغ پانچصد روپیہ انعام دینے کا درج ذیل اعلان فرمایا:۔

''اگر کوئی صاحب آریہ سماج والوں میں سے بپابندی اصول مسلمہ اپنے کے کل دلائل مندرجہ ''سفیر ہند'' و دلائل مرقومہ جواب الجواب مشمولہ اشتہار ہذا کے توڑ کر یہ ثابت کر دے کہ ارواح موجودہ جو سوا چار ارب کی مدت میں کل دورہ اپنا پورا کرتے ہیں بے انت ہیں اور ایشور کو تعداد ان کا نامعلوم رہا ہوا ہے تو میں اس کو مبلغ پانسو روپیہ بطور انعام کے دوں گا۔ اور درصورت توقف کے شخص مثبت کو اختیار ہو گا کہ مدد عدالت وصول کرے۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد نمبر ا صفحہ ۱۰۲)

''۱۸۷۸ء میں راقم اس کا جو آریہ سماج کی نسبت پرچہ ۹ فروری اور بعد اس کے سفیر ہند میں بدفعات درج ہو چکا ہے، اقرار صحیح قانونی اور عہد شرعی کر کے لکھ دیتا ہوں کہ اگر باوا نرائن سنگھ صاحب یا کوئی اور صاحب منجملہ آریہ سماج کے جو ان سے متفق الرائے ہوں ہماری ان وجوہات کا جواب جو سوال مذکورہ میں درج ہے اور نیز ان دلائل کے تردید جو تبصرہ مشمولہ اشتہار ہذا میں مبین ہے پورا پورا ادا کر کے بدلائل حقہ یقینیہ یہ ثابت کر دے کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشور کو ان کی تعداد معلوم نہیں تو میں پانچسو روپیہ نقد اس کو بطور جرمانہ کے دوں گا اور درصورت نہ ادا ہونے روپیہ کے

مجیب مثبت کو اختیار ہوگا کہ امداد عدالت سے وصول کرے۔ تنقید جواب کی اس طرح عمل میں آوے گی جیسے تنقیح شرائط میں اوپر لکھا گیا ہے اور نیز جواب باوا صاحب کا بعد طبع اور شائع ہونے تبصرہ ہماری کے مطبوع ہوگا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد نمبر ا صفحہ ۶)

۲۔ تناسخ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریہ سماج کے مسئلہ تناسخ کے رد میں ایک مضمون تحریر فرمایا اور پنڈت کھڑک سنگھ اور بعض دیگر معروف آریہ علماء وفضلاء کو اپنے دلائل بابطال تناسخ کا رد کرنے پر مبلغ پانچ صد روپیہ انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

’’بلکہ میں عام اعلان دیتا ہوں کہ منجملہ صاحبان مندرجہ عنوان مضمون ابطال تناسخ جو ذیل میں تحریر ہوگا، کوئی صاحب ارباب فضل وکمال میں سے متصدی جواب ہوں۔ اور اگر کوئی صاحب بھی باوجود اس قدر تاکید مزید کے اس طرف متوجہ نہیں ہوں گے اور دلائل ثبوت تناسخ کے فلسفہ متدعویہ وید سے پیش نہیں کریں گے یا درصورت عاری ہونے وید کے ان دلائل سے اپنی عقل سے جواب نہیں دیں گے تو ابطال تناسخ کی ہمیشہ کے لئے ان پر ڈگری ہو جائے گی۔ اور نیز دعویٰ وید کا گویا وہ تمام علوم وفنون پر متضمن ہے محض بے دلیل اور باطل ٹھہرے گا۔ اور بالآخر بغرض توجہ دہانی یہ بھی گزارش ہے کہ میں نے جو قبل اس سے فروری ۱۸۷۸ء میں ایک اشتہار تعدادی پانسو روپیہ بابطال مسئلہ تناسخ دیا تھا وہ اشتہار اب اس مضمون سے بھی بعینہٖ متعلق ہے۔ اگر پنڈت کھڑک سنگ صاحب یا کوئی اور صاحب ہمارے تمام دلائل کو نمبروار جواب دلائل مندرجہ وید سے دیکر اپنی عقل سے توڑ دیں گے تو بلاشبہ رقم اشتہار کے مستحق ٹھہریں گے اور بالخصوص بخدمت کھڑک سنگھ صاحب جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم پانچ

منٹ میں جواب دے سکتے ہیں یہ گزارش ہے کہ اب اپنی اس استعداد علمی کو بروئے فضلائے نامدار ملت مسیحی اور برہمو سماج کے دکھلا دیں۔''

(پرانی تحریریں۔روحانی خزائن جلد۲صفحہ۵)

۳۔ویدوں کے رشیوں کا ملہم ہونا

آریوں کا یہ عقیدہ ہے کہ چاروں وید چار رشیوں پر الہاماً نازل ہوئے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریوں کو اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''ہندوؤں کو آگ وغیرہ اپنے دیوتاؤں سے بہت پیار رہا ہے اور رگوید کی پہلی شرتی اگنی سے ہی شروع ہوتی ہے۔سو جن چیزوں سے وہ پیار کرتے تھے انہیں چیزوں پر ویدوں کا نازل ہونا تھوپ دیا ورنہ ویدوں میں تو کہیں نہیں لکھا کہ حقیقت میں ایسے چار آدمی کسی ابتدائی زمانہ میں گذرے ہیں اور انہیں پر وید نازل ہوئے ہیں اور اگر لکھا ہے تو پھر آریوں پر واجب ہے کہ ویدوں کے رو سے ان کا ملہم ہونا اور ان کا سوانح عمری کسی رسالہ میں چھپوا دیں۔آریوں کا یہ اعتقادی مسئلہ ہے کہ ابتدائے دنیا میں نہ صرف ایک دو آدمی بلکہ کروڑ ہا آدمی مختلف ملکوں میں مینڈکوں کی طرح زمین کے بخار سے پیدا ہو گئے تھے۔ان میں سے آریہ دیس کے چار رشی ملہم اور باقی سب مخلوقات الہام سے بدنصیب اور ان ملہموں کے حوالے کر دی گئی تھی۔اس صورت میں ضرور لازم آتا ہے کہ اپنے ملہموں کی تمیز وشناخت کے پرمیشر نے ان رشیوں کو کوئی ایسے نشان دیئے ہوں جن سے دوسرے لوگ جو اسی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے ان کو شناخت کر سکیں اور اگر ایسے نشان دیئے تھے تو وید میں سے ثابت کرنی چاہئے۔''

(سرمہ چشمہ آریہ۔روحانی خزائن جلد۲صفحہ۲۸۴،۲۸۵)

آریہ سماج والوں کا یہ عقیدہ کہ رشی تمام ممالک کی اصلاح کیلئے مامور ہوئے تھے پر تنقید

کرتے ہوئے فرمایا:۔

''اور یقیناً سمجھنا چاہیئے کہ یہ بھی نری لاف ہے کہ وید کے رشی تمام ممالک کی اصلاح کے لئے مامور ہوئے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو وید میں ضرور یہ لکھا ہوتا کہ کبھی وہ رشی اپنی چار دیوار آریہ دیس سے نکل کر کسی دور دراز ملک میں وعظ کرنے کے لئے گئے تھے۔ وید میں امریکہ کا کہاں ذکر ہے۔ افریقہ کا نشان کہاں پایا جاتا ہے۔ یوروپ کے مختلف ملکوں اور حصوں سے وید کو کب خبر ہے بلکہ ایشیائی ملکوں کی اطلاع سے بھی وید غافل ہے اور اس کے پڑھنے سے جا بجا صاف معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشر کی ہمگی تمامی جائیداد ہندوستان یعنی آریہ دیس ہی ہے۔ بھلا اگر ہم ان تمام باتوں میں سچے نہیں ہیں تو ویدوں کے رو سے یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ کسی وید کے رشیوں نے آریہ دیس سے باہر قدم رکھ کر اور ویدوں کو اپنی بغل میں لے کر غیر ممالک کا بھی سفر کیا تھا۔ یہ بات ہر گز ثابت نہیں ہو سکتی۔'' (سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد۲ صفحہ ۲۸۶)

۴۔ نیوگ

آریہ سماج کے ایک بہت ہی معروف پنڈت دیانند نے اپنے ایک مضمون میں از روئے وید نیوگ کا اثبات کرتے ہوئے بیوہ اور بے اولاد خاوند والی عورت کے لئے نیوگ جائز قرار دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت دیانند کے اس عقیدہ کو تنقید کا نشانہ بنایا تو بعض آریوں نے خاوند والی عورت کیلئے نیوگ کو ناجائز قرار دیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درج ذیل چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''اس لئے ہم اس رسالہ کے ساتھ ایک سو روپیہ کا اشتہار بھی دیتے ہیں کہ اگر یہ بات خلاف نکلے کہ پنڈت دیانند نے وید کے حوالہ سے نہ صرف بیوہ کا غیر سے بغیر نکاح کے ہمبستر ہونا ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے بلکہ عمدہ عمدہ وید کی شرتیوں کا حوالہ دے کر

اس قسم کے نیوگ کو بھی ثابت کر دیا ہے کہ خاوند والی عورت اولاد کے لئے غیر سے نطفہ لیوے اور غیر اس سے اس مدت تک بخوشی ہم بستر ہوتا رہے جبتک کہ چند لڑکے پیدا نہ ہولیں تو ہم اس بیان کے خلاف واقعہ نکلنے کی صورت میں نقد سو روپیہ اشتہار جاری کرنے والوں کو دیدیں گے۔ اور اس وقت وہ گالیاں جو اشتہار میں لکھی ہیں ہمارے حق میں راست آئیں گی۔ اگر روپیہ ملنے میں شک ہوتو ان چاروں صاحبوں میں سے جو شخص چاہے باضابطہ رسید دینے کے بعد وہ روپیہ اپنے پاس جمع کرالے اور ہر طرح سے تسلی کر لیں اور ہمیں یہ ثبوت دیں کہ خاوند والی عورت کا نیوگ جائز نہیں اور اگر اس رسالہ کے شائع ہونے سے ایک ماہ کے عرصہ میں جواب نہ دیں تو ان کی ہٹ دھرمی ثابت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ درحقیقت وہ لوگ آپ ہی خبیث النفس اور قدیمی متعصب اور غلط بیان ہیں جو کسی طرح ناپاکی کے راہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔''

(آریہ دھرم۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۱۴)

۵۔ نجات

مکتی یعنی نجات کے متعلق آریہ سماج کا عقیدہ ہے کہ اعمال چونکہ محدود ہیں اس لئے محدود اعمال کا غیر محدود بدلہ نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا نجات دائمی نہیں ہوسکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریہ کو اپنے اس خیال کی تائید میں ویدوں سے کوئی شرتی پیش کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''بھلا کوئی ایسی شرتی پیش تو کرو جس میں پرمیشر نے کہا ہو کہ میں دائمی نجات دینے پر قادر تو تھا لیکن میں نے نہ چاہا کہ محدود اعمال کا غیر محدود بدلہ دوں۔ ہم ایسے کسی آریہ کو ہزار روپیہ نقد دینے کو تیار ہیں۔'' (چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۱)

۶۔ ویدوں کی الہامی حیثیت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ویدوں کی الہامی حیثیت پر تنقید کرتے ہوئے آریوں کو وید سے کسی ایسی صرف ایک شرتی پیش کرنے کا چیلنج دیا جو پوری ہو چکی ہو۔فرمایا:۔

''پس اگر وید میں یقینی علم کی تعلیم دینے کے لئے کوئی پیشگوئی بیان کی گئی ہے اور وہ پوری ہو چکی ہے تو اس شرتی کو پیش کرنا چاہئے ورنہ وید کے بیان اور ایک گنوار نادان کے بیان میں کچھ فرق نہیں۔اور یہ ضروری امر ہے کہ جو کتاب خدا کی کتاب کہلاتی ہے وہ خدا کا عالم الغیب ہونا صرف زبان سے بیان نہ کرے بلکہ اس کا ثبوت بھی دے۔کیونکہ بغیر ثبوت کے نرا یہ بیان کہ خدا عالم الغیب ہے انسان کے ایمان کو کوئی ترقی نہیں دے سکتا اور ایسی کتاب کی نسبت شبہ ہو سکتا ہے کہ اس نے صرف سنی سنائی باتیں لکھی ہیں۔'' (چشمہ معرفت۔روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۳۸)

۷۔ تبدیلی مذہب کیلئے ویدوں کا پڑھنا ضروری نہیں

آریہ دھرم سے تعلق رکھنے والے بعض آریوں نے آریہ مذہب کو خیر باد کہتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔اس پر بعض آریہ صاحبوں نے ایسے نو مسلم آریوں پر یہ اعتراض کیا کہ ان کا مسلمان ہونا تب صحیح ہوتا کہ اول وہ چاروں وید پڑھ لیتے اور پھر ویدوں کے پڑھنے کے بعد چاہئے تھا کہ وہ آریہ دھرم کا اسلام سے مقابلہ کرتے۔اس کے باوجود اگر وہ پوری تحقیق و تفتیش کے بعد اسلام کو حق جانتے ہوئے قبول کرتے تو اس صورت میں ان کا مسلمان ہونا صحیح تسلیم کر لیا جاتا۔اس اعتراض کی تردید فرماتے ہوئے حضور نے درج ذیل چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''اور یہ باتیں میری بے تحقیق نہیں بلکہ میں آریہ صاحبوں کو ہزار روپیہ بطور انعام دینے کو طیار ہوں۔اگر وہ میرے پر ثابت کر دیں کہ جس قدر ان کی فہرست میں مردو

زن آریہ درج ہیں۔ یا یوں کہو کہ جس قدر آریہ سماجی کہلانے والے مرد ہوں یا عورت ہوں، برٹش انڈیا میں موجود ہیں فیصدی ان میں سے پانچ ایسے پنڈت پائے جاتے ہیں جو چاروں وید سنسکرت میں جانتے ہیں۔ اگر چاہیں تو میں کسی سرکاری بنک میں یہ روپیہ جمع کرا سکتا ہوں۔" (نسیم دعوت۔ روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ ۳۷۰)

آریہ اور پادریوں کو بالمقابل اپنے اپنے مذہب کی خوبیاں اور کمالات پیش کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

"قانون سنڈیشن ہمارے لئے بہت مفید ہے۔ صرف ہم ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ دوسرے مذہبوں کو ہلاک کرنے کے لئے یہ بھی ایک ذریعہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے پاس تو حقائق اور معارف کے خزانے ہیں۔ ہم ان کا ایک ایسا سلسلہ جاری رکھیں گے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ مگر آریہ یا پادری کون سے معارف پیش کریں گے۔ پادریوں نے گزشتہ پچاس سال کے اندر کیا دکھایا ہے۔ کیا گالیوں کے سوا وہ اور کچھ پیش کر سکتے ہیں جو آئندہ کریں گے؟ ہندوؤں کے ہاتھوں میں بھی اعتراضوں کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر کسی آریہ یا پادری کو اپنے مذہب کے کمالات اور خوبیاں بیان کرنے کو بلایا جائے تو ہمارے مقابلہ میں ایک ساعت بھی نہ ٹھہر سکے۔"

(ملفوظات نیا ایڈیشن جلد ا صفحہ ۱۱۱)

مولوی محمد حسین بٹالوی کو دیئے گئے بعض علمی چیلنج

لفظ "الدجال" کے متعلق چیلنج

" اگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی یا ان کا کوئی ہم خیال یہ ثابت کر دیوے کہ

اَلدَّ جَّال کا لفظ جو بخاری اور مسلم میں آیا ہے بجز دجّال معہود کے کسی اور دجّال کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے تو مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں ایسے شخص کو بھی جس طرح ممکن ہو ہزار روپیہ نقد بطور تاوان دوں گا۔ چاہیں تو مجھ سے رجسٹری کرالیں یا تمسک لکھا لیں۔ اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہیں جنہوں نے غرور اور تکبر کی راہ سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ توفی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنے پورے لینے کے ہیں یعنی جسم اور روح کو بہ ہیئت کذائی زندہ ہی اٹھالینا اور وجود مرکب جسم اور روح میں سے کوئی حصہ متروک نہ چھوڑنا بلکہ سب کو بحیثیت کذائی اپنے قبضہ میں زندہ اور صحیح سلامت لے لینا۔ سو اسی معنی سے انکار کر کے یہ شرطی اشتہار ہے۔ ایسا ہی محض نفسانیت اور عدم واقفیت کی راہ سے مولوی محمد حسین صاحب نے اَلدَّ جَّال کے لفظ کی نسبت جو بخاری اور مسلم میں جابجا دجّال معہود کا ایک نام ٹھہرایا گیا ہے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ اَلدَّ جَّال دجّال معہود کا خاص طور پر نام نہیں بلکہ ان کتابوں میں یہ لفظ دوسرے دجالوں کے لئے بھی مستعمل ہے اور اس دعوی کے وقت اپنی حدیث دانی کا بھی ایک لمبا چوڑا دعویٰ کیا ہے۔ سو اس وسیع معنی اَلدَّ جَّال سے انکار کر کے اور یہ دعویٰ کر کے کہ لفظ اَلدَّ جَّال کا صارف دجّال معہود کے لئے آیا ہے اور بطور علم کے اس کے لئے مقرر ہو گیا ہے۔ یہ شرطی اشتہار جاری کیا گیا ہے۔ مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہم خیال علماء نے لفظ توفی اور اَلدَّ جَّال کی نسبت اپنے دعوی متذکرہ بالا کو بپایہ ثبوت پہنچا دیا تو وہ ہزار روپیہ لینے کے مستحق ٹھہریں گے اور نیز عام طور پر یہ عاجز یہ اقرار بھی چند اخباروں میں شائع کر دے گا کہ درحقیقت مولوی محمد حسین صاحب اور ان کے ہم خیال فاضل اور واقعی طور پر محدث اور مفسر اور رموز اور

دقائق قرآن کریم اوراحادیث نبویہ کے سمجھنے والے ہیں۔اگرثابت نہ کرسکے تو پھر یہ ثابت ہوجائے گا کہ یہ لوگ دقائق وحقائق بلکہ سطحی معنوں قرآن اورحدیث کے سمجھنے سے بھی قاصراورسراسرغبی اور پلیداوردرپردہ اللہاوررسول کے دشمن ہیں کہ محض الحادکی راہ سے واقعی اورحقیقی معنوں کوترک کرکےاپنے گھرکےایک نئے معنے گھڑتے ہیں۔"

(ازالہاوہام۔روحانی خزائن جلد۳صفحہ۶۰۳،۶۰۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لفظ" الدجال" کے متعلق چیلنج کو ایک دوسرے مقام پر دہراتے ہوئے فرمایا:۔

"الدجال کے لفظ کی نسبت جسقدر آپ نے بیان کیا وہ سب لغو ہے۔آپ نہیں جانتے کہ دجّال معہود کے لئے اَلدَّجّال ایک نام مقرر ہو چکا ہے۔ دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۱۰۵۵۔ اگرآپ اَلدَّجّال صحیح بخاری میں بجز دجّال معہود کے کسی اور کی نسبت اطلاق ہونا ثابت کردیں تو پانچ روپیہ آپ کی نذر ہوں گے۔ ورنہ اے مولوی صاحب ان فضول ضدوں سے باز آؤ۔ان السمع و البصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولاآپ اگرکچھ حدیث سمجھنے کا ملکہ رکھتے ہیں اَلدَّجّال کے لفظ سے استعمال صحیح بخاری یا صحیح مسلم میں بغیر دجّال معہود کے کسی اور میں ثابت کریں۔ ورنہ بقول آپ کی ایسی باتیں کرنا اس شخص کا کام ہے جس کو حدیث بلکہ کسی شخص کا کلام سمجھنے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ آپ ہی کا فقرہ ہے آپ ناراض نہ ہوں۔ ایں ہمہ سنگ است کہ برسرے من زدی۔" (الحق مباحثہ لدھیانہ۔روحانی خزائن جلد ۴صفحہ۱۲۱)

اپنے دعویٰ کے خلاف دلائل پیش کرنے کی دعوت

"ہاں اگرمولوی صاحب نفس دعویٰ میں جومیں نے کیاہے بالمقابل دلائل پیش کرنے

سے بحث کرنا چاہیں تو میں طیار ہوں اور اگر وہ خاص بحثیں جنکی درخواست اس تحریر میں کی گئی ہے پسند خاطر ہوں تو ان کیلئے بھی حاضر ہوں۔اب انشاء اللہ یہ کاغذات چھپ جائیں گے اور مولوی صاحب نے جسقدر تیز زبانی سے ناحق کو حق قرار دیا ہے پبلک کو اس پر رائے لگانے کیلئے موقعہ ملے گا۔**و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين**۔خاکسار راقم غلام احمد ۲۹ جولائی ۱۸۹۱ء۔''

(الحق مباحثہ لدھیانہ۔روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۱۲۵)

بظاہر متعارض چند احادیث کی تطبیق کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ لدھیانہ میں مباحثہ کے دوران مولوی بٹالوی صاحب کو بظاہر متعارض چند بخاری اور مسلم کی احادیث میں تطبیق کر دینے پر مبلغ پچیس روپے انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''امام ابن خزیمہ تو فوت ہو گئے۔اب ان کے دعویٰ کی نسبت کچھ کلام کرنا بیفائدہ ہے لیکن مجھے یاد ہے کہ آپ نے اپنے مضمون کے سنانے کے وقت بڑے جوش میں آ کر فرمایا تھا کہ ابن خزیمہ تو امام وقت تھے میں خود دعویٰ کرتا ہوں کہ دو متعارض حدیثوں میں جو دونوں صحیح الاسناد تسلیم کی گئی ہوں توفیق و تالیف دے سکتا ہوں اور ابھی دے سکتا ہوں۔آپ کا یہ دعویٰ ہر چند اس وقت ہی فضول سمجھا گیا تھا لیکن برعایت شرائط قرار یافتہ مناظرہ اس وقت آپ کی تقریر میں بولنا ناجائز اور ممنوع تھا۔ چونکہ آپ کی خودستائی حد سے گذر گئی ہے اور عجز و نیاز اور عبودیت کا کوئی خانہ نظر نہیں آتا اور اس وقت **انا اعلم** کا جوش آپ کے نفس میں پایا جاتا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اسی دعویٰ کے رو سے آپ کے کمالات کی آزمائش کروں جس آزمائش کے ضمن میں میری اصل بحث بھی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔میں بالطبع اس

سے کارہ ہوں کہ کسی سے خواہ نخواہ آویزش کروں لیکن چونکہ آپ کر بیٹھے ہیں اور دوسروں کوتحقیر اور ذلت کی نظر سے دیکھتے ہیں یہاں تک کہ آپ کے خیال میں امام اعظم کوبھی حدیث دانی میں آپ سے کچھ نسبت نہیں ۔اس لئے بقول سعدی

نداد کسے با تو ناگفتہ کار و لیکن چو گفتی دلیلش بیار

چاہتا ہوں کہ چھ سات حدیثیں بخاری اور مسلم کی یکے بعد دیگرے جن میں میری نظر میں تعارض ہے آپ کی خدمت میں پیش کروں ۔اگر آپ ان میں توفیق وتالیف امام ابن خزیمہ کی طرح کر دکھائیں گے تو میں تاوان کے طور پر آپ کو پچیس روپیہ نقد دوں گا اور نیز مدت العمر تک آپ کے کمالات کا قائل ہو جاؤں گا۔''

(الحق مباحثہ لدھیانہ۔روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۱۰۲ تا ۱۰۴)

مولوی بٹالوی کو بالمقابل انجیل کی تفسیر لکھنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''شیخ بطال محمد حسین بطالوی جو اہل قبلہ کو کافر کہنے سے باز نہیں آتا۔اب اس تفسیر کے شائع ہونے سے پہلے اسی انجیل کی تفسیر لکھے تا اس کی علمی اور ایمانی قوت معلوم ہو ورنہ ایسی لیاقت قابل شرم ہے جیسا کہ اس نے عیسائیوں کے مباحثہ کی نسبت ہمارے پندرہ دن فی البدیہہ تقریر پر ہماری ہی باتیں چُرا چُرا کر ڈھائی برس میں گھر میں بیٹھ کر نکتہ چینی کا مضمون تیار کیا اور مر مر کر دوسروں سے مدد لے کر ہمارے پندرہ دن کی جگہ تیس مہینے خرچ کئے۔منہ۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ ۲۲۱)

گورنمنٹ عالیہ کے سچے خیر خواہ کے پہچاننے کیلئے ایک کھلا کھلا طریق آزمائش

مولوی محمد حسین بٹالوی کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ کسی نہ کسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو

گورنمنٹ عالیہ کا دشمن اور بدخواہ ثابت کرے۔ تا گورنمنٹ عالیہ انگریزی کو آپ پر بدظن کر سکے۔ چنانچہ اس صورتحال کے پیش نظر آپ نے گورنمنٹ کو یہ معلوم کرنے کیلئے کہ درحقیقت گورنمنٹ کا خیرخواہ کون ہے اور بدخواہ کون ہے درج ذیل تجویز پیش کی:۔

''سووہ طریق میری دانست میں یہ ہے کہ چند ایسے عقائد جو غلط فہمی سے اسلامی عقائد سمجھے گئے ہیں اور ایسے ہیں کہ ان کو جو شخص اپنا عقیدہ بناوے وہ گورنمنٹ کے لئے خطرناک ہے۔ ان عقائد کو اس طرح پر آلہ شناخت مخلص و منافق بنایا جائے کہ عرب یعنی مکہ اور مدینہ وغیرہ بلاد اور کابل اور ایران وغیرہ میں شائع کرنے کے لئے عربی اور فارسی میں وہ عقائد ہم دونوں فریق لکھ کر اور چھاپ کر سرکار انگریزی کے حوالہ کریں تا کہ وہ اپنے اطمینان کے موافق شائع کر دے۔ اس طریق سے جو شخص منافقانہ طور پر برتاؤ رکھتا ہے اس کی حقیقت کھل جائے گی۔ کیونکہ وہ ہرگز ان عقائد کو صفائی سے نہیں لکھے گا اور ان کا اظہار کرنا اس کو موت معلوم ہوگی۔''

(حقیقۃ المہدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۴۴۷)

بٹالوی صاحب کے ایک اعتراض کا جواب

مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اعتراض کیا کہ گویا آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی پر یہ الزام لگایا ہے کہ مولوی صاحب کسی ایسے ملہم کو بھی نہیں مانتے ہیں بخاری یا مسلم کی کسی حدیث کو موضوع کہیں۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مولوی صاحب اس سے پہلے چونکہ خود ایسے بزرگوں کو رئیس المتصوفین اور اولیاء اللہ قرار دے چکے ہیں جو بخاری اور مسلم کی بعض احادیث کو موضوع قرار دیتے ہیں اور اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں کئی بار ایسے بزرگوں کا عقیدت و احترام سے حوالہ دے چکے ہیں اور مولوی صاحب کے رسالہ میں کبھی کوئی ایسا ذکر نہیں ملتا جس میں آپ نے ایسے

بزرگوں کیلئے شیطان یا کافر کا لفظ استعمال کیا ہو۔اگر کوئی ایسی مثال پیش کر سکیں تو مبلغ یکصد روپیہ بطور تاوان آپ کو ادا کر دوں گا۔چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

''ماسوا اس کے آپ کا وہ پرچہ اشاعت السنۃ موجود ہے۔میں اپنے پر سو روپیہ تاوان قبول کرتا ہوں اگر منصفین اس پرچہ کو پڑھ کر یہ رائے ظاہر کریں کہ آپ نے ان اولیاء کو جنہوں نے ایسا رائے ظاہر کیا تھا کافر اور شیطان ٹھہرایا تھا اور ان کے ملہمات کو شیطانی مخاطبات میں داخل کیا تھا تو میں سو روپیہ داخل کر دوں گا۔آپ اپنے شائع کردہ ریویو کے منشاء سے بھاگنا چاہتے ہیں اور ایک پورانی قوم کی عادت پر تحریفوں پر زور مار رہے ہیں و انی لکم ذالک و لات حین مناص.''

(الحق مباحثہ لدھیانہ۔روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۱۲۳)

علماء ندوہ

حضرت مسیح موعود نے علماء ندوہ کو قادیان آ کر اپنے دعویٰ کے اثبات میں دلائل سننے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''اور پھر میرے معجزات اور دیگر نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے طلب ثبوت کے لئے بعض منتخب علماء ندوہ کے قادیان میں آویں اور مجھ سے معجزات اور دلائل یعنی نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا ثبوت لیں۔پھر اگر سنت انبیاء علیہم السلام کے مطابق میں نے پورا ثبوت نہ دیا تو میں راضی ہوں گا کہ میری کتابیں جلائی جائیں لیکن اس قدر محنت اٹھانا بڑے باخدا کا کام ہے۔'' (تحفہ الندوہ۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۰۱)

حکیم محمود مرزا ایرانی

حکیم محمود مرزا ایرانی کو بالمقابل مضمون نویسی کے مقابلہ کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

”آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷ اگست ۱۹۰۴ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزامحمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں۔ وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہیں۔ دعویٰ کرتے ہیں اور مجھ سے مقابلہ کے خواہشمند ہیں۔ میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے اس قدر شدّت کم فرصتی ہے کہ میں ان کی اس درخواست کو قبول نہیں کرسکتا کیونکہ کل ہفتہ کے روز جلسہ کا دن ہے جس میں میری مصروفیت ہوگی۔ اور اتوار کے دن علی الصباح مجھے گورداسپور میں ایک مقدمہ کیلئے جانا جو عدالت میں دائر ہے ضروری ہے۔ میں قریباً بارہ دن سے لاہور میں مقیم ہوں۔ اس مدت میں کسی نے مجھ سے ایسی درخواست نہیں کی اب جبکہ میں جانے کو ہوں اور ایک منٹ بھی مجھے کسی اور کام کے لئے فرصت نہیں تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس بے وقت کی درخواست سے کیا مطلب اور کیا غرض ہے۔ لیکن تاہم میں مرزامحمود صاحب کو تصفیہ کے لئے ایک اور صاف راہ بتلاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ کل ۳ ستمبر کو جو جلسہ میں میرا مضمون پڑھا جائے گا وہ مضمون ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار اپنے پرچہ میں بتمام وکمال شائع کردیں۔ حکیم صاحب موصوف سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس مضمون کے مقابلہ میں اسی اخبار میں اپنا مضمون شائع کرادیں۔ اور پھر خود پبلک ان دونوں مضمونوں کو پڑھ کر فیصلہ کرلے گی کہ کس شخص کا مضمون راستی اور سچائی اور دلائل قویہ پر مبنی ہے۔ اور کس شخص کا مضمون اس مرتبہ سے گرا ہوا ہے۔ میری دانست میں یہ طریق فیصلہ ان بدنتائج سے بہت محفوظ ہوگا جو آجکل زیادہ مباحثات سے متوقع ہے۔ بلکہ چونکہ اس طرز میں روئے کلام حکیم صاحب کی طرف نہیں اور نہ ان کی نسبت کوئی تذکرہ ہے اس لئے ایسا مضمون ان رنجشوں سے بھی برتر ہوگا جو باہم مباحثات سے کبھی کبھی پیش آجایا کرتے ہیں۔ والسلام منہٗ“ الراقم میرزا غلام احمد قادیانی

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۱۴۶)

میاں عبدالحق غزنوی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک حریف مولوی میاں عبدالحق غزنوی کو کسی ایسے مباحثہ کی نظیر لانے کا چیلنج دیتے ہوئے جس میں کوئی دوسرا آپ پر غالب رہا ہو فرمایا:۔

''کیوں میاں عبدالحق کیا یہ تم نے سچ بولا ہے۔ کیا اب بھی **لعنة اللہ علی الکاذبین** نہ کہیں۔ شاباش! عبداللہ غزنوی کا خوب تم نے نمونہ ظاہر کیا۔ شاگرد ہوں تو ایسے ہوں۔ بھلا اگر سچے ہو تو ان مجامع اور مجالس کی ذرہ تشریح تو کرو جن میں میں شرمندہ ہوا۔ اس قدر کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ کیا مرنا نہیں ہے؟ بھلا ان مباحثات کی عبارات تو لکھو جن میں تم یا تمہارا کوئی اور بھائی غالب رہا ورنہ نہ میں بلکہ آسمان بھی یہی کہہ رہا ہے کہ **لعنة اللہ علی الکاذبین**۔''

(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد۱۵ صفحہ۵۴۲)

صرف عربی ام الالسنہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان کو ام الالسنہ ثابت کرنے پر مبلغ پانچ ہزار روپے انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''لیکن اب ہم پورے طور پر اتمام حجت کے لئے ایک ایسا طریق فیصل لکھتے ہیں جس سے کوئی گریز نہیں کر سکتا اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم اس دعوے میں کاذب ہیں کہ عربی میں وہ پانچ فضائل خصوصیت کے ساتھ موجود ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں اور کوئی سنسکرت دان وغیرہ اس بات کو ثابت کر سکتا ہے کہ ان کی زبان بھی ان فضائل میں عربی کی شریک و مساوی ہے یا اس پر غالب ہے تو ہم اس کو پانچ ہزار روپیہ بلا توقف دینے کے لئے

قطعی اور حتمی وعدہ کرتے ہیں۔“ (منن الرحمٰن۔روحانی خزائن جلد۹صفحہ۱۳۹)

اسی طرح عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان کے کمالات پیش کرنے پر پانچ ہزار روپے انعام دینے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

”لیکن اب ہم پورے طور پر اتمام حجت کے لئے ایک ایسا طریق فیصل لکھتے ہیں جس سے کوئی گریز نہیں کرسکتا اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم اس دعوے میں کاذب ہیں کہ عربی زبان میں وہ پانچ فضائل خصوصیت کے ساتھ موجود ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں اور کوئی سنسکرت دان وغیرہ اس بات کو ثابت کرسکتا ہے کہ ان کی زبان بھی ان فضائل میں عربی کی شریک ومساوی ہے یا اس پر غالب ہے تو ہم اس کو پانچ ہزار روپیہ بلاتوقف دینے کے لئے قطعی اور حتمی وعدہ کرتے ہیں۔“

(منن الرحمٰن۔روحانی خزائن جلد۹صفحہ۱۳۹)

اسی طرح عربی کے علاوہ کسی دوسری زبان کے کمالات پیش کرنے پر پانچ ہزار روپے انعام دینے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا:۔

”فان کنتم لا تومنون ببراعة العربية و عزازتها و لا تقرون بعظمة جمازتها فارونی فی لسانكم مثل كمالاتها و مفردات كمفرداتها و مركبات كمركباتها و معارف كمعارفها و نكاتها ان كنتم صادقين.

و لا حيوة بعد الخزی يا معشر الاعداء. فقوموا ان كانت ذرة من الحياء. او انجعوا فی غيابة الخوقاء. و موتوا كالمتندّين. و ان كنتم تنهضون للمقابلة فانی مجيزكم خمسة الاف من الدراهم المروجه بعد ان تكملوا شرائط“

(منن الرحمٰن روحانی خزائین جلد نمبر۹صفحہ نمبر۲۳۸۔۲۳۹)

ترجمہ:۔ پس اگر تم عربی کی بزرگی اور ارجمندی پر ایمان نہیں لاتے اور اس کی تیز رو اونٹنی کی بزرگی کے تم قائل نہیں ہوتے پس تم اس کے کمالات کا نمونہ اپنی زبان میں مجھ کو دکھاؤ اور اس کے مفردات کے مقابل پر مفردات اور مرکبات کے مقابل پر مرکبات اور معارف کے مقابل پر معارف مجھ کو دکھلاؤ اگر تم سچے ہو۔

اور ذلت کے بعد اے غافلو کیا زندگی ہے۔ پس اگر ذرا بھی حیا ہے تو اٹھو یا کسی گہرے کوئیں میں ڈوب کر ہلاک ہو جاؤ۔ شرم زدہ لوگوں کی طرح مر جاؤ۔ اور اگر مقابلہ کے لئے اٹھتے ہو تو میں تم کو بطور انعام پانچ ہزار روپیہ دوں گا بشرطیکہ تم موافق شرائط جواب دو۔" (منن الرحمٰن۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۳۳۸، ۳۳۹)

پادری عماد الدین

پادری عماد الدین اور بعض دیگر عیسائی پادریوں نے قرآن کریم کی بلاغت پر اعتراض کئے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادریوں کے اعتراضات کی حقیقت کھولنے کیلئے پادری عماد الدین کو عوام کی موجودگی میں کسی قصہ کو عربی زبان میں بیان کرنے پر پچاس روپے انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

"اور ہم بہ یقین تمام جانتے ہیں کہ اگر ہم کسی عربی آدمی کو اس کے سامنے بولنے کیلئے پیش کریں تو وہ عربوں کی طرح اور ان کے مذاق پر ایک چھوٹا سا قصہ بھی بیان نہ کر سکے اور جہالت کے کیچڑ میں پھنسا رہ جائے۔ اور اگر شک ہے تو اس کو قسم ہے کہ آزما کر دیکھ لے اور ہم خود اس بات کے ذمہ دار ہیں کہ اگر پادری عماد الدین صاحب ہم سے درخواست کریں تو ہم کوئی عربی آدمی بہم پہنچا کر کسی مقررہ تاریخ پر ایک جلسہ کریں گے جس میں چند لائق ہندو ہوں گے اور چند مولوی مسلمان بھی ہوں گے اور عماد الدین صاحب پر لازم ہوگا کہ وہ بھی چند عیسائی بھائی اپنے ساتھ لے آویں اور

پھر سب حاضرین کے روبرو اول عماد الدین صاحب کوئی جو اسی وقت ان کو بتلایا جائے گا عربی زبان میں بیان کریں اور پھر وہی قصہ وہ عربی صاحب کہ جو مقابل پر حاضر ہوں گے اپنی زبان میں بیان فرماویں۔ پھر اگر منصفوں نے یہ رائے دے دی کہ عماد الدین صاحب نے ٹھیک ٹھیک عربوں کے مذاق پر عمدہ اور لطیف تقریر کی ہے تو ہم تسلّی کر لیں گے کہ ان کا اہل زبان پر نکتہ چینی کرنا کچھ جائے تعجب نہیں بلکہ اسی وقت پچاس روپیہ نقد بطور انعام کو ان دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر اس وقت عماد الدین صاحب بجائے فصیح اور بلیغ تقریر کے اپنے ژولیدہ اور غلط بیان کی بدبو پھیلانے لگے یا اپنی رسوائی اور نالیاقتی سے ڈر کر کسی اخبار کے ذریعہ سے یہ اطلاع بھی نہ دی کہ میں ایسے مقابلہ کے لئے حاضر ہوں تو پھر ہم بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین کہیں اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر عماد الدین صاحب تو لد ثانی بھی پاویں تب بھی وہ کسی اہل زبان کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔''

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۴۳۴، ۴۳۵)

حصّہ دوم

روحانی چیلنج

”خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ تجھ سے ہر ایک مقابلہ کرنے والا مغلوب ہوگا۔“

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۸۱)

باب اوّل

پیشگوئیاں

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسِلِیْنَ اِلَّامُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ۔

(الکھف :۵۷)

اور ہم رسولوں کو صرف بشارت دینے والا اور (عذاب کی آمد سے) آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجتے ہیں۔

﴿پیشگوئیاں﴾

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

عالم الغیب فلایظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول.

(الجن:۲۷)

ترجمہ۔اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے پس وہ اپنے غیب پر کسی کو غلبہ نہیں دیتا بجز اس شخص کے جو اس کا برگزیدہ رسول ہو۔

اس آیت کریمہ میں غیبہ سے مراد خالص غیب ہے جس کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہوتا۔ اسی غیب کے متعلق وہ فرماتا ہے۔

عنده مفاتح الغیب لایعلمھاالا ھو (انعام:۶۰)

یعنی غیب کی کنجیاں خدا تعالیٰ کے پاس ہیں اور غیب کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پس جس شخص کو خالص غیب پر جسے اللہ ہی جانتا ہے اطلاع دی جائے صاف ظاہر ہوگا کہ اس کیلئے غیب کا خزانہ غیب کی چابیوں سے خدا نے خود کھلا ہے۔کوئی شخص ایسے خزانے کو چرا نہیں سکتا۔پس جس شخص کو بکثرت امور غیبیہ پر اطلاع دی جائے اور وہ خبریں بھی عظیم الشان ہوں اور آفاق اور انفس سے تعلق رکھتی ہوں اور وہ وقوع میں بھی آجائیں تو یہ امور غیبیہ یا بالفاظ دیگر پیشگوئیاں اس شخص کے منجانب اللہ ہونے پر الٰہی شہادت ہوتی ہیں۔

اس حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرماتا ہے۔

و ان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم. (مومن:۲۹)

یعنی اگر یہ رسول سچا ہے تو پھر اس کی پیشگوئیوں میں سے ضرور بعض تم کو پہنچ جائیں گی۔

گویا اس آیت کریمہ میں پیشگوئیوں کو علامت صدق قرار دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پیشگوئیوں کو بھی اپنی سچائی کیلئے بطور معیار صداقت پیش فرمایا۔ چنانچہ آپ کی ہزاروں کی تعداد میں ہر رنگ میں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ آپ نے اپنی ذات ، اپنی اولاد ، اپنے خاندان گھر والوں دوستوں اور دشمنوں غرضیکہ ہر حصہ کے متعلق پیشگوئیاں فرمائیں اور وہ پوری ہوکر مومنوں کیلئے ازدیاد ایمان کا موجب ہوئیں۔ لیکن آپ کے مخالفین ہمیشہ کی طرح انکار کرتے رہے اور کمال صفائی سے پوری ہونے والی پیشگوئیوں پر بھی طرح طرح کے بے جا اعتراض کئے جن کے جواب دیتے ہوئے آپ نے بے شمار چیلنج دیئے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

طاعون کی پیشگوئی کے متعلق چیلنج

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ۶؍فروری ۱۸۹۸ء کو کشف میں دیکھا کہ:۔

’’خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔‘‘

(نزول المسیح ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۴)

آگے حضور فرماتے ہیں۔

’’لگانے والوں سے میں نے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔‘‘

(نزول المسیح ۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۴)

اس پیشگوئی کی اشاعت کیلئے آپ نے اسی روز ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں لوگوں کو مشورہ دیا کہ چونکہ اس پیشگوئی کے مطابق عنقریب نہایت وسیع پیمانے پر طاعون پھیلنے والی ہے اس لئے طاعون کے ایام میں بہتر ہوگا کہ لوگ اپنی بستیوں سے باہر کھلے میدان میں قیام کریں۔ چونکہ اس اشتہار کے شائع ہونے کے وقت ملک میں طاعون کا نام و نشان بھی نہیں تھا اور بظاہر

اس کے پھیلنے کا کوئی امکان نظر نہیں آ تا تھا اس لئے علماء حضرات اور حضور کے مکذّبین ومکفّرین کو حضور کے خلاف شور مچانے اور استہزاء کرنے کا ایک موقع میسر آ گیا۔ چنانچہ تحریر وتقریر کے ذریعہ اس پیشگوئی کے خلاف خوب ہنسی اڑائی گئی۔ پیسہ اخبار نے جو اس وقت کے مشہور اخباروں میں سے تھا لکھا۔

''مرزا اسی طرح لوگوں کو ڈرایا کرتا ہے۔ دیکھ لینا خود اسی کو طاعون ہوگی۔''

آخر حضور کی پیشگوئی کے مطابق اس کے چند ماہ بعد پہلے جالندھر اور ہوشیار پور کے اضلاع میں طاعون پھوٹی۔ لیکن چونکہ ابھی اس نے دوسرے علاقوں میں پوری طرح زور نہیں پکڑا تھا اس لئے شقی القلب علماء اور عوام نے بجائے اس وعید سے فائدہ اٹھانے اور توبہ استغفار سے کام لینے کے تکذیب وتمسخر کی راہ اختیار کی تو خدائے ذوالجلال کا غضب اور بھڑکا اور ۱۹۰۲ء میں طاعون نے اس قدر زور پکڑا کہ لوگ کتوں کی طرح مرنے لگے اور گھروں کے گھر خالی ہو گئے۔ اور لاشیں گھروں میں سڑنے لگیں۔

غور کا مقام ہے کہ ایک شخص جسے لوگ نعوذ باللہ کذاب اور دجال کہتے تھے وہ ملک میں طاعون کی آمد سے چار سال قبل جبکہ اس موذی مرض کا نام ونشان بھی اس ملک میں موجود نہ تھا طاعون کی خبر دیتا ہے پھر ایسے وقت میں جب کہ مرض پوری شدت کے ساتھ ملک میں پھیل گئی اور لوگ کتوں کی طرح مرنے لگے اپنی اور اپنے اہل وعیال اور اپنے گھر اور اپنے مولد ومسکن کی عصمت وحفاظت کی الہامی خبر ان الفاظ میں دیتا ہے۔

''انی احافظ کل من فی الدار الا الذین علوا من استکبار واحافظک خاصۃً

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۱)

کہ جو لوگ تیرے گھر کی چار دیواری میں ہوں گے ان کی حفاظت کروں گا مگر وہ لوگ جو تکبر سے اپنے تئیں اونچا کرتے ہیں۔ اور تیری خاص طور پر حفاظت کروں گا۔

(نزول المسیح ۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۱)

پھر یہی نہیں بلکہ اپنے مخالفین کو چیلنج کیا کہ اگر ان کا بھی خدا تعالیٰ سے کچھ تعلق ہے تو وہ بھی اس قسم کا دعویٰ شائع کر کے دیکھ لیں۔ اگر ان کے مساکن طاعون سے محفوظ رہے تو میں ان کو اولیاء اللہ میں سے سمجھ لوں گا۔ چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اس وقت میں نمونہ کے طور پر خدا تعالیٰ کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بالخصوص اس جگہ مخاطب میرے مولوی ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری اور مولوی عبدالجبار اور عبدالواحد اور عبدالحق غزنوی ثم امرتسری اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن تراوڑی ملازم ریاست پٹیالہ ہیں اور وہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے۔ **انی احافظ کل من فی الدار واحافظک خاصۃ** اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤں گا اور خاص کر تجھے۔ چنانچہ گیارہ برس سے اس پیشگوئی کی تصدیق ہو رہی ہے اور میں اس کے کلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خدا تعالیٰ کی تمام کتب مقدسہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے جو شخص ان کا ہمرنگ ہے یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ یہ انسان کا افتراء ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افتراء ہے خدا کا کلام نہیں ولعنت اللہ علی من کذب وحی اللہ۔ جیسا کہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے ولعنت اللہ علی من افتری علی اللہ۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے۔ اور یاد رہے کہ میرے کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا بلکہ یہ ذکر ہے کہ والذین

امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولئک لھم الامن وھم مھتد ون۔ پس کامل پیروی کرین والے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جس کا علم محض خدا کو ہے بچائے جائیں گے اور کمزور لوگ شہید ہو کر شہادت کا درجہ پاویں گے اور طاعون ان کے لئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھیرے گی۔

اب میں دیکھوں گا کہ اس میری تحریر کے مقابل پر بغرض تکذیب کون قسم کھاتا ہے۔ مگر یہ امر ضروری ہے کہ اگر ایسا مکذب اس کلام کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا تو آپ بھی دعویٰ کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہوں گا اور مجھے بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے تا دیکھ لے افتراء کی کیا جزاء ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

(مجموعہ اشتہارات جلد۳ صفحہ ۵۸۱،۵۸۲)

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام مسلمان ملہموں، آریوں کے پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

(۳) تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ، بہرحال جب تک طاعون دنیا میں رہے، گو ستّر برس تک رہے، قادیان کو اُس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ کیونکہ یہ اُس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امّتوں کے لئے نشان ہے۔

اگر خدا تعالیٰ کے اِس رسول اور اِس نشان سے کسی کو انکار ہو اَور خیال ہو کہ فقط رسمی نمازوں اور دعاؤں سے یا مسیح کی پرستش سے یا گائے کے طفیل سے یا ویدوں کے ایمان سے باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اِس رسول کے، طاعون دُور ہو سکتی ہے تو یہ خیال بغیر ثبوت کے قابل پذیرائی نہیں۔ پس جو شخص اِن تمام فرقوں میں سے اپنے مذہب کی سچائی کا ثبوت دینا چاہتا ہے تو اب بہت عمدہ موقع ہے۔ گویا خدا کی طرف

سے تمام مذاہب کی سچائی یا کذب پہچاننے کے لئے ایک نمائش گاہ مقرر کیا گیا ہے۔ اور خدا نے سبقت کر کے اپنی طرف سے پہلے قادیان کا نام لے دیا ہے۔ اب اگر آریہ لوگ وید کو سچا سمجھتے ہیں تو اُن کو چاہیئے کہ بنارس کی نسبت جو وید کے درس کا اصل مقام ہے ایک پیشگوئی کر دیں کہ اُن کا پرمیشر بنارس کو طاعون سے بچالے گا۔ اور سناتن دھرم والوں کو چاہیئے کہ کسی ایسے شہر کی نسبت جس میں گائیاں بہت ہوں مثلاً امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ گئو کے طفیل اس میں طاعون نہیں آئے گی۔ اگر اس قدر گئو اپنا معجزہ دکھا دے تو کچھ تعجب نہیں کہ اِس معجزہ نما جانور کی گورنمنٹ جان بخشی کر دے۔ اسی طرح عیسائیوں کو چاہیئے کہ کلکتہ کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ اس میں طاعون نہیں پڑے گی کیونکہ بڑا بشپ برٹش انڈیا کا کلکتہ میں رہتا ہے۔ اسی طرح میاں شمس الدین اور اُن کی حمایتِ اسلام کے ممبروں کو چاہیئے کہ لاہور کی نسبت پیشگوئی کر دیں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ اور منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ جو الہام کا دعویٰ کرتے ہیں اُن کے لئے بھی یہی موقع ہے کہ اپنے الہام سے لاہور کی نسبت پیشگوئی کر کے انجمن حمایتِ اسلام کو مدد دیں۔ اور مناسب ہے کہ عبدالجبار اور عبدالحق شہر امرتسر کی نسبت پیشگوئی کر دیں۔ اور چونکہ فرقہ وہابیہ کی اصل جڑ دلّی ہے اس لئے مناسب ہے کہ نذیر حسین اور محمد حسین دلّی کی نسبت پیشگوئی کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گی۔ پس اِس طرح سے گویا تمام پنجاب اِس مہلک مرض سے محفوظ ہو جائے گا۔ اور گورنمنٹ کو بھی مفت میں سُبکدوشی ہو جائے گی۔ اور اگر ان لوگوں نے ایسا نہ کیا تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

اور بالآخر یاد رہے کہ اگر یہ تمام لوگ جن میں مسلمانوں کے مُلہم اور آریوں کے

پنڈت اور عیسائیوں کے پادری داخل ہیں چُپ رہے، تو ثابت ہو جائے گا کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں اور ایک دن آنے والا ہے جو قادیان سورج کی طرح چمک کر دکھلا دے گی کہ وہ ایک سچے کا مقام ہے۔“

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد۱۸۔ صفحہ۲۳۰، ۲۳۱)

”البتہ اگر شک ہے تو یہ طریق ہوسکتا ہے کہ جیسا کہ مَیں نے خدا سے الہام پا کر ایک گروہ انسانوں کیلئے جو میرے قول پر چلنے والے ہیں عذاب طاعون سے بچنے کیلئے خوش خبری پائی ہے اور اس کو شائع کر دیا ہے۔ ایسا ہی اگر اپنی قوم کی بھلائی آپ لوگوں کے دل میں ہے تو آپ لوگ بھی اپنے ہم مذہبوں کیلئے خدا تعالیٰ سے نجات کی بشارت حاصل کریں کہ وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے اور اس بشارت کو میری طرح بذریعہ چھپے ہوئے اشتہاروں کے شائع کریں تا لوگ سمجھ لیں کہ خدا آپ کے ساتھ ہے۔ بلکہ یہ موقعہ عیسائیوں کیلئے بھی بہت ہی خوب ہے۔ وہ ہمیشہ کہتے ہیں کہ نجات مسیح سے ہے پس اب ان کا بھی فرض ہے کہ ان مصیبت کے دنوں میں عیسائیوں کو طاعون سے نجات دلاویں **ان تمام فرقوں** سے جس کی زیادہ سنی گئی وہی **مقبول** ہے۔ اب خدا نے ہر ایک کو موقعہ دیا ہے کہ خواہ مخواہ زمین پر مباحثات نہ کریں۔ اپنی قبولیت بڑھ کر دکھلاویں تا طاعون سے بھی بچیں اور ان کی سچائی بھی کھل جائے۔ بالخصوص **پادری** صاحبان جو دنیا اور آخرت میں مسیح **ابن مریم** کو ہی منجی قرار دے چکے ہیں۔ وہ اگر دل سے ابن مریم کو دنیا و آخرت کا مالک سمجھتے ہیں تو اب عیسائیوں **کا حق** ہے کہ اُن کے **کفّارہ** سے نمونہ **نجات** دیکھ لیں۔“

(کشتی نوح۔ روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ۹)

ڈپٹی عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی

عبداللہ آتھم قریباً ۱۸۲۸ء میں بمقام انبالہ پیدا ہوا اور ۲۸/ مارچ ۱۸۵۳ء کو اس نے کراچی میں بپتسمہ لیا ور اسی موقع پر اس نے اپنے نام کے ساتھ آثم یعنی گناہگار کا لفظ لگایا۔ پہلے انبالہ ترنتارن اور بٹالہ میں تحصیلدار رہا پھر سیالکوٹ انبالہ اور کرنال میں اے ای سی کے عہدہ پر رہا اور پھر ریٹائر ہونے کے بعد اس نے اپنی خدمات امرتسر مشن کو سپرد کر دیں اور اسلام کے خلاف چند کتب لکھیں۔

۱۸۹۳ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عیسائیوں سے ایک مباحثہ قرار پایا۔ عیسائیوں کی طرف سے ڈپٹی عبداللہ آتھم مناظر مقرر ہوا۔ یہ مباحثہ امرتسر میں ہوا اور پندرہ دن تک رہا۔ یہ مباحثہ جنگ مقدس کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس مباحثہ کے آخری دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر آتھم کے متعلق ایک پیشگوئی کا اعلان فرمایا کہ۔

> ''اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی مباحثہ کے دنوں کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔............الخ

(جنگ مقدس۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۲۹۱، ۲۹۲)

اس پیشگوئی کے اعلان پر یہ پندرہ دن کی مقدس جنگ ختم ہوگئی اور اس پیشگوئی کے نتیجہ کا لوگ انتظار کرنے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ کا چونکہ منشاء تھا کہ اس نشن کو ایک عظیم الشان صورت میں ظاہر کرے اور اس کی صورت یوں ہوئی کہ جب پیشگوئی کی میعاد ختم ہوگئی اور آتھم رجوع بحق کی وجہ سے پندرہ ماہ میں فوت نہ ہوا تو عیسائیوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی۔ اس پر حضور نے انہیں سمجھایا کہ پیشگوئی میں یہ تھا کہ آتھم اگر رجوع کرلے گا تو ہاویہ میں

گرائے جانے سے بچایا جائے گا اور اگر رجوع نہیں کرے گا تو ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ چونکہ اس کا خوف اور رجوع ثابت ہے اتنے عرصہ میں اس نے اسلام کے خلاف کوئی لفظ نہیں نکالا۔ اس لئے خدا نے وج غفور و رحیم ہے اس کی موت ٹال دی مگر عیسائیوں نے نہ ماننا تھا نہ مانا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض مخالف علماء بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور پیشگوئی کے جھوٹا ثابت ہونے کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ اس پر بذریعہ اشتہار یہ علان فرمایا کہ اگر آتھم اس بات پر حلف اٹھا جائے کہ اس پر پیشگوئی کا خوف غالب نہیں ہوا اور اس نے اپنے قلب میں اسلام اور بانی اسلام کے بارہ میں اپنے خیالات میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی تو پھر اگر وہ ایک سال کے اندر اندر ہلاک نہ ہو جائے تو میں اسے ایک ہزار روپیہ نقد انعام دوں گا۔ پھر دوسرے اشتہار میں دو ہزار روپیہ اور تیسرے اشتہار میں تین ہزار روپیہ اور چوتھے اشتہار میں چار ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ فرمایا۔

''ہم اپنی فتح یابی کا قطعی فیصلہ کرنے کیلئے اور تمام دنیا کو دکھانے کیلئے کہ کیونکر ہم کو فتح نمایاں حاصل ہوئی۔ یہ سہل اور آسان طریق تصفیہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے نزدیک ہمارا یہ بیان بالکل کذب اور دروغ اور افتراء ہے تو وہ مرد میدان بن کر اس اشتہار کے شائع ہونے سے ایک ہفتہ تک ہماری مفصلہ ذیل تجویز کو قبول کر کے ہم کو اطلاع دیں۔ اور تجویز یہ ہے کہ اگر اس پندرہ مہینہ کے عرصہ میں کبھی ان کو سچائی اسلام کے خیال نے دل پر ڈرانے والا اثر نہیں کیا۔ اور نہ عظمت اور صداقت الہام نے گرداب غم میں ڈالا۔ اور نہ خدا تعالیٰ کے حضور میں اسلامی توحید کو انہوں نے اختیار کیا۔ اور نہ ان کو اسلام پیشگوئی سے دل میں ذرہ بھی خوف آیا۔ اور نہ تثلیث کے اعتقاد سے وہ ایک ذرہ متزلزل ہوئے۔ تو وہ فریقین کی جماعت کے روبرو تین مرتبہ انہیں باتوں کا انکار کریں۔ کہ میں نے ہرگز ایسا نہیں کیا۔ اور عظمت اسلام

نے ایک لحظہ کیلئے بھی دل کو نہیں پکڑا اور میں مسیح کے ابنیت اور الوہیت کا زور سے قائل رہا اور قائل ہوں۔ اور دشمن اسلام ہوں۔ اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں۔ تو میرے پر ایک ہی برس کے اندر وہ ذلت کی موت اور تباہی آوے جس سے یہ بات خلق اللہ پر کھل جائے کہ میں نے حق کو چھپایا۔ جب مسٹر آتھم صاحب یہ اقرار کریں۔ تو ہر ایک مرتبہ کے اقرار میں ہماری جماعت آمین کہے گی۔ تب اس وقت ایک ہزار روپیہ کا بدرہ باضابطہ تمسک لے کر ان کو دیا جائے گا اور وہ تمسک ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین کی طرف سے بطور ضمانت کے ہوگا۔ جس کا یہ مضمون ہوگا۔ کہ یہ ہزار روپیہ بطور امانت مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے پاس رکھا گیا۔ اور اگر وہ حسب اقرار اپنے کے ایک سال کے اندر فوت ہو گئے۔ تو اس روپیہ کو ہم دونوں ضامن بلا توقف واپس کر دیں گے اور واپس کرنے میں کوئی عذر اور حیلہ نہ ہوگا۔ اور اگر وہ انگریزی مہینوں کے رو سے ایک سال کے اندر فوت نہ ہوئے تو یہ روپیہ ان کی ملک ہو جائے گا۔ اور ان کی فتح یابی کی ایک علامت ہوگی۔''

(ضمیمہ انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۵۶، ۵۷)

اب ہم یہ دوسرا اشتہار دو ہزار روپیہ انعام کے شرط سے نکالتے ہیں اگر آتھم صاحب جلسہ عام میں تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ میں نے پیشگوئی کی مدت کے اندر عظمت اسلامی کو اپنے دل پر جگہ ہونے نہیں دی اور برابر دشمن اسلام رہا۔ اور حضرت عیسیٰ کی ابنیت اور الوہیت اور کفارہ پر مضبوط ایمان رکھا تو اسی وقت نقد دو ہزار روپیہ ان کو بہ شرائط اقرار دادہ اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء بلا توقف دیا جائے گا اور اگر ہم بعد قسم دو ہزار روپیہ دینے میں ایک منٹ کی بھی توقف کریں۔ تو وہ تمام لعنتیں جو نادان مخالف کر رہے ہیں ہم پر وارد ہوں گی اور ہم

بلاشبہ جھوٹے ٹھہریں گے اور قطعاً اس لائق ٹھہریں گے کہ ہمیں سزائے موت دی جائے اور ہماری کتابیں جلادی جائیں اور ملعون وغیرہ ہمارے نام رکھے جائیں
(ضمیمہ انوارالاسلام ۔ روحانی خزائن جلد۹ صفحہ ۶۵)

''اس تحریر میں آتھم صاحب کیلئے تین ہزار روپیہ کا انعام مقرر کیا گیا ہے اور یہ انعام بعد قسم بلا توقف دو معتبر متمول لوگوں کا تحریری ضمانت نامہ لے کر ان کے حوالہ کیا جاوے گا اور اگر چاہیں تو قسم سے پہلے ہی باضابطہ تحریر لے کر یہ روپیہ ان کے حوالہ ہوسکتا ہے یا ایسے دو شخصوں کے حوالہ ہوسکتا ہے جن کو وہ پسند کریں اور اگر ہم بشرائط مذکورہ بالا روپیہ دینے سے پہلوتہی کریں تو ہم کاذب ٹھہریں گے مگر چاہئے کہ ایسی درخواست روز اشاعت سے ایک ہفتہ کے اہندر آوے اور ہم مجاز ہوں گے کہ تین ہفتہ کے اندر کسی تاریخ پر روپیہ لے کر آتھم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوجائیں ۔لیکن اگر آتھم صاحب کی طرف سے رجسٹر شدہ خط آنے کے بعد ہم تین ہفتہ کے اندر تین ہزار روپیہ نقد لے کر امرتسر یا فیروز پور یا جس جگہ پنجاب کے شہروں میں سے آتھم صاحب فرماویں ان کے پاس حاضر نہ ہوں تو بلاشبہ ہم جھوٹے ہوگئے اور بعد میں ہمیں کوئی حق باقی نہیں رہے گا جو انہیں ملزم کریں بلکہ خود ہم ہمیشہ کیلئے ملزم اور مغلوب اور جھوٹے متصور ہوں گے۔ (ضمیمہ انوارالاسلام ۔ روحانی خزائن جلد۹ صفحہ ۱۷)

''ناظرین! اس مضمون کو غور سے پڑھو کہ ہم اس سے پہلے تین اشتہار انعامی زر کثیر یعنی اشتہار انعامی ایک ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی دو ہزار روپیہ اور اشتہار انعامی تین ہزار روپیہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کے قسم کھانے کیلئے شائع کر چکے ہیں اور بار بار لکھ چکے ہیں کہ اگر مسٹر آتھم صاحب ہمارے اس الہام سے منکر ہیں جس میں خدا تعالیٰ

کی طرف سے ہم پر یہ ظاہر ہوا کہ آتھم صاحب ایام پیشگوئی میں اس وجہ سے بعذاب الٰہی فوت نہیں ہو سکے کہ انہوں نے حق کی طرف رجوع کر لیا تو وہ جلسہ عام میں قسم کھالیں کہ یہ بیان سراسر افترا ہے اور اگر افترا نہیں بلکہ حق اور منجانب اللہ ہے اور میں ہی جھوٹ بولتا ہوں تو اے خدائے قادر اس جھوٹ کی سزا مجھ پر یہ نازل کر کہ میں ایک سوال کے اندر سخت عذاب اٹھا کر مر جاؤں غرض یہ قسم ہے جس کا ہم مطالبہ کرتے ہیں .... اس قسم پر چار ہزار روپیہ بشرایط اشتہار ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء وہ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۴ء ان کی نذر کریں گے۔'' (ضمیمہ انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۹۷، ۹۸)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آتھم کے علاوہ دیگر عیسائی پادریوں، مخالف مسلمان علماء ہندو، آریہ اور سکھوں کو بھی آتھم کو قسم پر آمادہ کروانے کا چیلنج دیا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''بالآخر ہم یہ بھی لکھتے ہیں۔ کہ اگر اب بھی کوئی مولوی مخالف جو اپنی بدبختی سے عیسائی مذہب کا مددگار رہے۔ یا کوئی عیسائی یا ہندو یا آریہ یا کیسول والا سکھ ہماری فتح نمایاں کا قائل نہ ہو۔ تو اس کیلئے طریق یہ ہے۔ کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب کو قسم مقدم الذکر کے کھانے پر آمادہ کرے۔ اور ہزار روپیہ نقد ان کو دلا دے جس کے دینے میں ہم ان کے حلف کے بعد ایک منٹ کی توقف کا بھی وعدہ نہیں کرتے۔ اور اگر ایسا نہ کرے۔ اور محض اوباشوں اور بازاریہ بدمعاشوں کی طرح ٹھٹھا ہنسی کرتا پھرے تو سمجھا جائے گا کہ وہ شریف نہیں ہے۔ بلکہ اس کی فطرت میں خلل ہے۔''

(ضمیمہ انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۰، ۴۱)

بالآخر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پادری فتح مسیح کو مخاطب کرتے ہوئے بطور پیشگوئی یہ چیلنج دیا کہ کسی قیمت پر بھی ڈپٹی عبداللہ آتھم قسم نہیں کھائیں گے۔ چنانچہ فرمایا۔

''سو ہم اشتہار دیتے ہیں کہ فتح مسیح اگر سچے ہیں تو بذریعہ کسی چھپی ہوئی تحریر کے ہم کو

اطلاع دیں کہ کس قدر ایسے آدمیوں کے دستخط وہ چاہتے ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہوں جو حقیقت میں پیشگوئی پوری ہوگئی اور پادری صاحبوں کو شکست آئی۔ ....ہم خوب جانتے ہیں کہ اگرچہ دس ہزار مسلمانوں کا بھی یہ تحریری بیان پیش کیا جائے کہ آتھم کے متعلق پیشگوئی سچی نکلی ہے مگر تب بھی آتھم صاحب ہرگز قسم نہیں کھائیں گے۔ اگر پادری صاحب ملامت کرتے کرتے ان کو ذبح بھی کر ڈالیں تب بھی میرے مقابل پر قسم کھانے کیلئے ہرگز نہیں آئیں گے۔ کیونکہ وہ دل میں جانتے ہیں کہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔ میری سچائی کیلئے یہ نمایاں دلیل کافی ہے کہ آتھم صاحب میرے مقابل پر میرے مواجہ میں ہرگز قسم نہیں اٹھائیں گے اگرچہ عیسائی ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔............اب ہم منتظر رہیں گے کہ پادری فتح مسیح کی طرف سے کیا جواب آتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی ایسا جواب نہیں آئے گا جو ایمانداری اور حق پر مبنی ہو۔ صرف جھوٹا عذر ہوگا جس کی بدبو دور سے آئے گی۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ ۲۰۳،۲۰۴)

پادری عبداللہ آتھم ہر کوشش اور حیلہ کے جواب میں قسم کھانے پر آمادہ نہ ہوا۔ بلکہ قسم نہ کھانے کا یہ عذب پیش کیا کہ ہمارے مذہب میں قسم کھانا ممنوع ہے۔ آتھم صاحب سے جب قسم کھانے کا باصرار مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے کہا۔

''اگر مجھے قسم دینا ہے تو عدالت میں میری طلبی کرائیے۔''

(نورافشاں ۱۰ا اکتوبر ۱۸۹۴ء)

اس بیان سے اس کا مقصد یہ تھا کہ بغیر جبر عدالت میں قسم نہیں کھا سکتا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا مفصل جواب دیا کہ حضرت عیسیٰ جانتے تھے کہ قسم کھانا شہادت کی روح ہے۔ وہ اس کو حرام قرار نہیں دے سکتے تھے۔ الٰہی قانون قدرت اور انسانی صحیفہ فطرت اور

انسانی کانشنس گواہ ہے کہ قطع خصومات کے لئے انتہائی حد قسم ہے۔ گورنمنٹ کے تمام عہدیدار قسم کھاتے ہیں پطرس، پولوس، اور خود مسیح نے قسم کھائی۔ فرشتے بھی قسم کھاتے ہیں خدا بھی قسم کھاتا ہے۔ نبیوں نے بھی قسمیں کھائی ہیں۔ آپ نے یہ تمام امور حوالہ جات بائیبل اپنی کتاب ضمیمہ انوار الاسلام صفحہ ۱۰۴ تا ۱۱۲ میں لکھے مگر اس کے باوجود آتھم صاحب قسم اٹھانے کیلئے تیار نہ ہوئے۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا گیا ہے کہ بعض مخالف علماء اسلام نے بھی عیسائیوں کے ساتھ مل کر پیشگوئی کے جھوٹا ہونے کا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ ان میں سے ایک مولوی محمد حسین بٹالوی بھی شامل تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب آتھم کو قسم کھانے کا چیلنج دیا تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے آتھم کی وکالت کرتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی صاحب کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اگر میاں محمد حسین بٹالوی آتھم صاحب کی وکالت کر کے یہ رائے ظاہر کرتے ہیں کہ عیسائی مذہب میں قسم کھانا منع ہے تو اس پر واجب ہے کہ اب عیسائیوں کے مددگار بن کر اپنی اس ہذیان کا پورا پورا ثبوت دیں اور اس اشتہار کا رد لکھائیں اور بجز اس کے اور کیا کہیں کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔''

(ضمیمہ انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۱۱۵ ح)

بعض معترضین نے کہا ہو سکتا ہے کہ ایک برس میں انہوں نے مر ہی جانا ہو۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا۔

''اب تو خداؤں کی لڑائی ہے۔ یہ شک ٹھیک نہیں کہ شاید برس میں مرنا ممکن ہے۔ اگر اسی طرح کی قسم راستی کی آزمائش کیلئے ہم کو دی جائے تو ہم ایک برس کیا دس برس تک زندہ رہنے کی قسم کھا سکتے ہیں۔ کیونکہ دینی بحث کے وقت ضرور خدا تعالیٰ ہماری مدد

کرے گا۔‘‘

چنانچہ اس کے باوجود آتھم صاحب نے قسم نہ کھائی اور آخری چار ہزار روپیہ پر مبنی انعامی اشتہار سے چھ ماہ بعد ۲۷؍جولائی ۱۸۹۶ء کو فیروز پور کے مقام پر فوت ہوگیا۔ آتھم کی موت کے بعد حضور نے اپنے تمام مخالفین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

’’مگر تاہم اگر اب تک کسی عیسائی کو آتھم کس اس افترا پر شک ہو تو آسمانی شہادت سے رفع شک کرالیوے۔ آتھم تو پیشگوئی کے مطابق فوت ہوگیا۔ اب وہ اپنے تئیں اس کا قائم مقام ٹھہرا کر آتھم کے مقدمہ میں قسم کھالیوے۔ اس مضمون سے کہ آتھم پیشگوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا بلکہ اس پر یہ چار حملے ہوئے تھے۔ اگر یہ قسم کھانے والا بھی ایک سال تک بچ گیا تو دیکھو میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے ہاتھ سے شائع کردوں گا۔ کہ میری پیشگوئی غلط نکلی۔ اس قسم کے ساتھ کوئی شرط نہ ہوگی۔ یہ نہاتی صاف فیصلہ ہو جائے گا۔ اور جو شخص خدا کے نزدیک باطل پر ہے اس کا بطلان کھل جائے گا۔‘‘ (انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۱۵)

فرمایا۔

’’میں یقیناً جانتا ہوں کہ اگر کوئی میرے سامنے خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر اس پیشگوئی کے صدق سے انکار کرے تو خدا تعالیٰ اس کو بغیر سزا نہیں چھوڑے گا خدا اس کو ذلیل کرے گا۔ روسیاہ کرے گا۔ اور لعنت کی موت سے اس کو ہلاک کرے گا کیونکہ اس نے سچائی کو چھپانا چاہا۔ جو دین اسلام کے لئے خدا کے حکم اور ارادہ سے زمین پر ظاہر ہوئی۔ مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے؟ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ جھوٹے ہیں۔‘‘

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۸، ۲۰۹)

’’اور اگر تو تکذیب سے باز نہیں آتا اور خیال کرتا ہے کہ فتح نصاریٰ کے لئے ہوئی نہ

اسلام کیلئے۔ پس تیرے پر لازم ہے کہ تو جناب باری تعالیٰ کی قسم کھا جائے اور قسم کھا کر کہے کہ اس مقدمہ میں حق نصاریٰ کے ساتھ ہے اور خدا تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ آسمان سے تیرے پر ذلت کو مار نازل کرے۔ اگر حقیقت امر خلاف واقعہ ہو پس اگر بعد اس کے ایک برس تک تجھ کو ذلت اگو ر رسوائی نہ ہوئی۔ پس میں اقرر کرلوں گا کہ میں جھوٹا ہوں اور تجھ کو امام کی طرح جانوں گا اور اگر تو قسم نہ کھائی اور نہ باز آئے پس تجھ پر لعنت اے دشمن اسلام!'' (حجۃ اللہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۲۰۸،۲۰۹)

ان تمام چیلنجوں کے باوجود کوئی شخص مرد میدان بن کر سامنے نہ آیا۔ نہ عیسائیوں میں سے اور نہ ہی معانداور مکفر مولویوں میں سے۔ اور اس طرح ایک رنگ میں سب دشمنوں پر آپ نے حجت پوری کردی۔

آتھم کے بارہ میں پیشگوئی کے متعلق مسلمان علماء کو دیئے گئے چیلنج

پادری عبداللہ آتھم والی پیشگوئی وعیدی ہونے کی وجہ سے توبہ کے نتیجہ میں ٹل گئی جس پر منکرین نے پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کا شور مچایا تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالف علماء کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اس عادت اللہ سے تو سارا قرآن اور پہلی سماوی کتابیں بھری ہوئیں ہیں کہ عذاب کی پیشگوئیوں کی میعاد توبہ اور استغفار سے اور حق کی عظمت کا خوف اپنے دل پر ڈالنے سے ٹلتی رہی ہے جیسا کہ یونس نبی کا قصہ ہی اس پر شاہد ہے جن کی قوم کو قطعی طور پر بغیر بیان کسی شرط کے چالیس دن کی میعاد بتلائی گئی تھی لیکن حضرت آدم سے لے کر ہمارے نبی صلعم تک ایسی کوئی نظیر کسی نبی کے عہد میں نہیں جلے گی اور نہ کسی ربانی کتاب میں اس کا پتہ ملے گا کہ سکی شخص یا کسی قوم نے عذاب کی خبر سن کر اور اس کی میعاد سے مطلع ہو کر قبل نزول عذاب توبہ اور خوف الٰہی کی طرف رجوع کیا ہو اور

پھر بھی ان پر پتھر برسے ہوں یا اور کسی عذاب سے وہ ہلاک کئے گئے ہوں اور اگر کسی کی نظر میں کوئی بھی نظیر ہو تو پیش کرے اور یاد رکھے کہ وہ ہرگز کسی ربانی کتاب سے پیش نہیں کر سکتے گا۔ پس ناحق ایک متفق علیہا صداقت سے انکار کر کے اپنے تئیں جہنم کا ایندھن نہ بناویں۔ منہ''　　　(مجموعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ ۴۰ ح)

فرمایا۔

''اگر وہ کسی طرح اپنی بے ایمانی اور یاوہ گوئی سے باز نہ آویں تو ہم ان میں سے شیخ محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی ثم امرتسری اور مولوی رشیدہ احمد گنگوہی کو اس فیصلہ کیلئے منتخب کرتے ہیں کہ اگر وہ تینوں یا ان میں سے کوئی ایک ہمارے اس بیان کا منکر ہو اور اس کا یہ دعوی ہو کہ کوئی ایسی الہامی پیشگوئی عذاب موت کیلئے کوئی تاریخ مقرر کئی گئی ہو اس تاریخ کے بارے میں کدا تعالی کا یہ قانون قدرت قدیمہ نہیں ہے کہ وہ ایسے شخص یا ایسی قوم کی توبہ یا خائف اور ہراساں ہونے سے جن کی نسبت وہ وعدہ عذاب ہے دوسرے وقت میں جا پڑے تو طریق فیصلہ یہ ہے کہ وہ ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ عام میں اس بارہ میں نصوص صریح کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور کتب سابقہ کی ہم سے سنیں اور صرف دو گھنٹہ تک ہمیں مہلت دیں تا ہم کتاب اور سنت اور پہلی سماوی کتابوں کے دلائل شافیہ اپنی تائید دعویٰ میں ان کے سامنے پیس کر دیں۔ پھر اگر وہ قبول کر لیں تو چاہئے کہ حیا اور شرم کر کے آئندہ ایسی پیشگوئیوں کی تکذیب نہ کریں بلکہ خود مؤید اور مصدق ہو کر دوسرے منکروں کو سمجھاتے رہیں اور خدا تعالی سے دریں اور قوی کا طریق اختیار کریں اور اگر ان نصوص اور دلائل سے منکر ہوں اور ان کا یہ خیال ہو کہ یہ دعوی نصوص صریحہ سے ثابت نہیں ہو سکا اور جو دلائل بیان کئے گئے ہیں وہ باطل ہیں تو ہم ان کیلئے دو سو روپیہ نقد کا انعام مقرر کرتے ہیں

کہ وہ اسی جلسہ میں تین مرتبہ بدیں الفاظ قسم کھائیں کہ ''اے خدا قادر ذوالجلال جو جھوٹوں کو سزا دیتا اور سچوں کی حمایت کرتا ہے میں تیری ذات کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ جو کچھ دلائل پیش کئے گئے وہ سب باطل ہیں اور تیری ہرگز یہ عادت نہیں کہ عذاب کے وعدوں اور میعادوں میں کسی کی توبہ یا خائف اور حراساں ہونے سے تاخیر کر دے بلکہ ایسی پیشگوئی سراسر جھوٹ ہے یا شیطانی ہے اور ہرگز تیری طرف سے نہیں۔ اور اے قادر خدا اگر تو جانتا ہے کہ میں نے جھوٹ بولا ہے اور حق کے برخلاف کہا ہے تو مجھے ذلت اور دکھ کے عذاب سے ہلاک کر اور جس کی میں نے تکذیب کی ہے اس کو میری ذلت اور میری تباہی اور میری موت دکھا دے اور اس دعا کے ساتھ ہر یک دفعہ ہم آمین کہیں گے اور تین مرتبہ دعا ہوگی اور تین مرتبہ ہی آمین اور بعد اس کے توقف اس قسم کھانے والے کو دوسو روپیہ نقد دیا جائے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ ۴۸، ۴۹)

مولوی سعد اللہ لدھیانوی نے اپنے ایک اشتہار میں لکھا کہ صرف دل میں حق کی عظمت کو ماننا اور اپنے عقائد باطلہ کو غلط سمجھنا کسی طرح عمل خیر نہیں بن سکتا۔ یہ مرزا صاحب کا ہی کام ہے کہ اس کا نام رجوع حق رکھتے ہیں۔ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

''اے احمق دل کے اندھے دجال تو تو ہی ہے جو قرآن کریم کے برخلاف بیان کرتا ہے اور نیز اپنی قدیم بے ایمانی سے ہمارے بیان کو محرف کر کے لکھتا ہے ہم نے کب اور کس وقت کہا جو ایس رجوع جو خوف کے وقت میں ہوا اور پھر انسان اس سے پھر جائے نجات اخروی کیلئے مفید ہے بلکہ ہم تو بار بار کہتے ہیں کہ ایس ارجوع نجات اخروی کے لئے ہرگز مفید نہیں اور ہم نے کب آتھم نجاست خور مشرک کو بہشتی قرار دیا ہے یہ تو سراسر تیرا ہی افترا اور بے ایمانی ہے۔ ہم نے تو قرآن کریم کی تعلیم کے

موافق صرف یہ بیان کیا تھا کہ کوئی کافر اور فاسق جب عذاب کے اندیشہ سے عظمت اور صداقت اسلام کا خف اپنے دل میں ڈال لے اور اپنی شوخیوں اور بے باکیوں کی کسی قدر رجوع کے ساتھ اصلاح کر لے تو خدا تعالیٰ وعدہ عذاب دنیوی میں تاخیر ڈال دیتا ہے یہی تعلیم سارے قرآن میں موجود ہے جیسا کہ اللہ جل شانہ کفار کا قول ذکر کر کے فرماتا ہے **ربنا اکشف عنا العذاب انا مومنون**. (**الدخان: ۱۳**) اور پھر جواب میں فرماتا ہے **انا کاشفوا العذاب قلیلا انکم عائدون**. (**الدخان: ۱۶**) سورۃ الدخان الجزو نمبر ۲۵ یعنی کافر عذاب کے وقت کہیں گے کہ اے خدا ہم سے عذاب دفع کر کہ ہم ایمان لائے اور ہم تھوڑا سا یا تھوڑی مدت تک عذاب دور کر دیں گے مگر تم اے کافرو پھر کفر کی طرف عود کرو گے۔ پس ان آیات سے اور ایسا ہی ان آیتوں سے جن میں قریب الغرق کشتیوں کا ذکر ہے صریح منطوق قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ عذاب دنیوی ایسے کافروں کے سر پر سے ٹل جاتا ہے جو خوف کے دنوں اور وقتوں میں حق اور توحید کی طرف رجوع کریں گو امن پا کر پھر بے ایمان ہو جائیں بھلا اگر ہمارا یہ بیان صحیح نہیں ہے تو اپنے معلوم شیخ بٹالوی کو کہو کہ قسم کھا کر بذریعہ تحریر یہ ظاہر کرے کہ ہمارا یہ بیان غلط ہے کیونکہ تم تو دجال ہو تو تم ہرگز نہیں سمجھو گے اور وہ سمجھ لے گا اور یاد رکھو کہ وہ ہرگز قسم نہیں کھائے گا کیونکہ ہمارے بیان میں سچائی کا نور دیکھے گا اور قرآن کے مطابق پائے گا پس اب بتلا کیا دجال تیرا ہی نام ثابت ہوا یا کسی اور کا حق سے لڑتا رہ آخر اے مردار دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا‘‘

(ضمیمہ انوار الاسلام۔ روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۸۵)

لیکھرام کی ہلاکت کے متعلق پیشگوئی کے بارہ میں چیلنج

لیکھرام پشاوری آریہ سماج کا ایک بہت تیز زبان اور شوخ طبیعت پنڈت تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بدگوئی میں تمام آریہ پنڈتوں سے بڑھا ہوا تھا اور قرآن کریم کی آیات کے ایسے ایسے گندے ترجمے شائع کرتا تھا کہ ان کو پڑھنا بھی کسی شریف آدمی کیلئے مشکل ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب ۱۸۸۵ء میں غیر مسلموں کو اسلام کی صداقت کیلئے نشان نمائی کی دعوت دی تو لیکھرام بھی مقابلہ کیلئے آیا۔مگر چند روز مخالفوں کے پاس رہ کر واپس چلا گیا۔اس کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر پیشگوئی مصلح موعود شائع فرمائی تو لیکھرام نے بھی اس کے بالمقابل حضرت اقدس کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے کہا تھا کہ۔

''یہ شخص تین سال کے اندر ہیضہ سے مرجائے گا کیونکہ (نعوذ باللہ) کذاب ہے۔''

نیز یہ بھی لکھا کہ۔

''تین سال کے اندر اس کا خاتمہ ہو جائے گا اور اس کی ذریت میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔'' (تکذیب براہین احمدیہ حصہ دوم۔بحوالہ کلیات آریہ مسافر ۱۶۰)

لیکھرام کی اس پیشگوئی کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیکھرام کو دعوت دیتے ہوئے فیصلہ کا درج ذیل طریق پیش فرمایا۔

''ہندو روشن چشم جو اس الٰہی کاروبار کا نام فریب رکھ رہا ہے اس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ ہر چند اب ہمیں فرصت نہیں کہ بالمواجہ آزمائش کے لئے ہر روز نئے نئے اشتہار جاری کریں۔اور خود رسالہ سراج منیر نے ان متفرق کارروائیوں سے ہمیں مستغنی کر دیا ہے لیکن چونکہ اس وزدمنش کی روبہ بازیوں کا تدارک از بس ضروری ہے

جو مدت سے برقع ہیں اپنا مونہہ چھپا کر کبھی اپنے اشتہاروں میں ہمیں گالیاں دیتا ہے کبھی ہم پر تہمتیں لگاتا ہے اور فریبوں کی طرف نسبت دیتا ہے۔ اور کبھی ہمیں مفلس بے زر قرار دے کر یہ کہتا ہے کہ کس کے پاس مقابلہ کے لئے جاویں وہ تو کچھ بھی جائداد نہیں رکھتا۔ ہمیں کیا دے گا۔ کبھی ہمیں قتل کرنے کی دھمکی دیتا ہے اور اپنے اشتہاروں میں ۲۷۔ جولائی ۱۸۸۶ء سے تین برس تک ہماری زندگی کا خاتمہ بتلاتا ہے۔ ایسا ہی ایک بیرنگ خط میں بھی جو کسی انجان کے ہاتھ سے لکھایا گیا ہے جان سے مار دینے کے لئے ہمیں ڈراتا ہے۔ لہذا ہم بعد اس دعا کے کہ یا الٰہی تو اس کا اور ہمارا فیصلہ کر۔ اس کے نام یہ اعلان جاری کرتے ہیں۔ اور خاص اسی کو اس آزمائش کے لئے بلاتے ہیں کہ اب برقع سے مونہہ نکال کر ہمارے سامنے آوے اور اپنا نام و نشان بتلاوے اور پہلے چند اخباروں میں شرائط متذکرہ ذیل پر اپنا آزمائش کے لئے ہمارے پاس آنا شائع کر کے اور پھر بعد تحریری قرارداد چالیس دن تک امتحان کے لئے ہماری صحبت میں رہے۔ اگر اس مدت تک کوئی ایسی الہامی پیشگوئی ظہور میں آ گئی جس کے مقابلہ سے وہ عاجز رہ جائے تو اسی جگہ اپنی لمبی چوٹی کٹا کر اور رشتہ بے سود زنار کو توڑ کر اس پاک جماعت میں داخل ہو جائے جو لا الہ الا اللہ کی توحید سے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل رہبری سے گم گشتگان بادیہ شرک و بدعت کو صراط مستقیم کی شاہ راہ پر لاتے جاتے ہیں پھر دیکھے کہ بے انتہا قدرتوں اور طاقتوں کے مالک نے کیسے ایک دم میں اندرونی آلائشوں سے اسے صاف کر دیا ہے اور کیونکر نجاست بھرا ہوا لتہ ایک صاف اور پاک پیرایہ کی صورت میں آ گیا ہے لیکن اگر کوئی پیش گوئی اس چالیس دن کے عرصہ میں ظہور میں نہ آئے تو چالیس دن کے حرجانہ میں سو روپیہ یا جس قدر کوئی ماہواری تنخواہ سرکار انگریزی میں پا چکا ہو اس کا دو چند ہم سے

لے لے۔ اور پھر ایک وجہ معقول کے ساتھ تمام جہان میں ہماری نسبت منادی کرادے کہ آزمائش کے بعد میں نے اس کو فریبی اور جھوٹ پایا یکم اپریل ۱۸۸۷ء سے اخیر مئی ۱۸۸۷ء تک اسے مہلت ہے اور یہ بھی واضح رہے کہ اس کے اطمینان کے لئے روپیہ کسی برہمو صاحب کے پاس رکھا جائے گا جو دونوں فریق کے لئے بطور ثالث ہیں اور وہ برہمو صاحب ہمارے جھوٹا نکلنے کی حالت میں خود اپنے اختیار سے جو پہلے بذریعہ تحریر خاص ان کو دیا جائے گا اس آریہ فتح یاب کے حوالہ کردیں گے۔ اور اگر اب بھی روپیہ لینے میں دھڑکا ہو تو اس عمدہ تدبیر پر کہ خود آریہ صاحب سوچیں عمل کیا جائے گا۔'' (سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۴۷، ۳۷۵)

مگر اس دعوت کو لیکھرام نے قبول نہ کیا اور مخالفت میں بڑھنا شروع کر دیا۔ جب لیکھرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نسبت استہزاء میں حد سے بڑھ گیا اور بار بار نشان طلب کرنا شروع کر دیا تو اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی جس میں آپ کو لیکھرام کی ہلاکت سے متعلق بتایا گیا۔ اس پیشگوئی کے شائع کرنے سے پہلے آپ نے لیکھرام سے دریافت کیا کہ اگر اس پیشگوئی کے شائع کرنے سے اس کو رنج پہنچے تو اس پیشگوئی کو شائع نہ کیا جائے۔ مگر اس نے اس کے جواب میں یہی لکھا کہ اس آپ کی پیشگوئیوں سے کچھ خوف نہیں آپ بے شک شائع کر دیں مگر چونکہ پیشگوئی میں وقت کی تعیین نہ تھی اور لیکھرام وقت کی تعیین کا مطالبہ کرتا تھا اس لئے آپ نے پیشگوئی کے شائع کرنے میں اس وقت تک توقف کیا جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے وقت معلوم نہ ہو گیا۔ آخر اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کہ ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے چھ برس کے اندر لیکھرام پر ایک دردناک عذاب آئے گا جس کا نتیجہ موت ہوگی یہ پیشگوئی شائع کر دی۔ ساتھ ہی عربی زبان میں یہ الہام بھی شائع کیا جو لیکھرام کی نسبت تھا یعنی **عجل جسد له خوار له نصب و عذاب** (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵

صفحہ ۶۵۰) یعنی یہ شخص گوسالہ سامری کی طرح ایک بچھڑا ہے جو یونہی شور مچاتا ہے ورنہ اس میں روحانی زندگی کا کچھ حصہ نہیں۔ اس پر ایک بلا نازل ہوگی اور عذاب آئے گا۔

اس کے بعد آپ نے لکھا کہ اب میں تمام فرقہ ہائے مذاہب پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے یعنی ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے بالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔

اس اعلان کے پانچویں سال جیسا کہ ایک الہام میں بتایا گیا تھا یقضی امرہ فی ست یعنی پنڈت لیکھرام کا معاملہ چھ سال میں ختم ہوجائے گا کے مطابق پنڈت لیکھرام عید الفطر کے دوسرے دن ۶/ مارچ ۱۸۹۷ء کو شام کے چھ بجے پیشگوئی کے مطابق قتل کیا گیا اور اللہ تعالیٰ کے فرستادے کی صداقت کیلئے ایک نشان ٹھہرا اور ان کیلئے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کے خلاف گندہ دہانی کرتے ہیں موجب عبرت بنا۔ اور اس طرح یہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یہ پیشگوئی اپنی طرف سے نہیں بلکہ علام الغیوب خدا کی طرف سے تھی۔

پنڈت لیکھرام چونکہ آریہ قوم کے ایک مشہور لیڈر تھے اور حضرت اقدس کی پیشگوئی کا بھی گھر گھر چرچا تھا لہٰذا جب پنڈت صاحب قتل ہوئے تو ملک میں طول و عرض میں شور پڑ گیا۔ ہندو اخبارات میں اس واقعہ قتل کو کھلم کھلا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سازش کا نتیجہ قرار دیا گیا۔ آپ کو قتل کی دھمکیوں پر مشتمل گمنام خطوط لکھے گئے۔ خفیہ انجمنوں میں قاتل کی نشاندہی کرنے والے کیلئے بڑی بڑی رقمیں مقرر کی گئیں۔ مگر اس قتل کا سراغ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ اور حضرت اقدس کی حفاظت کا تو اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لے چکا تھا جیسا کہ آپ کے الہام واللہ یعصمک من الناس سے ظاہر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے حملوں سے محفوظ رکھے گا۔

جب ہندوؤں کی کوئی تدبیر بھی کارگر ثابت نہ ہوئی تو انہوں نے حکومت پر زور دای کہ آپ کے خلاف اقدام قتل کا مقدمہ چلایا جائے۔ چنانچہ گورنمنٹ کے مشہور اور ماہر سراغرساں اس واقعہ کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوئے۔ لاہور اور امرتسر کے معزز مہمانوں کی تلاشیاں لی گئیں۔ ۱۸/اپریل ۱۸۹۷ء کو مسٹر لیمار چنڈ ایس پی گورداسپور اور میاں محمد بخش ڈپٹی انسپکٹر متعینہ بٹالہ نے پولیس کی ایک مختصر جمعیت کے ساتھ آپ کے گھر کی تلاشی لی لیکن نتیجہ یہی نکلا کہ آپ اور آپ کی جماعت کو اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ آریہ پریس اور آریہ لیڈر چونکہ آپ کو ہی ذمہ دار سمجھتے تھے اس لئے آپ نے ''لیکھرام کی موت کے متعلق آریوں کے خیالات'' کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں آپ کو سازش قتل میں شریک سمجھنے والے کو یہ چیلنج دیا کہ۔

''اور اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دور نہیں ہوسکتا۔ اور مجھے اس قتل کی سازش میں شریک سمجھتا ہے جیسا کہ ہندو اخباروں نے ظاہر کیا ہے تو میں ایک نیک صلاح دیتا ہوں کہ جس سے سارا قصہ فیصلہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ ”میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک یا اس کے حکم سے واقعہ قتل ہوا ہے۔ پس اگر یہ صحیح نہیں ہے تو اے قادر خدا ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل کر جو ہیبت ناک عذاب ہو۔ مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو۔ اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک میری بددعا سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں اور اس سزا کے لائق کہ ایک قاتل کیلئے ہونی چاہئے۔ اب اگر کوئی بہادر کلیجہ والا آریہ ہے جو اس طور سے تمام دنیا کو شبہات سے چھڑا دے تو اس طریق کو اختیار کرے۔ یہ طریق نہایت سادہ اور راستی کا فیصلہ ہے شاید اس طریق سے ہمارے مخالف مولویوں کو بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے سچے دل سے یہ لکھا ہے مگر یاد رہے کہ ایسی آزمائش کرنے والا

خود قادیان میں آوے اس کا کرایہ میرے ذمہ ہوگا۔ جانبین کی تحریرات چھپ جائیں گی۔ اگر خدا نے اس کو ایسے عذاب سے ہلاک نہ کیا جس میں انسان کے ہاتھوں کی آمیزش نہ ہو تو میں کاذب ٹھہروں گا۔ اور تمام دنیا گواہ رہے۔ کہ اس صورت میں اسی سزا کے لائق ٹھہروں گا۔ جو مجرم قتل کو دینی چاہیئے میں اس جگہ سے دوسرے مقام نہیں جا سکتا۔ مقابلہ کرنے والے کو آپ آنا چاہیئے۔ مگر مقابلہ کرنے والا ایک ایسا شخص ہو جو دل کا بہت بہادر اور جوان اور مضبوط ہو۔ اب بعد اس کے سخت بے حیائی ہوگی کہ کوئی غائبانہ میرے پر ایسے ناپاک شبہات کرے۔ میں نے طریق فیصلہ آگے رکھ دیا ہے۔ اگر میں اس کے بعد روگردان ہو جاؤں تو مجھ پر خدا کی لعنت۔ اور اگر کوئی اعتراض کرنے والا بہتانوں سے باز نہ آوے اور اس طریق فیصلہ سے طالب تحقیق نہ ہو تو اس پر لعنت۔'' (سراج منیر۔ روحانی خزائن جلد۱۲ صفحہ ۲۹)

ردعمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ بالا دعوت قسم کے مقابلہ میں اور تو کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ایسی قسم کھاوے البتہ آریہ قوم میں سے ایک شخص گنگا بشن نے آپ کی خدمت میں لکھا کہ ''میں قسم کھانے کو تیار ہوں'' مگر اس کے لئے انہوں نے تین شرطیں لگا دیں۔

اوّل یہ کہ اگر پیشگوئی پوری نہ ہوئی تو (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت اقدس کو پھانسی کی سزا دی جائے۔

دوم۔ یہ کہ ان کے لئے یعنی لالہ گنگا بشن کیلئے دس ہزار روپیہ گورنمنٹ میں جمع کروایا جائے۔ یا ایسے بنک میں جس میں ان کی تسلی ہو سکے اور وہ بددعا سے نہ مریں تو ان کو وہ روپیہ مل جائے۔

سوم۔ یہ کہ جب وہ قادیان میں قسم کھانے کیلئے آویں تو اس بات کا ذمہ لیا جائے کہ لیکھرام کی طرح نہ کئے جائیں۔

لالہ گنگا رام صاحب کی ان شرطوں کو حضرت اقدس نے منظور فرماتے ہوئے لکھا کہ لالہ گنگا بشن کو چاہیئے کہ وہ ان الفاظ میں قسم کھاویں کہ۔

''ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنے اشتہار ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں جس میں آریہ صاحبوں کے خیالات لیکھرام کی موت کی نسبت لکھے گئے تھے دوسرے صفحہ کے دوسرے کالم میں لکھا تھا کہ اگر اب بھی کسی شک کرنے والے کا شک دور نہیں ہوسکتا اور میری نسبت یقین رکھتا ہے کہ گویا میں سازش قتل میں شریک ہوں تو ایسا شخص میرے سامنے قسم کھاوے جس کے الفاظ یہ ہوں کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص سازش قتل میں شریک ہے اور اگر شیک نہیں تو ایک برس کے اندر مجھ پر وہ عذاب نازل ہو جو ہیبت ناک ہو۔ مگر کسی انسان کے ہاتھوں سے نہ ہو۔ اور نہ انسان کے منصوبوں کا اس میں کچھ دخل متصور ہو سکے۔ پس اگر یہ شخص ایک برس تک ایسے عذاب سے بچ گیا تو میں مجرم ہوں گا اور اس سزا کے لائق جو ایک قاتل کو ہونی چاہیئے۔ اس اشتہار کے بعد ایک صاحب گنگا بشن نام نے اخبار سماچار مطبوعہ ۳؍اپریل ۱۸۹۷ء کے ذریعہ سے قسم کھانے کے لئے اپنے تئیں مستعد ظاہر کیا ور صاف طور پر اقرار کر دیا کہ حسب منشاء اشتہار ۱۵؍ مارچ ۱۸۹۷ء میں قسم کھانے کے لئے طیار ہوں بلکہ یہ بھی کہہ دیا کہ میری قسم سے آئندہ کوئی آپ کے سامنے کھڑا نہیں ہوگا۔ یعنی تمام مخالف قومیں لاجواب ہو جائیں گی۔ مگر اپنی طرف سے یہ زائد شرط لگا دی کہ میں اس صورت میں قسم کھاؤں گا کہ دس ہزار روپیہ میرے لئے جمع کر دیا جائے۔ اس تصریح سے کہ اگر میں زندہ رہا تو اس روپیہ کا میں حق دار ہوں گا۔ سو ہم نے اس نئی شرط کو بھی جو ہمارے اشتہار کے منشاء سے زائد تھی اس شرط کے ساتھ قبول کیا کہ لالہ گنگا بشن اس مفصلہ ذیل مضمون کی قسم بذریعہ کسی مشہور اخبار کے شائع

کریں اور نیز قادیان میں آ کر بالمواجہ بھی میرا نام لے کر یہ قسم کھاویں کہ درحقیقت لیکھرام کے قتل میں اس شخص کی شراکت ہے اور اس کی خفیہ سازش سے اس کی موت ہوئی ہے اور اگر یہ صحیح نہیں ہے تو ایک سال تک مجھ کو وہ موت آوے جس میں انسان کے منصوبہ کا دخل نہ ہو۔ اور ایسا ہی اخبار کے ذریعہ سے اور نیز بالمواجہ بھی یہ اقرار کریں کہ اگر میں ایک سال کے اندر حسب منشاء اس قسم کے مر گیا تو میرا مرنا اس بات پر گواہی ہوگا کہ درحقیقت لیکھرام خدا کے غضب سے اور پیشگوئی کے موافق ہلاک ہوا ہے اور نیز اس بات پر گواہی ہوگی کی درحقیقت دین اسلام ہی سچا دین ہے اور باقی تمام مذاہب جیسا کہ آریہ مت سناتن دھرم اور عیسائی وغیرہ سب بگڑے ہوئے عقیدے ہیں۔ اس پر لالہ بشن صاحب ضمیمہ بھارت سدھار ۱۱/اپریل ۱۸۹۷ء اور ہمدرد ہندو ۱۲/اپریل ۱۸۹۷ء میں یہ فضول عذر شائع کرتے ہیں کہ یہ شرط اشتہار ۱۵/اپریل ۱۸۹۷ء میں موجود نہیں تھی۔ لہذا ہم ان کو اطلاع دیتے ہیں کہ اوّل تو خود تم نے ہمارے اشتہار ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء کی پابندی اختیار نہیں کی اور اپنی طرف سے دس ہزار روپیہ جمع کرانے کی شرط زیادہ کر دی۔ جس پر ہمارا حق تھا کہ ہم بھی تمہاری اس قدر ترمیم پر جس قدر چاہتے پہلے اشتہار کی ترمیم کرتے اور یہ ایک سیدھی بات ہے کہ آپ نے ہمارے اشتہار کے منشاء سے آگے قدم رکھ کر ایک نئی شرط اپنے فائدہ کے لئے زیادہ کر دی۔ اس لئے ہمارا بھی حق تھا کہ ہم بھی نئی شرط کے مقابل پر جس قدر چاہیں بڑھا دیں۔'' (مجوعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ ۳۸۵، ۳۸۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب لالہ گنگا رام صاحب کی تینوں شرطوں کو منظور فرما لیا اور قسم کے الفاظ بھی تحریر کر دیئے تو لالہ گنگا بشن صاحب نے ''ہمدرد ہندو'' لاہور ۱۲۔ اپریل میں ایک اور شرط کا اضافہ کر دیا اور وہ یہ کہ جب مرزا صاحب (نعوذ باللہ) جھوٹا ہونے کی صورت میں

پھانسی کی سزا سے مارے جائیں گے تو ان کی لاش مجھے مل جائے اور پھر وہ اس لاش سے جو چاہیں کریں جلا دیں دریا برد کریں یا اور کارروائی کریں۔ چنانچہ اس شرط کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا:۔

’’یہ شرط بھی مجھے منظور ہے اور میرے نزدیک بھی جھوٹے کی لاش ہر ایک ذلت کے لائق ہے اور یہ شرط درحقیقت نہایت ضروری تھی جو لالہ گنگا رام صاحب کو عین موقعہ پر یاد آ گئی لیکن ہمارا بھی حق ہے کہ یہی شرط بالمقابل اپنے لئے بھی قائم کریں۔......اور وہ یہ ہے کہ جب گنگا بشن رام صاحب حسب منشاء پیشگوئی مر جائیں تو ان کی لاش بھی ہمیں مل جائے تا بطور نشان فتح وہ لاش ہمارے قبضہ میں رہے اور ہم اس لاش کو ضائع نہیں کریں گے بلکہ بطور نشان فتح مناسب مصالحوں کے ساتھ محفوظ رکھ کر عام منظر میں یا لاہور کے عجائب گھر میں رکھا دیں گے لیکن چونکہ لاش کے وصول پانے کے لئے ابھی سے کوئی احسن انتظام چاہیئے لہذا اس سے زیادہ کوئی انتظام احسن معلوم نہیں ہوتا کہ پنڈت لیکھرام کی یادگار کے لئے جو پچاس ہزار یا ساٹھ ہزار روپیہ جمع ہوا ہے اس میں سے دس ہزار روپیہ بطور ضمانت لاش ضبط ہو کر سرکاری بنک میں جمع رہے اور کاغذات خزانہ میں یہ لکھوا دیا جائے اگر ایک سال کے اندر گنگا رام فوت ہو گیا اور اس کی لاش ہمارے حوالہ نہ کی گئی تو بعوض اس کے بطور قیمت لاش یا تاوان عدم حوالگی لاش دس ہزار روپیہ ہمارے حوالہ کر دیا جائے گا اور ایسے اقرار کی ایک نقل معہ دستخط عہدہ دار افسر خزانہ کے مجھے بھی ملنی چاہیئے۔‘‘

(از اشتہار ۱۶/اپریل ۱۸۹۷ء مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۹۱،۹۲)

حضرت اقدس کی اس شرط کے جواب میں لالہ گنگا بشن صاحب نے لکھا کہ:۔

’’میں آریہ سماج کا ممبر نہیں تا وہ اس قدر میرے لئے ہمدردی کر سکیں کہ دس ہزار روپیہ

جمع کرادیں۔‘‘ (از اشتہار ۲۷؍اپریل ۱۸۹۷ء مجموعہ اشتہارات جلد ۲)

حضرت اقدس نے جواباً لکھا کہ:۔

’’یادرہے کہ گنگا بشن صاحب کو دس ہزار روپیہ جمع کرانا کچھ بھی مشکل نہیں کیونکہ گر آریہ صاحبوں کی بھی درحقیقت یہی رائے ہے کہ لیکھرام کا قاتل درحقیقت یہی راقم ہے اور وہ یقین دل سے جانتے ہیں کہ الہام اور مکالمہ الٰہی سب جھوٹی باتیں ہیں بلکہ اس راقم کی سازش سے وقوعہ قتل ظہور میں آیا ہے تو بشوق دل لالہ گنگا بشن کو مدد دیں گے اور دس ہزار کیا پچاس ہزار تک جمع کرا سکتے ہیں اور وہ یہ بھی انتظام کر سکتے ہیں کہ جو دس ہزار روپیہ مجھ سے لیا جائے وہ آریہ سماج کے نیک کاموں میں خرچ ہوگا تو اب آریہ صاحبوں کا اس بات میں کیا حرج ہے کہ بطور ضمانت دس ہزار روپیہ جمع کرادیں بلکہ یہ تو ایک مفت کی تجارت ہے جس میں کسی قسم کا دھڑکا نہیں۔ اس میں یہ بھی فائدہ ہے کہ گورنمنٹ کو معلوم رہے گا کہ آریہ قوم کی رضامندی سے یہ معاملہ وقوع میں آیا ہے اور نیز اس اعلیٰ نشان سے روز کے جھگڑے طے ہو جائیں گے۔ اور اگر یہ حالت ہے کہ آریہ قوم کے معزز لالہ گنگا گشن کو اس رائے میں کہ یہ عاجز لیکھرام کا قاتل ہے جھوٹا سمجھتے ہیں ...... تو پھر مجھے کونسی ضرورت ہے کہ ایسے شخص کے مقابلہ کا فکر کروں جس کو پہلے سے اس کی قوم ہی جھوٹا تسلیم کر چکی ہے۔‘‘

آخر میں حضور نے لکھا کہ

’’اگر لالہ گنگا بشن کو ہماری یہ شرط منظور نہیں تو آئندہ ان کو ہرگز جواب نہیں دیا جائے گا اور ان کے مقابل پر یہ ہمارا آخری اشتہار ہے۔‘‘

(از اشتہار ۲۷؍اپریل ۱۸۹۷ء مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲)

حضرت اقدس کے اس اشتہار کے بعد لالہ گنگا بشن صاحب بالکل خاموش ہو گئے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کو دعوت قسم

مولوی محمد حسین بٹالوی اس موقعہ پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کرنے سے نہیں چوکے۔ انہوں نے تحریراً اور تقریراً یہ مشہور کرنا شروع کر دیا کہ پیشگوئی جھوٹی نکلی۔ اس پر حضرت اقدس نے لکھا کہ۔

''مولوی محمد حسین صاحب اگر سچے دل سے یقین رکھتے ہیں کہ یہ پیشگوئی لیکھرام والی جھوٹی نکلی تو انہیں مخالفانہ تحریر کیلئے تکلیف اٹھانے کی کچھ ضرورت نہیں۔ ہم خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اگر وہ جلسہ عام میں میرے روبرو یہ قسم کھائیں کہ ''یہ پیشگوئی خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھی اور نہ سچی نکلی اور اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے تھی اور فی الواقعہ پوری ہوئی ہے تو اسے قادر مطلق ایک سال کے اندر میرے پر کوئی عذاب شدید نازل کر۔'' پھر اگر مولوی صاحب موصوف اس عذاب شدید سے ایک سال تک بچ گئے تو ہم اپنے تئیں جھوٹا سمجھ لیں گے اور مولوی صاحب کے ہاتھ پر توبہ کریں گے اور جس قدر کتابیں ہمارے پاس اس بارہ میں ہوں گی جلا دیں گے اور اگر وہ اب بھی گریز کریں تو اہل اسلام سمجھ لیں کہ ان کی کیا حالت ہے اور کہاں تک نوبت پہنچ چکی ہے۔ (از اشتہار ۲۷راپریل ۱۸۹۷ء مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۸۱ ح)

اس اشتہار کی اشاعت کے بعد مولوی صاحب موصوف نے بھی چند نامعقول اور لایعنی عذرات پیش کر کے خاموشی اختیار کر لی۔

لیکھرام کے متعلق پیشگوئی پر ہونے والے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا کہ لیکھرام کی پیشگوئی میں اس کے قتل ہونے کی تصریح نہیں۔ اس اعتراض کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا۔

''لعنة الله على الكاذبين۔ آؤ ہمارے روبرو ہماری کتابیں دیکھو جن میں متفرق

مقامات میں یہ پیشگوئی درج ہے۔ پھر اگر تصریح ثابت نہ ہو تو اسی جلسہ میں آپ کو دو سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ (ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۴۱۸)

لیکھرام کا قتل اور ہندوؤں کی مذموم حرکات

اس زمانہ میں دودھ، دہی اور مٹھائی کی دوکانیں صرف ہندوؤں کی ہوتی تھیں۔ اس واقعہ کی وجہ سے بعض ہندو دوکانداروں نے مسلمان بچوں کو مٹھائی میں زہر ملا کر دے دیا۔ اس سے مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور انہوں نے دودھ، دہی اور مٹھائی کی دوکانیں کھولنا شروع کر دیں۔

حضرت مصلح موعود کے متعلق پیشگوئی

فرمایا:

''چونکہ اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰ جنوری ۱۸۸۶ء پر جس میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے جو بہ صفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا۔ دو شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطانی کشمیری و صابر علی نے روبروئے مرزا نوب بیگ و میاں شمس الدین و مرزا غلام علی ساکنان قادیان یہ دروغ بے فروغ برپا کیا ہے کہ ہماری دانست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگیا حالانکہ یہ قول نامبردگان سراسر افتراء اور دورغ و بمقتضائے کینہ وحسد وعناد جبلی ہے جس سے وہ نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اس لئے ہم ان کے اس قول دروغ کا رد واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں کہ ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء ہے، ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰، ۲۲ سال سے زیادہ ہے، پیدا نہیں ہوا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدۂ الٰہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے۔ بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔ اور یہ اتہام

کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہو گیا ہے، سراسر دروغ ہے۔ ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنی اپنے والد میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بودوباش رکھتے ہیں اوران کے گھر متصل منشی مولا بخش صاحب ملازم ریلوے اور بابو محمد صاحب کلرک دفتر نہر رہتے ہیں۔ معترضین یا جس شخص کو شبہ ہو، اس پر واجب ہے کہ اپنا شبہ رفع کرنے کے لئے وہاں چلا جائے اور اس جگہ اردگرد سے خوب دریافت کرلے۔ اگر کرایہ آمدورفت نہ ہو تو ہم اس کو دے دیں گے لیکن اگر اب بھی جا کر دریافت نہ کرے اور نہ دروغ گوئی سے باز آوے تو بجز اس کے کہ ہمارے اور تمام حق پسندوں کی نظر میں لعنت اللہ علی الکاذبین کا لقب پاوے اور نیز زیر عتاب حضرت احکم الحاکمین کے آوے۔ اور کیا ثمرہ اس یاوہ گوئی کا ہوگا۔ خدا تعالیٰ ایسے شخصوں کو ہدایت دیوے کہ جو جوش حسد میں آکر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اور اس دروغ گوئی کے مآل کو بھی نہیں سوچتے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴)

ایک صاحب جو رسالہ درۃ الاسلام کے ایڈیٹر تھے نے اپنے رسالہ کے ایک پرچہ میں یہ اعتراض کیا کہ مرزا صاحب نے پسر موعود کے سلسلہ میں مارچ ۱۸۸۶ء میں اشتہار دیا تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا لیکن اس اعلان کے برخلاف لڑکا پیدا ہونے کی بجائے لڑکی پیدا ہوئی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شخص کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''پھر یہ شخص لکھتا ہے کہ مارچ ۱۸۸۶ء میں اشتہار دیا تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا۔ یعنی بعد اس کے لڑکی پیدا ہوئی۔ لیکن اے نادانو! دل کے اندھو! میں کب تک تمہیں سمجھاؤں گا۔ مجھے وہ اشتہار ۱۸۸۶ء دکھلاؤ۔ میں نے کہاں لکھا ہے کہ اسی سال میں لڑکا پیدا ہونا

ضروری ہے۔ پھر یہی شخص لکھتا ہے کہ ”تمہیں اپنے جھوٹے الہام پر ذرہ شرم نہ آئی۔“ پر میں کہتا ہوں کہ سیاہ دل! الہام جھوٹا نہیں تھا۔ تجھ میں خود الٰہی کلام کے سمجھنے کا مادہ نہیں۔ الہام میں کوئی لفظ نہ تھا کہ اس حمل میں ہی لڑکا پیدا ہو جائے گا۔ اب بجز اس کے میں کیا کہوں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ بیشک مجھے الہام ہوا تھا کہ موعود لڑکے سے قومیں برکت پائیں گی۔ مگر ان اشتہارات میں کوئی ایسا الٰہی الہام نہیں جس نے کسی لڑکے کی تخصیص کی ہو کہ یہی موعود ہے۔ اگر ہے تو لعنت ہے تجھ پر اگر تو وہ الہام پیش نہ کرے۔ ہاں دوسرے حمل میں جیسا کہ پہلے سے مجھے ایک اور لڑکے کی بشارت ملی تھی لڑکا پیدا ہوا۔ سو یہ بجائے خود ایک مستقل پیشگوئی تھی جو پوری ہو گئی جس کا ہمارے مخالفوں کو صاف اقرار ہے۔ ہاں اگر اس پیشگوئی میں کوئی ایسا الہام میں نے لکھا ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ الہام نے اسی کو موعود لڑکا قرار دیا تھا تو کیوں وہ الہام پیش نہیں کیا جاتا۔ پس جبکہ تم الہام کے پیش کرنے سے عاجز ہو تو کیا یہ لعنت تم پر ہے یا کسی اور پر۔ اور یہ کہنا کہ اس لڑکے کو بھی مسعود کہا ہے۔ تو اے نابکار مسعودوں کی اولاد مسعود ہی ہوتی ہے الا شاذ و نادر۔ کون باپ ہے جو اپنے لڑکے کو سعادت اطوار نہیں بلکہ شقاوت اطوار کہتا ہے۔ کیا تمہارا یہی طریق ہے؟ اور بالفرض اگر میری یہی مراد ہوتی تو میرا کہنا اور خدا کا کہنا ایک نہیں ہے۔ میں انسان ہوں ممکن ہے کہ اجتہاد سے ایک بات کہوں اور وہ صحیح نہ ہو۔ پر میں پوچھتا ہوں کہ وہ خدا کا الہام کونسا ہے کہ میں نے ظاہر کیا تھا کہ پہلے حمل میں ہی لڑکا پیدا ہو جائے گا یا جو دوسرے میں پیدا ہوگا۔ وہ درحقیقت وہی موعود لڑکا ہوگا۔ اور وہ الہام پورا نہ ہوا۔ اگر ایسا الہام میرا تمہارے پاس موجود ہے تو تم پر لعنت ہے اگر وہ الہام شائع نہ کرو!“

(حجۃ اللّٰہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۲، صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

پیشگوئیوں کے ذریعہ اپنی صداقت کو پرکھنے کے چیلنج

اس سے پہلے ہم گذشتہ صفحات میں از روئے قرآن ثابت کرآئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی مدعی نبوت کے دعویٰ کو پرکھنے کیلئے پیشگوئیوں کو معیار قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اپنے صدق اور کذب کو جانچنے کے لئے اپنی پیشگوئیوں کو مدار ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ کے زبردست کام اور پیشگوئیاں جو ربانی طاقت اپنے اندر رکھتی ہیں جو ملہموں اور واصلانِ الٰہی کو دی جاتی ہیں، اللہ جل شانہ کے وجود اور اس کی صفات کاملہ جمیلہ جلیلہ پر دلالت قویہ قطعیہ رکھتی ہیں۔ لیکن افسوس کہ دنیا میں صدق دل سے خدا تعالیٰ کو طلب کرنے والے اور اس کی معرفت کی راہوں کے بھوکے اور پیاسے بہت کم ہیں اور اکثر ایسے لوگوں سے دنیا بھری پڑی ہے جو پکارنے والے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے اور جگانے والے شور سے آنکھ نہیں کھولتے۔ ہم نے اس امر کی تصدیق کرانے کیلئے خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق اور اذن پا کر ہر ایک مخالف کو بلایا مگر کوئی شخص دل کے صدق اور سچی طلب سے ہماری طرف متوجہ نہیں ہوا۔ اور اگر کوئی متوجہ ہو تو وہ زندہ خدا جس کی قدرتیں ہمیشہ عقلمندوں کو حیران کرتی ہیں وہ قادر قیوم جو قدیم سے اس جہان کے حکیموں کو شرمندہ اور ذلیل کرتا رہا ہے بلاشبہ آسمانی چمک سے اس پر حجت قائم کرے گا۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۵۷، ۱۵۹)

چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے حکومت وقت کو درج ذیل تجویز پیش فرمائی۔

''اگر میری قوم کے یہ مولوی مجھ پر دانت پیستے ہیں اور مجھ کو جھوٹا اور بداعمال خیال کرتے ہیں تو میں اس محسن گورنمنٹ کو اپنے اور ان لوگوں کے فیصلہ کے لئے منصف

کرتا ہوں کہ کوئی آئندہ کی غیب گوئی جو انسان کی نیکی یا بدی سے کچھ بھی تعلق نہ رکھے اور کسی انسانی فرد پر اس کا اثر نہ ہو اپنے خدا سے حاصل کر کے بتلاؤں اور اپنے صدق یا کذب کا اس کو مدار ٹھیراؤں اور درصورت کاذب ہونے کے ہر ایک سزا اٹھاؤں مگر ان میں کون ہے جو اس فیصلہ کو منظور کرے۔''

(کشف الغطاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۲۰۶)

نیز فرمایا:۔

''سیدھی بات تھی کہ آپ لوگ ملہم کہلاتے ہیں۔ استجابت دعا کا بھی دعویٰ ہے۔ چند پیشگوئیاں جو استجابت دعا پر بھی مشتمل ہو بذریعہ اشتہار شائع کر دیں اور اس طرف سے میں بھی شائع کر دوں۔ ایک برس سے زیادہ میعاد نہ ہو۔ پھر اگر آپ لوگوں کی پیشگوئیاں سچی نکلیں تو ایکدم میں ہزارہا لوگ میری جماعت کے آپ کے ساتھ شامل ہو جائیں گے اور جھوٹے کا منہ کالا ہو جائے گا۔ کیا آپ اس درخواست کو قبول کر لیں گے؟ ممکن نہیں۔'' (تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۴۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پیشگوئیوں پر کئے جانے والے اعتراضات کے تصفیہ کے لئے بھی کئی انعامی چیلنج دیئے جو حسب ذیل ہیں:۔

''اس شیخ دشمن حق کا یہ بھی میرے پر افترا ہے کہ اور بھی بعض پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں۔ ہم بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ہم شیخ مذکور کو فی پیشگوئی سو روپیہ نقد دینے کو تیار ہیں اگر وہ ثابت کر سکے کہ فلاں پیشگوئی خلاف واقعہ ظہور میں آئی۔ مگر کیا وہ بات سن کر تحقیقات کے لئے درخواست کرے گا؟ نہیں اس کو نخوت نے اندھا کر دیا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہ شخص مفسد اور دشمن حق ہے اس پر آشوب زمانہ میں اسلام کی عزت اور شوکت اور بزرگی ظاہر ہو۔ مگر یہ اس ارادہ میں ناکام رہے گا۔ میری بات سن رکھو۔ اب سے خوب یاد رکھو۔ کہ خدا بہت سے نشان دکھائے گا۔ نہیں

چھوڑے گا جب تک ایسے لوگوں کو ذلیل کر کے نہ دکھلائے۔منہ“

(استفتاء۔۔روحانی خزائن جلد۱۲صفحہ۱۳۵حاشیہ)

فرمایا:۔

”اور سچ اور واقعی یہی بات ہے کہ میری کوئی ایسی پیشگوئی نہیں کہ جو پوری نہیں ہوگئی۔ اگر کسی کے دل میں شک ہو تو وہ سیدھی نیت سے ہمارے پاس آ جائے اور بالمواجہ کوئی اعتراض کر کے اگر شافی کافی جواب نہ سنے تو ہم ایک ایک تاوان کے سزاوار ٹھہر سکتے ہیں۔“ (حقیقۃ المہدی۔روحانی خزائن جلد۱۴صفحہ۴۴۱)

فرمایا:۔

”ایسا اعتراض کرنا جو دوسرے پاک نبیوں پر بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی وہی اعتراض آوے مسلمانوں اور نیک آدمیوں کا کام نہیں ہے بلکہ لعنتیوں اور شیطانوں کا کام ہے۔اگر دل میں فساد نہیں تو قوم کا تفرقہ دور کرنے کے لئے ایک جلسہ کرو۔اور مجلس عام میں میرے پر اعتراض کرو کہ فلاں پیشگوئی جھوٹی نکلی۔پھر اگر حاضرین نے قسم کھا کر کہہ دیا کہ فی الواقع جھوٹی نکلی اور میرے جواب کو سنکر مدلل اور شرعی دلیل سے رد کر دیا تو اسی وقت میں توبہ کروں گا۔ورنہ چاہئے کہ سب توبہ کر کے اس جماعت میں داخل ہو جائیں اور درندگی اور بدزبانی چھوڑ دیں۔“

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۱۵۵)

فرمایا:۔

”اگر میرے پر یہ الزام لگایا جائے کہ کوئی پیشگوئی میری پوری نہیں ہوئی یا پورا ہونے کی امید جاتی رہی تو اگر میں نے بحوالہ انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں کے یہ ثابت نہ کر دیا کہ درحقیقت وہ تمام پیشگویاں پوری ہوگئی ہیں یا بعض انتظار کے لائق ہیں اور

وہ اسی رنگ کی ہیں جیسا کہ نبیوں کی پیشگوئیاں تھیں تو بلا شبہ میں ہر ایک مجلس میں جھوٹا ٹھیروں گا۔ لیکن اگر میری باتیں نبیوں کی باتوں سے مشابہ ہیں تو جو مجھے جھوٹا کہتا ہے اس کو خدا تعالیٰ کا خوف نہیں ہے۔''

(اربعین۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۹)

فرمایا:۔

''اور اگر شک ہو تو خدا تعالیٰ کا خوف کر کے ایک جلسہ کرو اور ہمارے معجزات اور پیشگوئیاں سنو اور ہمارے گواہوں کی شہادت، رؤیت جو حلفی شہادت ہو گی قلمبند کرتے جاؤ اور اگر آپ لوگوں کے لئے ممکن ہو تو باستثناء ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں کسی نبی یا ولی کے معجزات کو ان کے مقابل پیش کرو لیکن نہ قصوں کے رنگ میں بلکہ رؤیت کے گواہ پیش کرو۔ کیونکہ قصے تو ہندوؤں کے پاس بھی کچھ کم نہیں۔ قصوں کو پیش کرنا تو ایسا ہے جیسا کہ ایک گوبر کا انبار مشک اور عنبر کے مقابل پر۔ مگر یاد رکھو کہ ان معجزات اور پیشگوئیوں کی نظیر جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور ہو رہے ہیں کمیت اور کیفیت اور ثبوت کے لحاظ سے ہرگز پیش نہ کر سکو گے خواہ تلاش کرتے کرتے مر بھی جاؤ۔''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۶۲)

''اے متعصب لوگو! اس قدر جھوٹ بولنا تمہیں کس نے سکھایا؟ ایک مجلس مثلاً بٹالہ میں مقرر کرو اور شیطانی جذبات سے دور ہو کر میری تقریر سنو۔ پھر اگر ثابت ہو کہ میری سو پیشگوئی میں سے ایک بھی جھوٹی نکلی ہو تو میں اقرار کروں گا کہ میں کاذب ہوں۔ اور یوں بھی خدا سے لڑنا ہے تو صبر کرو اور اپنا انجام دیکھو۔ منہ''

(اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۱ حاشیہ)

''ایسا ہی یہ لوگ جو عقل کے پورے میری بعض پیشگوئیوں کا جھوٹا نکلنا اپنے ہی دل

سے فرض کر کے یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ جب بعض پیشگوئیاں جھوٹی ہیں یا اجتہادی غلطی ہے تو پھر مسیحیت کے دعویٰ کا کیا اعتبار شاید وہ بھی غلط ہو۔ اس کا اوّل جواب تو یہی ہے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اور مولوی ثناء اللہ نے موضع مُـــــدّ میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیشگوئیاں جھوٹی نکلیں اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کیلئے قادیان میں آویں اور تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کریں اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں ہر ایک پیشگوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے۔ ورنہ ایک خاص تمغہ لعنت کا ان کے گلے میں رہے گا۔ اور ہم آمد و رفت کا خرچ بھی دیں گے۔ اور کل پیشگوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی۔ تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جاوے۔ اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

یاد رہے کہ رسالہ نزول المسیح میں ڈیڑھ سو پیشگوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اور دربدر گدائی کرنے سے نجات ہوگی۔ بلکہ ہم اور پیشگوئیاں بھی معہ ثبوت ان کے سامنے پیش کر دیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیشگوئی سو روپیہ دیتے جائیں گے۔ اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے۔ پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کیلئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لوں گا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا وہ سب ان کی نذر ہوگا۔''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲)

''میں یہ بات حتمی وعدہ سے لکھتا ہوں کہ اگر کوئی مخالف خواہ عیسائی خواہ بگفتن مسلمان ۔ میری پیشگوئیوں کے مقابل پر اس شخص کی پیشگوئیوں کو جس کا آسمان سے اترنا

خیال کرتے ہیں۔ صفائی اور یقین اور بداہت کے مرتبہ پر زیادہ ثابت کر سکے تو میں اس کو نقد ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہوں۔ مگر ثابت کرنے کا یہ طریق نہیں ہوگا کہ وہ قرآن شریف کو پیش کرے کہ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی مان لیا ہے اور یا اس کو نبی قرار دے دیا ہے کیونکہ اس طرح پر تو میں اور بھی زور سے دعویٰ کرتا ہوں کہ قرآن شریف میری سچائی کا بھی گواہ ہے۔''

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ۴۳، ۴۴)

آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کو پیشگوئیوں کے مقابلہ کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف اپنے مسلمان مکفروں اور مکذبوں کو پیشگوئیوں کے ذریعہ اپنے صدق و کذب کو جانچنے کی دعوت دی بلکہ آریہ پنڈتوں اور عیسائی پادریوں کو بھی مقابلہ کی دعوت دی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:۔

''یہ اشتہار اتمامِ حجت کی غرض سے بمقابل منشی جیونداس صاحب جو آریوں کی نسبت شریف اور سلیم الطبع معلوم ہوتے ہیں اور لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائینگ ماسٹر ہوشیار پور جو وہ بھی میری دانست میں آریوں میں سے غنیمت ہیں اور منشی اندرمن صاحب مرادآبادی جو گویا دوسرا مصرعہ سورمتی صاحب کا ہیں اور مسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رئیس امرتسر جو حضرت عیسائیوں میں سے شریف اور سلیم المزاج آدمی ہیں اور پادری عماد الدین لانبر صاحب امرتسری اور پادری ٹھاکرداس صاحب مولف کتاب اظہار عیسوی کو شائع کیا جاتا ہے کہ اب ہم بجائے ایک سال کے صرف چالیس روز اس شرط سے مقرر کرتے ہیں جو صاحب آزمائش و مقابلہ کرنا چاہیں وہ برابر چالیس دن تک ہمارے پاس قادیان میں یا جس جگہ اپنی مرضی سے ہمیں رہنے کا اتفاق ہو رہیں اور برابر حاضر رہیں۔ پس اس عرصہ میں اگر ہم

کوئی امر پیشگوئی جو خارق عادت ہو پیش نہ کریں یا پیش تو کریں مگر بوقت ظہور وہ جھوٹا نکلے یا وہ جھوٹا تو نہ ہو مگر اسی طرح صاحب ممتحن اس کا مقابلہ کر دکھلا ویں تو مبلغ پانچ سو روپیہ نقد بحالت مغلوب ہونے کے اسی وقت بلا توقف ان کو دیا جائے گا لیکن اگر وہ پیشگوئی وغیرہ بہ پایہ صداقت پہنچ گئی تو صاحب مقابل کو بشرف اسلام مشرف ہونا پڑے گا۔ اور یہ بات نہایت ضروری قابل یادداشت ہے کہ پیشگوئیوں میں صرف زبانی طور پر نکتہ چینی کرنا یا اپنی طرف سے شرائط لگانا ناجائز اور غیر مسلم ہوگا بلکہ سیدھا راہ شناخت پیشگوئی کا یہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ پیشگوئی صاحب مقابل کی رائے میں کچھ ضعف یا شک رکھتی ہے یا ان کی نظر میں قیافہ وغیرہ کے مشابہ ہے تو اسی عرصہ چالیس روز میں وہ بھی ایسی پیشگوئی ایسے ہی ثبوت سے ظاہر کر کے دکھلا ویں اور اگر مقابلہ سے عاجز رہیں تو پھر حجت ان پر ہو گی اور بحالت سچے نکلنے پیشگوئی کے بہر حال انہیں مسلمان ہونا پڑے گا اور یہ تحریریں پہلے سے جانبین میں تحریر ہو کر انعقاد پا جائیں گی۔ چنانچہ اس رسالہ کے شائع ہونے کے وقت سے یعنی ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء سے ٹھیک تین ماہ کی مہلت صاحبان موصوف کو دی جاتی ہے۔ اگر اس عرصہ میں ان کی طرف سے اس مقابلہ کے لئے کوئی منصفانہ تحریک نہ ہوئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ گریز کر گئے۔ والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔‘‘

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۳۰۹، ۳۱۰)

میاں فتح مسیح کا ردعمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذکورہ بالا پیشگوئیوں کے مقابلہ کے چیلنج کے بعد ایک عیسائی عالم میاں فتح مسیح ۱۸ اگست ۱۸۸۸ء بروز جمعہ بمقام بٹالہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا اور حضرت اقدس کے ساتھ پیشگوئیوں میں مقابلہ پر آمادگی کا اظہار کیا۔ اور

دعویٰ کیا کہ میرے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ آپ کی طرح ہمکلام ہوتا ہے۔ لہذا آپ کے مقابلہ میں میں بھی خدا تعالیٰ سے الہام پا کر پیشگوئی کرسکتا ہوں۔ نیز ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کا دن اس مقابلہ کیلئے مقرر کیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ۱۸ مئی ۱۸۸۸ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ اس مقابلہ کی خواہش کو قبول کرتے ہوئے درج ذیل چیلنج دیا:۔

''سو آج ہماری طرف سے بھی اس قسم کا مناظرہ قبول ہو کر عام اطلاع کے لئے یہ اعلان جاری کیا جاتا ہے کہ ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کو پیر کے روز میاں فتح محمد عیسائی روح القدس کا فیض دکھلانے اور الہامی پیشگوئیاں بالمقابل بتلانے کے لئے ہمارے مکان پر جو نبی بخش ذیلدار کا طویلہ ہے آئیں گے جیسا کہ انہوں نے قریباً پچاس آدمی کے روبرو یہ وعدہ کرلیا ہے۔ پہلے ہم الہامی پیشگوئیاں بقید تاریخ پیش کریں گے اور پھر اس کے مقابل پر ان کے ذمہ ہوگا کہ ایسی ہی الہامی پیشگوئیاں وہ بھی پیش کریں۔ پس جو صاحب اس جلسہ کو دیکھنا چاہتے ہوں انہیں اختیار ہے کہ دس بجے تک بروز پیر ہمارے مکان پر بٹالہ میں حاضر ہو جاویں۔ پھر اگر میاں فتح مسیح برطبق اپنے وعدہ کے پیر کے دن آ موجود ہوئے ہوں اور روح القدس کی الہامی طاقت جو اٹھارہ سو برس سے عیسائی جماعت سے بوجہ گمراہی ان کی کے گم ہو چکی ہے تازہ طور پر دکھلائیں اور ان پیشگوئیوں کی سچائی اپنے وقت میں ظہور میں آ جائے تو بلاشبہ عیسائیوں کو اپنے مذہب کی صداقت پر ایک حجت ہوگی کیونکہ ایسے عظیم الشان میدان مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے ان کی حمایت کی اور مسلمانوں کی نہ کی۔ اور ان کو فتح دی اور مسلمانوں کو نہ دی۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اصفحہ ۱۴۶)

اس اشتہار کے بعد میاں فتح مسیح حسب پروگرام پیشگوئیوں کے مقابلہ کیلئے مقررہ دن ۲۱ مئی ۱۸۸۸ء کو اپنے چند عیسائی ساتھیوں کے ہمراہ حاضر ہوا۔ اس موقعہ پر اور بھی کافی لوگ جمع

تھے۔میاں فتح مسیح پیشگوئیوں میں مقابلہ کی بجائے ادھرادھر کی بے مقصداور بے محل باتیں کرنے لگا۔جس پر حاضرین میں سے ایک ہندو نے مداخلت کرتے ہوئے میاں صاحب سے کہا کہ یہ جلسہ صرف بالمقابل پیشگوئیاں کرنے کے لئے منعقد کیا گیا ہے لہذا ادھرادھر کی بے محل باتیں کرنے کی بجائے حسب پروگرام بالمقابل الہامی پیشگوئیاں کرنی چاہئیں۔اس کے جواب میں میاں فتح مسیح نے کہا کہ میری طرف سے الہام کا دعویٰ نہیں ہے اور جو کچھ میرے منہ سے نکلا تھا میں نے یوں ہی فریق ثانی کی دعوت کے مقابل پر ایک دعویٰ کر دیا تھا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ان کا دعویٰ جھوٹا ہے۔سوایسا ہی میں نے بھی ایک دعویٰ کیا۔اس پر حاضرین کی طرف سے میاں فتح مسیح پر کافی لعن طعن ہوئی اوراس طرح یہ جلسہ برخواست ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دوبارہ میاں فتح مسیح کے علاوہ دیگر معزز پادریوں کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''اب اس اشتہار کے جاری کرنے سے یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی معزز یورپین عیسائی صاحب ملہم ہونے کا دعویٰ کرتے ہوں تو انہیں بصد رغبت ہماری طرف سے اجازت ہے کہ بمقام بٹالہ جہاں آخر رمضان تک انشاءاللہ ہم رہیں گے کوئی جلسہ مقرر کر کے ہمارے مقابل پر اپنی الہامی پیشگوئیاں پیش کریں بشرطیکہ فتح مسیح کی طرح اپنی دروغگوئی کا اقرار کر کے میدان مقابلہ سے بھاگنا نہ چاہیں۔اور نیز اس اشتہار میں پادری وائٹ بریجنٹ صاحب کہ جو اس علاقہ کے ایک معزز یورپین پادری ہیں ہمارے بالتخصیص مخاطب ہیں۔اور ہم پادری صاحب کو یہ بھی اجازت دیتے ہیں کہ اگر وہ صاف طور پر جلسہ عام میں اقرار کر دیں کہ یہ الہامی طاقت عیسائی گروہ سے مسلوب ہے تو ہم ان سے کوئی پیشگوئی بالمقابل طلب نہیں کریں گے بلکہ حسب درخواست ان کی ایک جلسہ مقرر کر کے فقط اپنی طرف سے ایسی الہامی پیشگوئیاں پیش

از وقوع پیش کریں گے جن کی نسبت ان کو کسی طور کا شک وشبہ کرنے کی گنجائش نہیں ہو گی۔ اور اگر ہماری طرف سے اس جلسہ میں کوئی ایسی قطعی ویقینی پیشگوئی پیش نہ ہوئی کہ جو عام ہندوؤں اور مسلمانوں اور عیسائیوں کی نظر میں انسانی طاقتوں سے بالاتر متصور ہوتو ہم اسی جلسہ میں دوسو روپیہ نقد پادری صاحب موصوف کو بطور ہرجانہ یا تاوان تکلیف دہی کے دے دیں گے۔ چاہیں تو وہ دوسو روپیہ کسی معزز ہندو صاحب کے پاس پہلے ہی جمع کرا کر اپنی تسلی کرالیں۔ لیکن اگر پادری صاحب نے خود تسلیم کر لیا کہ حقیقت میں یہ پیشگوئی انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے تو پھر ان پر واجب ولازم ہو گا کہ اس کا جھوٹ یا سچ پرکھنے کے لئے سیدھے کھڑے ہو جائیں اور اخبار نور افشاں میں جو ان کی مذہبی اخبار ہے اس پیشگوئی کو درج کرا کر ساتھ اس کے اپنا اقرار بھی چھپوائیں کہ میں نے اس پیشگوئی کو من کل الوجوہ گو انسانی طاقتوں سے بالا تسلیم کر لیا ہے اسی وجہ سے تسلیم کر لیا ہے کہ اگر یہ پیشگوئی سچی ہے تو بلاشبہ قبولیت اور محبوبیت الٰہی کے چشمہ سے نکلی ہے نہ کسی اور گندے چشمہ سے جو اٹکل واندازہ وغیرہ ہے اور اگر بالآخر اس پیشگوئی کا مضمون صحیح اور سچ نکلا تو میں بلا توقف مسلمان ہو جاؤں گا کیونکہ جو پیشگوئی محبوبیت کے چشمہ سے نکلی ہے وہ اس دین کی سچائی کو ثابت کرنے والی ہے جس دین کی پیروی سے یہ مرتبہ محبوبیت کا ملتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ محبوبیت کو نجات یافتہ ہونا ایک لازمی امر ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۱۴۸، ۱۴۹)

اس کے بعد ایک اور اشتہار میں پادری وائٹ بریجنٹ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

’’ہاں اگر پادری وائٹ بریجنٹ صاحب صاف طور پر جلسہ عام میں اقرار کر دیں کہ الہامی طاقت عیسائی گروہ سے مسلوب ہے اور پھر ہم سے کوئی الہامی پیشگوئی پیش از

وقوع طلب کرنا چاہیں تو ہم بدیں شرط جلسہ عام میں پیش کریں گے کہ اگر ہماری پیشگوئی پیش کردہ بنظر حاضرین جلسہ صرف اٹکل اور اندازہ ہو، انسانی طاقتوں سے بالاتر نہ ہو یا بالآخر جھوٹی نکلے تو دوسو روپیہ ہرجانہ پادری صاحب کو دیا جائے گا ورنہ بصورت دیگر پادری صاحب کو مسلمان ہونا پڑے گا۔

(مجموعہ اشتہارات جلد اصفحہ ۱۵۱)

مگر پادری وائٹ بریجنٹ صاحب نے اس جلسہ میں آنا قبول نہ کیا حالانکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک ماہ تک انتظار فرماتے رہے۔ لیکن بعد میں میاں فتح مسیح نے ۷ جون ۱۸۸۸ء کے اخبار نور افشاں میں چھپوادیا کہ ہم اس طور پر تحقیق الہامات کیلئے جلسہ کر سکتے ہیں کہ ایک جلسہ منعقد ہو کر چار سوال بند کاغذ میں حاضرین جلسہ میں سے کسی کے ہاتھ میں دے دیں گے وہ ہمیں الہاماً بتلائے جائیں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:۔

''اس کے جواب میں اوّل تو یہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ جیسا کہ ہم اپنے اشتہار ۲۴ مئی ۱۸۸۸ء میں لکھ چکے ہیں۔ فتح مسیح کی طینت میں دروغ ہی دروغ ہے۔ ہرگز مخاطب ہونے کے لائق نہیں۔ اور اس کو مخاطب بنانا اور اس کے مقابل پر جلسہ کرنا ہر ایک راست باز کیلئے عار و ننگ ہے۔ ہاں اگر پادری وائٹ بریجنٹ صاحب ایسی درخواست کریں کہ جو نور افشاں ۷ جون ۱۸۸۸ء کے صفحہ ۷ میں درج ہے تو ہمیں بسر و چشم منظور ہے۔ ہمارے ساتھ وہ خدائے قادر و علیم ہے جس سے عیسائی لوگ ناواقف ہیں۔ وہ پوشیدہ بھیدوں کو جانتا ہے اور ان کی مدد کرتا ہے جو اس کے خالص بندے ہیں۔ لیکن لہو ولعب کے طور پر اپنا نام لینا پسند نہیں کرتا۔ پس اگر پادری وائٹ بریجنٹ صاحب ایک عام جلسہ بٹالہ میں منعقد کر کے اس جلسہ میں حلفاً اقرار کریں کہ

اگر مضمون کسی بند لفافہ کا جو میری طرف سے پیش ہو، دس ہفتہ تک مجھ کو بتلا یا جاوے تو میں بلاتوقف دین مسیحی سے بیزار ہو کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ اور اگر ایسا نہ کروں تو ہزار روپیہ جو پہلے سے کسی ثالث منظور کردہ کے پاس جمع کرا دوں گا بطور تاوان انجمن حمایت اسلام لاہور میں داخل کیا جاوے گا۔ اس تحریری اقرار کے پیش ہونے اور نیز نورافشاں میں چھپنے کے بعد اگر دس ہفتہ تک ہم نے لفافہ بند کا مضمون بتلا دیا تو ایفاء شرط کا پادری صاحب پر لازم ہوگا ورنہ ان کے روپیہ کی ضبطی ہوگی۔ اور ہم نہ بتلا سکے تو ہم دعویٰ الہام سے دست بردار ہو جائیں گے اور نیز جو سزا زیادہ سے زیادہ ہمارے لئے تجویز ہو وہ بخوشی خاطر اٹھالیں گے۔ فقط'' (مجموعہ اشتہارات جلد اصفحہ ۱۵۲)

ایک غلط بہتان کو ثابت کرنے کا چیلنج

۱۸۸۷ء میں قادیان کے چند ہندوؤں کی طرف سے بامداد و اعانت لیکھرام پشاوری ایک رسالہ بعنوان ''سرمہ چشم آریہ کی حقیقت اور فن فریب غلام احمد کی کیفیت'' امرتسر سے شائع ہوا۔ جو نہایت گندہ اور دل آزار اور سخت کلامی سے پر تھا۔ اور حضرت اقدس پر بے اصل الزامات لگائے گئے۔ جن میں سے ایک بالکل فرضی بہتان یہ تھا کہ قادیان میں جان محمد کشمیری مرزا صاحب کی مسجد کے امام کا پانچ سالہ لڑکا سخت بیمار ہو کر قریب المرگ ہو گیا تھا۔ بظاہر اس بچے کے بچنے کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ ایسی حالت میں وہ اس بچہ کو مرزا صاحب کے پاس لے گیا اور دعا کی درخواست کی۔ اس پر مرزا صاحب نے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے ہی الہام ہوا ہے کہ ''اس لڑکے کیلئے قبر کھودو'' یہ سن کر وہ سخت پریشان ہو گیا اور اس کے ہوش باختہ ہو گئے۔ اور واپس گھر آ گیا۔ مگر گھر پہنچتے ہی اس بچے میں صحت کے آثار نظر آنے لگے اور تھوڑی دیر بعد لڑکا تندرست ہو گیا۔ اس پر جب لوگوں نے مرزا صاحب کے الہام ہنسی اڑائی تو جواب دیا کہ ''الہام غلط نہیں ہوسکتا۔ دایم یہ بچہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ مگر پھر بھی وہ بچہ صحت یاب ہو گیا۔ آریوں

کے اس سراسر من گھڑت بہتان کا جواب دیتے ہوئے حضرت اقدس نے فرمایا:۔

''اب دیکھنا چاہئے کہ وہ کنجر جو ولدالزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے شرماتے ہیں مگر آریہ میں اس قدر بھی شرم باقی نہیں رہی۔جس قوم میں اس جنس کے شریف وامین لوگ ہیں وہ کیا کچھ ترقیاں نہیں کریں گے۔اب اس نیک ذات آریہ پر فرض ہے کہ ایک جلسہ کرا کر ہمارے روبرو اس بہتان کی تصدیق کروائے تا اصل راوی کو حلف سے پوچھا جائے اور اس بے اصل بہتان کے لئے نہ صرف ہم اس راوی کو حلف دیں گے بلکہ آپ بھی حلف اٹھائیں گے۔فریقین کے حلف کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر سچ سچ اپنے حافظہ کی پوری یادداشت سے بلا ذرہ کم وبیش میں نے بیان نہیں کیا تو اے قادر مطلق اور اے پرمیشر سب شکتی مان ایک سال تک اپنے قہر عظیم سے ایسی میری بیخ کنی کر اور ایسا ہیبت ناک عذاب نازل فرما کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو اور پھر اگر ایک سال تک آسمانی عذاب سے اصل راوی محفوظ رہا تو ہم اپنے جھوٹا ہونے کا خود اشتہار دے دیں گے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں خداتعالیٰ ایسے بہتان صریح کو بے فیصلہ نہیں چھوڑے گا۔ یہ تو ہمارے لئے اور ایک ملہم من اللہ کے لئے ممکن بلکہ کثیر الوقوع ہے جو کوئی خواب یا الہام مشتبہ طور پر معلوم ہو جس کی احتمالی طور پر کئی معنے کئے جائیں مگر یہ افتراء کہ قطعی طور پر ہمیں الہام ہو گیا کہ دین محمد جان محمد کا لڑکا اب مرے گا اس کی قبر کھودو یہاں تک کہ جان محمد کو یہ خبر دی کہ اب دین محمد تیرا لڑکا ضرور مرے گا۔دین محمد کے نام الہام ہو چکا قبر کھودنے کا حکم ہوا اور وہ خبر سن کر روتا روتا گھر تک گیا۔ یہ جھوٹ کی نجاست کس نے کھائی ہے۔ایسا ایمان زادہ زرہ ہمارے سامنے آوے لیکن اب بھی اگر راقم رسالہ اپنی دزدمنشی کی عادت کو نہیں چھوڑے گا اور جلسہ عام میں راوی کو قسم دلانے سے تصفیہ نہیں کرے گا تو ہی دس لعنتوں کا تمغہ جو پہلے اس کو ہم دے چکے ہیں

اب بھی موجود ہے۔'' (شحنہ حق۔ روحانی خزائن جلد۲ صفحہ ۳۸۶، ۳۸۷)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب ضمیمہ نزول المسیح میں اپنی پیشگوئیوں پر ہونے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے ایک یہودی کی تالیف کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس یہودی نے اپنی تالیف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر نہایت سخت اعتراض کئے ہیں بلکہ وہ ایسے سخت ہیں ان کا تو ہمیں بھی جواب نہیں آتا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ چیلنج دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''اگر مولوی ثناء اللہ یا مولوی محمد حسین یا کوئی پادری صاحبوں میں سے ان اعتراضات کا جواب دے سکے تو ہم ایک سو روپیہ نقد بطور انعام ان کے حوالہ کریں گے۔''

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۱۱۱)

لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت کو اپنی پیشگوئیوں کے متعلق قسم کھانے کا چیلنج

قادیان کے رہنے والے دو آریہ لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ حضرت اقدس کو جب بھی کسی پیشگوئی پر مبنی الہام ہوتا تو حضور اپنے ان دونوں ساتھیوں کو بتا دیا کرتے تھے تاکہ وہ گواہ بن جائیں۔ چنانچہ جب حضرت اقدس کی بعض ایسی پیشگوئیاں پوری ہوگئیں جن کے لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت گواہ تھے تو حضرت اقدس نے ان پیشگوئیوں کا ذکر فرماتے ہوئے مذکورہ دونوں آریہ صاحبان کو بطور گواہ پیش فرمایا۔ مگر یہ دونوں آریہ صاحبان نے دیگر آریاؤں کے خوف اور ڈر سے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ یہاں تک کہ ایک اشتہار شائع کر دیا جس میں یہ بیان دیا کہ ''ہم مرزا صاحب کو فریبی جانتے ہیں، ملہم من اللہ نہیں سمجھتے'' اس پر حضرت اقدس نے اپنی کتاب ''شحنہ حق'' اپنی ایسی پیشگوئیوں

کی فہرست پیش فرمائی جن کے آریہ لوگ گواہ تھے۔ اور قادیان کے آریوں کو جو ان پیشگوئیوں کے عینی گواہ تھے آپ کی پیشگوئیوں سے لاعلمی کا اظہار کرنے پر قسم کھانے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''قادیان کے آریوں پر جو فساد پھیلانے کی جڑ ہیں فرض ہوگا کہ اگر وہ حقیقت میں ہمیں فریبی سمجھتے ہیں تو اسی قادیان میں ایک جلسہ عام میں ایک ایسی قسم کھا کر جو ہر یک شہادت کے نیچے لکھی جائے گی ان الہامی پیشگوئیوں کی نسبت لاعلمی ظاہر کریں۔ تب ہم بھی ان کا پیچھا چھوڑ دیں گے اور اس قادرِ مطلق کے حوالے کر دیں گے جو دروغ گو بے سزا نہیں چھوڑتا۔ اور بے عزتی سے اپنے مالک کے نام لینے والے کو ایسا ہی بے عزت کرتا ہے جیسا کہ وہ جھوٹی قسم اللہ جل شانہ کی کھا کر اس ذوالجلال کی عزت کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ لیکن اگر اب بھی آریوں نے یہ کھلا کھلا فیصلہ نہ کیا اور صرف جعلسازی کی اوٹ میں دور سے تیر مارتے رہے اور گھر میں کچھ اور باہر سے کچھ اور اخباروں، اشتہاروں میں کچھ اور دوسرے لوگوں کے پاس کچھ کہتے رہے تو اے ناظرین آپ لوگ سمجھ رکھیں کہ یہ ان کی ہٹ دھرمی اور دروغ گوئی کی نشانی ہے۔ بہر حال اب اس جلسہ کی نہایت ضرورت ہے تا ہم بھی دیکھ لیں کہ سچ کا اختیار کرنا اور جھوٹ کا تیاگنا کہاں تک ان میں پایا جاتا ہے۔''

(شحنۂ حق۔ روحانی خزائن جلد۲ صفحہ ۳۷۹، ۳۸۰)

حضرت اقدس کے اس چیلنج کے بعد لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت اور نہ کسی اور آریہ کو میدان میں اتر کر قسم کھانے کی جرأت ہوسکی۔ مگر دوبارہ ۱۹۰۴ء میں قادیان سے ایک اخبار ''شبھ چنتک'' شائع ہونے لگا جس میں حضرت اقدس اور آپ کی جماعت کے خلاف وہ جھوٹا پراپیگنڈا شروع کیا کہ الامان والحفیظ! اور اس جھوٹ کو پھیلانے میں تین اشخاص خاص طور پر پیش پیش تھے۔ یعنی

(۱) اچھر چند مالک و مینیجر اخبار (۲) پنڈت سومراج ایڈیٹر اخبار (۳) بھگت رام جوان کا ہر کام میں مددگار تھا۔ اوران لوگوں نے تھوڑے ہی دنوں میں اس قدر زور پکڑا کہ دوبارہ لالہ ملاوامل اور لالہ شرمپت کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اور لالہ شرمپت کی طرف منسوب کر کے اپنے اخبار میں ایک بیان شائع کیا کہ لالہ شرمپت کہتا ہے کہ ہم نے مرزا صاحب کا کوئی نشان آسمانی نہیں دیکھا

حضرت اقدس نے جب لالہ شرمپت کے اس بیان کو پڑھا تو حضور کو سخت قلق ہوا۔ چنانچہ حضور نے ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ نامی کتاب میں جو اس زمانہ میں زیر تالیف تھی تحریر فرمایا کہ:۔

’’یہ چند پیشگوئیاں بطور نمونہ میں اس وقت پیش کرتا ہوں اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب بیان صحیح ہے اور کئی دفعہ لالہ شرمپت سن چکا ہے۔ اور اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو خدا مجھ اور میرے لڑکوں پر ایک سال کے اندر اس کی سزا نازل کرے۔ آمین۔ ولعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ایسا ہی شرمپت کو بھی چاہئے کہ میری اس قسم کے مقابل پر قسم کھاوے اور یہ کہے کہ اگر میں نے اس قسم میں جھوٹ بولا ہے تو خدا مجھ پر اور میری اولاد پر ایک سال کے اندر اس کی سزا وارد کرے۔ آمین ولعنۃ اللہ علی الکاذبین۔‘‘ (قادیان کے آریہ اور ہم۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۴۲)

اس کے بعد آپ نے لالہ ملاوامل کے لئے کچھ نشانات تحریر فرمائے جن کو وہ عینی شاہد تھا اور پھر لکھا:۔

’’میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں اور اگر یہ جھوٹ ہیں تو خدا ایک سال کے اندر میرے پر اور میرے لڑکوں پر تباہی نازل کرے اور جھوٹ کی سزا دے۔ آمین ولعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ایسا ہی ملاوامل کو چاہئے کہ چندروزہ دنیا سے محبت نہ کرے اور اگر ان بیانات سے انکاری ہے تو میری طرح قسم کھاوے کہ یہ سب افتراء ہے اور اگر یہ باتیں سچ ہیں تو ایک سال کے اندر میرے پر اور میری تمام اولاد

پر خدا کا عذاب نازل ہو۔ آمین ولعنۃ اللہ علی الکاذبین۔‘‘

(قادیان کے آریہ اور ہم۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۴۳)

حضرت اقدس کے اس بیان کی اشاعت پر لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کے لبوں پر مہر سکوت لگ گئی۔ اور ان کو یہ کسی طرح منظور نہ ہوا کہ وہ حضرت اقدس کی مطلوبہ قسم کے مقابلہ میں قسم کھاویں۔ یا اس کا کوئی جواب دیں اور ان کے اس غیر معمولی رویہ نے ایک مرتبہ پھر اس امر کے صحیح اور درست ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی کہ حضرت اقدس نے لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کو جو اپنے نشانات کا گواہ قرار دیا ہے اور تریاق القلوب وغیرہ کتابوں میں جن کا بار بار ذکر آیا ہے، وہ ضرور ان نشانات کے گواہ تھے۔ ورنہ ایسے نازک موقع پر جو انہیں حضرت اقدس کے قسم کھانے کے مطالبہ کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا کبھی خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ اس خاموشی کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ عذابِ الٰہی سے محفوظ رہے۔ لیکن اخبار ’’شبھ چنتک‘‘ کے تینوں کارندے جن کا اوپر ذکر کیا جا چکا ہے اپنی شوخی و شرارت میں بڑھ جانے کی وجہ سے طاعون کا شکار ہو گئے۔

محترمی مرزا اسلام اللہ صاحب کا بیان ہے کہ پنڈت سومراج کو جب طاعون ہو گیا تو انہوں نے علاج کے لئے حضرت حکیم مولوی عبداللہ صاحب بسمل کو بلا بھیجا۔ حکیم صاحب کے استفسار پر حضرت اقدس نے کہلا بھیجا کہ علاج ضرور کرو۔ مگر یہ بچے گا نہیں۔ چنانچہ علاج کرنے کے باوجود وہ اسی شام کو مر گیا۔ (الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۲۰ نمبر ۱)

پوری ہونے والی پیشگوئیوں کا فیصلہ بذریعہ قسم کی تجویز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ’’سراجِ منیر‘‘ میں اپنی پوری ہونے والی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے اس بات پر قسم کھائی کہ ان پیشگوئیوں کے متعلق بیان کردہ حالات

وواقعات میں ذرہ برابر جھوٹ کی آمیزش نہیں ہے۔اس کے باوجود اگر کسی کو ان پیشگوئیوں کے متعلق کوئی شک ہو تو وہ بھی اس کے مقابل خدا کی قسم کھا کر کہے کہ میں نے (یعنی حضرت اقدس) جھوٹا بولا ہے۔چنانچہ اس سلسلہ میں آپ فرماتے ہیں:۔

''اور میں دوبارہ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ایک ذرہ ان واقعات میں تفاوت نہیں۔خدا موجود ہے اور جھوٹے کے جھوٹ کو خوب جانتا ہے۔اگر میں نے جھوٹ بولا ہے یا میں نے ان قصوں کو ایک ذرہ کم وبیش کر دیا ہے تو نہایت ضروری ہے کہ ایسا ظن کرنے والے خدا کی قسم کے ساتھ اشتہار دیدے کہ میں جانتا ہوں کہ اس شخص نے جھوٹ بولا ہے یا اس نے کم وبیش کر دیا ہے اور اگر نہیں کیا تو ایک سال تک اس تکذیب کا وبال مجھ پر پڑے اور ابھی میں بھی قسم کھا چکا ہوں۔پس اگر میں جھوٹا ہوں گا یا میں نے ان قصوں کو کم وبیش کیا ہوگا تو اس دروغگوئی اور افتراء کی سزا مجھے بھگتنی پڑے گی۔لیکن اگر میں نے پوری دیانت سے لکھا ہے اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ میں نے پوری دیانت سے لکھا ہے تب مکذب کو خدا بے سزا نہیں چھوڑے گا۔یقیناً سمجھو کہ خدا ہے اور ہمیشہ سچائی کی مدد کرتا ہے۔اگر کوئی امتحان کیلئے اٹھے تو عین مراد ہے کیونکہ امتہان سے خدا ہم میں اور مخالفوں میں فیصلہ کر دے گا۔ہمارے مخالف مولویوں کے لئے بھی یہ موقع ہے کہ ان لوگوں کو اٹھاویں جیسا کہ آتھم کے اٹھانے کیلئے کوشش کی تھی۔فیصلہ ہو جانا ہر ایک کیلئے مبارک ہے۔اس سے دنیا کو پتہ لگ جائے گا کہ خدا موجود ہے سچوں کی دعائیں قبول کرتا ہے۔''

(سراج منیر۔روحانی خزائن جلد۱۲صفحہ۶۳،۶۴)

براہین احمدیہ میں درج شدہ تین اور پیشگوئیوں کے پورا ہونے کا ذکر کرتے ہوئے بعض عینی شاہدین مخالف علماء کو قسم کھانے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:۔

''اب بتلاؤ کہ کیا یہ سچ نہیں کہ جیسے براہین احمدیہ میں تصریح اور تفصیل کے ساتھ تین فتنوں کا ذکر کیا گیا تھا وہ تینوں فتنے ظہور میں آ گئے۔کیا محمد حسین بٹالوی یا سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی، یا نذیر حسین دہلوی یا عبدالجبار غزنوی یا رشید احمد گنگوہی یا محمد بشیر بھوپالوی یا غلام دستگیر قصوری یا عبداللہ ٹونکی پروفیسر لاہور یا مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ قسم کھا سکتے ہیں کہ یہ تین فتنے جن کا ذکر پیشگوئی کے طور پر براہین احمدیہ میں کیا گیا ہے ظہور میں نہیں آ گئے۔اگر کوئی صاحب ان صاحبوں میں سے میرے الہام کی سچائی کے منکر ہیں تو کیوں خلقت کو تباہ کرتے ہیں۔میرے مقابل پر قسم کھا جائیں کہ یہ تینوں فتنے جو براہین احمدیہ میں بطور پیشگوئی ذکر کئے گئے ہیں یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں اور اگر پوری ہو گئی ہیں تو اے خدائے قادر اکتالیس دن تک ہم پر وہ عذاب نازل کر جو مجرموں پر نازل ہوتا ہے۔پس اگر خداتعالیٰ کے ہاتھ اور بلاواسطہ کسی انسان کے وہ عذاب جو آسمان سے اترتا اور کھا جانے والی آگ کی طرح کذاب کو نابود کر دیتا ہے اکتالیس روز کے اندر نازل نہ ہوا تو میں جھوٹا اور میرا تمام کاروبار جھوٹا ہوگا اور میں حقیقت میں تمام لعنتوں کا مستحق ٹھہروں گا۔اور اگر وہ کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس قسم کی پیشگوئیاں جن کو خود بیان کرنیوالےنے اپنی تحریروں اور چھپی ہوئی کتابوں کے ذریعہ سے مخالفوں اور موافقوں میں پیش از وقت شائع کر دیا ہو اور اپنی عظمت میں میری پیشگوئیوں کے مساوی ہوں۔اس زمانہ میں دکھاویں۔جن میں الٰہی قوت محسوس ہو تب بھی میں جھوٹا ہو جاؤں گا۔اور قسم کے لئے ضروری ہوگا کہ جو صاحب قسم کھانے پر آمادہ ہوں وہ قادیان میں آ کر میرے روبرو قسم کھاویں میں کسی کے پاس نہیں جاؤں گا۔یہ دین کا کام ہے۔پس جو لوگ باوجود مولویت کی لاف کے اس میں سستی کریں تو خود

کاذب ٹھہریں گے۔‘‘

(سراجِ منیر۔روحانی خزائن جلد۱۲ صفحہ۵۶،۵۷)

اس چیلنج کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پیشگوئیوں کی نظیر لانے کا درج ذیل چیلنج دیا۔

’’اور کوئی ایسی پیشگوئی میری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اس کے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا نہیں ہو چکا۔ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اس کو نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔ مگر بے شرمی یا بے خبری سے جو چاہے کہے۔ اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزار ہا میری ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہوگئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ ان کی نظیر اگر گذشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور جگہ نہیں ملے گی۔ اگر میرے مخالف اسی طریق سے فیصلہ کرتے تو کبھی سے ان کی آنکھیں کھل جاتیں اور میں ان کو ایک کثیر انعام دینے کو تیار تھا اگر وہ دنیا میں کوئی نظیر ان پیشگوئیوں کی پیش کر سکتے۔‘‘

(کشتی نوح۔روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ۶)

مگر یہ چیلنج کسی کی طرف سے قبول نہیں کیا گیا۔

باب دوم

نشان نمائی

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ. اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اِنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا.

(الکھف :۵۸)

اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون (ہوسکتا) ہے جسے اس کے رب کے نشانوں کے ذریعہ سمجھایا گیا (لیکن) پھر بھی وہ ان سے روگردان ہو گیا اور جو کچھ اس کے ہاتھوں نے (کما کر) آگے بھیجا تھا اس نے بھلا دیا۔ یقیناً ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے ہیں۔

نشان نمائی میں مقابلہ کے چیلنج

تاریخ انبیاء اس حقیقت پر گواہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی تصدیق اوران کے مخالفین پر اتمامِ حجت کیلئے مختلف قسم کے نشانات ظاہر فرماتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

''وہ تو ہی ہے جس کی قوت سے تمام تیرے نبی تحدی کے طور پر اپنے معجزانہ نشان دکھاتے ہیں اور بڑی بڑی پیشگوئیاں کرتے رہے ہیں جن میں اپنا غلبہ اور مخالفوں کی درماندگی پہلے سے ظاہر کی جاتی تھی۔''

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۵۱۰)

اس بات کی تائید قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

سنریھم ایتنا فی الافاق و انه الحق او لم یکف بربک انه علی کل شیء شھید. (حم السجدہ:۵۴)

یعنی ان لوگوں کو تمام اطرافِ عالم میں بھی ضرور اپنے نشان دکھائیں گے اور خود ان کی جانوں (اور خاندانوں) میں بھی۔ یہاں تک کہ یہ (امر) ان کے لئے بالکل ظاہر ہو جائے گا کہ یہ (قرآن) حق ہے۔ کیا تیرے رب کا ہر چیز پر نگران ہونا ان کے لئے کافی نہیں؟

پس مامور من اللہ کے ذریعہ دو قسم کے نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔ کچھ اطرافِ عالم سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ نفوسِ انسانی سے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دونوں قسم کے نشانات دیئے گئے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر گواہ ہوئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لے کر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے

کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد صلّی اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اس کی پیروی سے اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پر ہوتے ہوئے پایا اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو پالیا ہے۔ خدا کے عظیم الشان نشان بارش کی طرح میرے پر اتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں میرے پر کھل رہی ہیں۔ ہزارہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں اور تین ہزار سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے۔ ہزار معزز اور متقی اور نیک بخت آدمی اور ہر قوم کے لوگ میرے نشانوں کے گواہ ہیں اور تم خود گواہ ہو۔‘‘

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۰)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:۔

’’اس نے میری تصدیق کے لئے بڑے بڑے نشانات ظاہر کئے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔‘‘

مگر افسوس کہ ان نشانات سے سبق حاصل کرنے کی بجائے ان کا انکار کیا گیا اور یہاں تک تضحیک کی گئی کہ کہا کہ ایسے نشانات تو ہم بھی دکھا سکتے ہیں۔ جس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام مذاہب کے پیروکاروں کو نشان نمائی میں مقابلہ کے بے شمار چیلنج دیئے مگر کسی کو بھی اس میدان میں اترنے کی توفیق نہ مل سکی۔

دعوتِ نشان نمائی

۱۸۸۵ء کے شروع میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف مذاہب کے لیڈروں اور پیشواؤں کو اسلام کی تازہ بتازہ برکات اور آیات کے دیکھنے کی دعوت دی۔ اس غرض کیلئے آپ نے اپنے دعویٰ پر مشتمل ایک اشتہار بھی انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں شائع فرمایا۔ اور

ساتھ ہی ''اعلانِ دعوت'' کے نام سے آپ نے ایک خط بھی شائع فرمایا جس میں ہندوستان و پنجاب کے مختلف مذاہب کے لیڈروں کو نشان نمائی کی دعوت دی گئی جس میں لکھا کہ:۔

''اصل مدعا جس کے ابلاغ سے میں مامور ہوا ہوں یہ ہے دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق و پیشگوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مولف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبر اختیار کرنے سے بمعائنہ چشم تصدیق کرسکتا ہے آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا خود مشاہدہ کرلیں ولیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی اسی جگہ (قادیان) میں شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرطِ نیت سے آپ آویں گے تو ضرور آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں تو آپ پر خدا کا موخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔ اس دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایانِ شان نہ سمجھیں تو اپنے ہرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے۔ طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ

تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اورر جولوگ
ہرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ
بذاتِ خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ
سمجھیں روانہ فرمائیں۔ مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام
یا تصدیق وخوارق میں توقف نہ فرمائیں۔

(تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۱۲، ۱۳)

منشی اندرمن مرادآبادی میدانِ مقابلہ میں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نشان نمائی کی اس دعوت نے آریہ سماج میں ایک حرکت پیدا کردی اور سب سے پہلے آریہ سماج کے صدر منشی اندرمن مرادآبادی نے آزمائش کے لئے آنے کا اعلان کیا اور قبولِ دعوت کے نام سے حضرت اقدس کی خدمت میں ایک خط لکھ دیا۔ جس میں دعوت یکسالہ کے لئے چوبیس سو روپیہ پیشگی بنک میں جمع کرانے کا مطالبہ کیا اور نیز مباحثہ کرنے کی دعوت بھی دی۔ منشی اندرمن مرادآبادی کے اس خط کے جواب میں حضور نے لکھا کہ:۔

”مشفقی اندرمن صاحب آپ نے میرے خط کا جواب نہیں دیا ایک نئی بات لکھی ہے جس کی اجابت مجھ پر اپنے عہد کی رو سے واجب نہیں ہے۔ میری طرف سے یہ عہد تھا کہ جو شخص میرے پاس آوے اور صدق دل سے ایک سال میرے پاس ٹھہرے اس کو خدا تعالیٰ کوئی نہ کوئی آسمانی نشان مشاہدہ کرا دے گا جس سے قرآن اور دین اسلام کی صداقت ثابت ہو۔ آپ اس کے جواب میں اول تو مجھے اپنے پاس (نابھ میں پھر لاہور میں) بلاتے ہیں اور خود آنے کا ارادہ ظاہر فرماتے ہیں تو مباحثہ کے لئے نہ آسمانی نشان دیکھنے کے لئے۔ اس پر طرفہ یہ ہے روپیہ اشتہار پیشگی طلب فرماتے ہیں جس کا میں نے پہلے وعدہ نہیں دیا۔ اب آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ میری

تحریر سے آپ کا جواب کہاں تک متفاوت و متجاوز ہے۔ بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔لہذا میں اپنے اسی پہلے اقرار کی رو سے پھر آپ کولکھتا ہوں کہ آپ ایک سال رہ کرآسمانی نشانوں کا مشاہدہ فرماویں۔اگر بالفرض کسی آسمانی نشان کا آپ کومشاہدہ نہ ہوتو میں آپ چوبیس سو روپیہ دے دوں گا اور آپ کو پیشگی لینے پر اصرار ہوتو مجھ کو اس سے بھی دریغ وعذر نہیں بلکہ آپ کے اطمینان کے لئے سردست چوبیس سو روپیہ نقد ہمراہ رقیمہ ہذا ارسال خدمت ہے مگر چونکہ آپ نے یہ ایک امر زائد چاہا ہے اس لئے مجھے بھی حق پیدا ہو گیا ہے کہ میں اس امر زائد کے مقابلہ میں کچھ شروط ایسی لوں جن کا ماننا آپ پر واجب سے ہے۔

(۱) جب تک آپ کا سال مقررہ گذر نہ جاوے کوئی دوسرا شخص آپ کے گروہ سے زرموعود پیشگی لینے کا مطالبہ نہ کرے کیونکہ ہر شخص کو زر پیشگی دینا سہل و آسان نہیں ہے۔(۲) اگر آپ مشاہدہ آسمان کے بعد اظہارِ اسلام میں توقف کریں اور اپنے عہد کو پورا نہ کریں تو پھر حرجانہ یا جرمانہ دو امر سے ایک امر ضرور ہو۔(الف) سب لوگ آپ کے گروہ کے جو آپ کو مقتدا جانتے ہیں یا آپ کے حامی و مربی ہیں اپنا عجز ااور اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کا بے دلیل ہونا تسلیم کرلیں وہ لوگ ابھی سے آپ کو اپنا وکیل مقرر کر کے اس تحریر کا آپ کو اختیار دیں پھر اس پر اپنے دستخط کریں۔(ب) درصورت تخلف وعدہ آپ کی جانب سے اس کا مالی جرمانہ یا معاوضہ جو آپ کے یا آپ کے دوستوں اور حامیوں اور مقتدیوں کی حیثیت کے مطابق ہو، ادا کریں تا کہ وہ اس مال سے اس وعدہ خلافی کی کوئی یادگار قائم کی جاوے (ایک اخبار تائید اسلام میں جاری ہو یا کوئی مدرسہ تعلیم نومسلم اہل اسلام کے لئے قائم ہو)۔آپ ان شرائط کو تسلیم نہ کریں تو آپ مجھ سے پیشگی روپیہ نہیں لے سکتے اور اگر آپ آسمانی

نشان کے مشاہدہ کے لئے نہیں آنا چاہتے ہیں صرف مباحثہ کیلئے آنا چاہتے ہیں تو اس امر سے میری خصوصیت نہیں خدا تعالیٰ کے فضل سے امت محمدیہ میں علماء اور فضلاء اور بہت ہیں جو ایسے مباحثہ کرنے کو طیار ہیں۔ میں جس امر سے مامور ہو چکا ہوں اس سے زیادہ نہیں کرسکتا اور اگر مباحثہ بھی مجھ سے منظور ہے تو آپ میری کتاب کا جواب دیں۔ یہ مباحثہ کی صورت عمدہ ہے اور اس میں معاوضہ بھی زیادہ ہے بجائے چوبیس سو کے دس ہزار روپیہ۔ ۳۰ مئی ۱۸۸۵ء''

(اخبار الحکم جلد ۵ مورخہ ۷ استمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳)

حضرت اقدس نے یہ خط اور اس کے ساتھ مبلغ چوبیس صد روپے بذریعہ ایک گروہ کثیر مسلمانوں کے اندرمن مرادآبادی کی خدمت میں روانہ کیا۔ مگر منشی صاحب اس جماعت کے پہنچنے سے پہلے پہلے لاہور سے فرید کوٹ روانہ ہو گئے۔ بعد میں منشی صاحب کے پتہ پر بذریعہ رجسٹری انہیں روانہ کیا گیا اور نیز بذریعہ اشتہار مشتہر بھی کر دیا گیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہار مورخہ ۳۰ مئی ۱۸۸۵ء مطبوعہ صدیقی پریس لاہور کے جواب میں منشی اندرمن مرادآبادی نے ایک اشتہار مطبوع مفید عام پریس لاہور شائع کیا جس کے ذریعہ اصل واقعات کو اپنی شکست کی ذلت سے بچنے کے لئے بدل دیا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہ الزام لگایا کہ آپ نے مجھ سے بحث کرنے کا وعدہ کیا تھا اور اب عہد شکنی کرتے ہوئے بحث سے کنارہ کشی اختیار کر گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے منشی اندرمن مرادآبادی کے اس الزام کا مفصل جواب لکھ کر بذریعہ رجسٹری منشی صاحب کے نام ارسال کر دیا۔ چنانچہ اس خط کے آخر پر آپ نے لکھا کہ:۔

''اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہ عاجز اس قسم کی بحثوں سے سخت بیزار ہے اور جس طور کی بحث یہ عاجز منظور رکھتا ہے وہ وہی ہے جو اس سے اوپر ذکر کی گئی۔ اگر آپ طالب صادق

ہیں تو آپ کے پرمیشر کی قسم دی جاتی ہے کہ آپ ہمارے مقابلہ سے ذرا کوتاہی نہ کریں۔ آسمانی نسانوں کے دیکھنے کے لئے قادیان میں آکر ایک سال ٹھہریں۔ اور اس عرصہ میں جو کچھ وساوس عقلی طور پر آپ کے دل پر دامنگیر ہوں وہ بھی تحریری طور پر رفع کرائے جانے۔ پھر اگر ہم مغلوب رہے تو کس قدر فتح کی بات ہے کہ آپ کو چوبیس سو روپیہ نقد مل جائے گا اور اپنی قوم میں آپ کی بڑی نیک نامی حاصل کریں گے۔ لیکن اگر مغلوب ہو گئے تو آپ کو اسی جگہ قادیان میں مشرف باسلام ہونا پڑے گا۔ اور اس بات کا فیصلہ کہ کون غالب یا کون مغلوب رہا بذریعہ ایسے ثالثوں کے ہو جائے گا جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں۔ اگر آپ قادیان میں ایک سال تک ٹھرنے کی نیت سے آوٴں تو ہم مرادآباد سے قادیان تک کل کرایہ آپ کا آپ کی خدمت میں بھیج دیں گے اور آپ کیلئے چوبیس سو روپیہ کسی بنک سرکاری میں داخل کیا جائے گا۔ مگر اس شرط سے آپ بھی ہمیں اس بات کی پوری پوری تسلی دے دیں کہ آپ بحالت مغلوبیت ضرور مسلمان ہو جائیں گے اور اگر اب بھی آپ نے بپابندی شرائط مذکورہ بالا آنے سے انکار کیا تو خوب یاد رکھیں کہ یہ داغ ایسا نہیں ہے کہ پھر حلیہ یا تدبیر سے دھویا جائے مگر ہمیں امید نہیں کہ آپ آئیں کیونکہ حقانیت اسلام کا آپ کے دل پر بڑا رعب ہے اور اگر آپ آ گئے تو خدا تعالیٰ آپ کو مغلوب اور رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد اور اپنے بندہ کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔ اخیر پر آپ کو واضح رہے کہ آج یہ خط رجسٹری کرا کر آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے اور اگر بیس دن تک آپ کا کوئی جواب نہ آیا تو آپ کی کنارہ کشی کا حال چند اخباروں میں شائع کرایا جائے گا۔ والسلام علی من اتبع الھدی.''

(مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۶۵)

لیکھر ام میدانِ مقابلہ میں

پنڈت اندرمن مرادآبادی کے میدانِ مقابلہ سے فرار کے بعد پنڈت لیکھر ام پشاوری مقابلہ میں نکل آیا اوراس نے قادیان آنے پرآمادگی ظاہر کی۔ چنانچہ اس نے ۱۸۸۵ء کی پہلی سہ ماہی کے آخر میں حضرت اقدس سے خط و کتابت شروع کر دی اور دوسو روپیہ ماہوار کا مطالبہ کیا۔حضرت اقدس نے اس کو جواب دیا کہ تم کسی قوم کے مقتدااور پیشوانہیں اور نہ تمہاری آمدنی دوسوروپیہ ماہوار ہے۔ایسی حالت میں تم اس کے مستحق نہیں۔ یہ سلسلہ خط وکتابت کسی قدر لمبا ہو گیا۔ بالآخرحضرت اقدس نے لیکھر ام کو کہا کہ وہ آریہ سماج لاہور، قادیان، امرتسر اور لدھیانہ کے ممبروں کی حلفیا تصدیق سے ایک اقرار نامہ پیش کرے جس میں وہ اس کو اپنا مقتدا تسلیم کرتے ہوں۔اس اقرارنامہ پر بعض ثقہ مسلمانوں اور بعض پادریوں کی شہادت ہواوراسے اخبارات میں شائع کرا دیا جائے مگر پنڈت لیکھر ام نے کبھی ان پانچوں آریہ سماجوں کی طرف سے دستخطی اقرارنامہ اورمختارنامہ لے کر نہ بھیجا۔ یہ خط وکتابت جولائی ۱۸۸۵ءتک جاری رہی۔ بالآخرحضرت اقدس نے اتمامِ حجت کے لئےلیکھر ام کی اس شرط کوبھی منظور کرلیا کہ باوجودیکہ وہ ایسی عزت اورحیثیت نہیں رکھتا جومشتہرہ اعلان مطبوعہ مرتضائی پریس میں بیان کی گئی ہے تاہم اس کے اصرار پر چوبیس سوروپیہ بھی دینا منظور کرلیا تاکہ وہ مقابلہ میں آجاوے اوراس پراتمام حجت ہو۔ چنانچہ خط جو ۱۷جولائی ۱۸۸۵ءکوآپ نے لکھا اس میں تحریرفرمایا کہ:۔

’’ہرچند ہم نے کوشش کی مگر ہم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ ان معزز اور ذی مرتبت لوگوں میں سے ہیں جو بوجہ حیثیت عرفی اپنی کے دوسوروپیہ ماہوار پانے کے مستحق ہیں مگر چونکہ آپ کا اصرار اپنے اس دعویٰ پر رعایت درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ فی الحقیقت میں ایسا ہی عزت دار ہوں اور پشاور بمبئی تک جسقدر آریہ سماج ہیں وہ سب مجھے معزز اورقوم میں سے معزز بزرگ اورسرکردہ سمجھتے ہیں اس لئے آپ کی طرف لکھا جاتا ہے

کہ اگر آپ سچ مچ ایسے ہی عزت دار ہیں تو ہم آپ کی درخواست منظور کر لیتے ہیں اور جہاں چاہو چوبیس سو روپیہ جمع کرنے کو تیار ہیں۔

(از حیاتِ احمد جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۳۹)

اس میں حضرت اقدس نے یہ بھی کہا کہ اگر نشان دیکھ کر تم مسلمان نہ ہو تو بطور تاوان چوبیس سو روپیہ ادا کرو اور اسے تم بھی کسی جگہ داخل کرادو۔ اس مقصد کے لئے آپ نے بیس یوم کی میعاد مقرر کی۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

درحقیقت پنڈت لیکھرام نے مقابلہ میں آنے کا عزم کیا ہی نہ تھا۔ وہ تو صرف لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا چاہتا تھا اور سستی شہرت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ نہ اس نے چوبیس سو روپیہ جمع کرانے کا وعدہ کیا اور نہ اس شرط کو قبول کیا۔ آخر وہ مدت گذر گئی۔ اس اثناء میں پنڈت لیکھرام نے یہ چاہا کہ میں قادیان چلا جاؤں اور پھر مشتہر کر دوں گا کہ میں نشان دیکھنے کے لئے گیا تھا۔ مجھے کوئی نشان نہیں دکھایا گیا۔ مگر کافروں کے مکاید ان کی ہلاکت کا ہی موجب ہوا کرتے ہیں۔

لیکھرام کی قادیان آمد

مرزا امام دین صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے۔ ان کی طبیعت پر دہریت والحاد کا غلبہ تھا اور حضرت کی مخالفت ان کا روزانہ کا شغل تھا۔ ان کو معلوم ہوا کہ لیکھرام اس قسم کی خط و کتابت کر رہا ہے تو ان کو ایک موقعہ ہاتھ آ گیا اور لیکھرام کو ایک آلہ بنا کر انہوں نے اپنی حاسدانہ مخالفت کے کام کو سرانجام دینا چاہا۔ چنانچہ وہ خود گئے اور لیکھرام کو اپنے ساتھ قادیان لے آئے۔ اب انہیں ایک پالتو طوطا ہاتھ آ گیا جسے انہوں نے اپنے سر پر اٹھا لیا اور

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف اسے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

مرزا امام دین کے مشورہ سے آریہ سماج کی تجدید کی گئی اور مرزا امام الدین، منشی مراد علی اور ملا حسیناں وغیرہ لوگ آریہ سماج قادیان کے ممبر بنے اور اس کا مقصد عظیم حضرت اقدس کی مخالفت قرار دیا۔ قادیان میں قیام کے دوران لیکھرام ایک مرتبہ بھی حضرتِ اقدس کی خدمت میں اظہارِ خیالات کے لئے حاضر نہ ہوا۔ خط و کتابت کا سلسلہ شروع ہوا مگر اس خط و کتابت کا کوئی بھی عملی نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ لیکھرام اپنے خطوط میں اپنی شوخی کے باعث کوئی نہ کوئی بات اسلام پر اعتراض کے رنگ میں کہہ دیتا تھا جس کا جواب حضرت اقدس بڑا محققانہ اور مدلّل دیتے مگر لیکھرام حقیقت حال کو سمجھنے کی بجائے ہمیشہ الٹا چلتا۔

آخر دسمبر ۱۸۸۵ء کے اوائل میں یہ خط و کتابت نتیجہ کے قریب آنے لگی۔ لیکھرام نے پہلے تو سال کیلئے چوبیس سو روپیہ معاوضہ ہی طلب کیا تھا اور حضرت اقدس نے بھی مان ہی لیا تھا لیکن اب قادیان آنے کے بعد معاوضہ کی رقم صرف تین صد روپیہ ماہوار پر آ گئی۔ حضرت اقدس چاہتے تھے کہ اس موقع سے فائدہ اٹھایا جاوے اور آریہ سماج کے اصولوں اور تعلیم اسلام کا مقابلہ بھی ہو جاوے۔ اس لئے آپ لیکھرام کو بار بار اس طرف لانا چاہتے تھے کہ تم اپنی مذہبی سچائی کے دلائل پیش کرو اور ہم قرآن کی آیتوں سے اپنے مذہب کی سچائی پیش کریں گے۔ مگر لیکھرام اس طرف آنے سے گریز کرتا رہے اور حضرت اقدس کے خطوط کا جواب دیتے وقت بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے اصل مطالبہ کا ذکر تک نہ کرتا اور ہر دفعہ ہنسی اور ٹھٹھے سے بار بار آسمانی نشان طلب کرتا۔ چنانچہ ۱۳ دسمبر ۱۸۸۵ء کو اس نے ایک خط لکھا جس میں ۱۴ یا ۱۵ تاریخ اپنے قادیان سے روانہ ہونے کا ذکر کیا تھا۔ حضرت اقدس نے پھر اسے مفصل لکھا مگر وہ اس طرف نہ آیا۔

آخر اس کی شوخی بڑھتی گئی اور اس نے حضرت اقدس کو ایک خط لکھا جو اس کے لئے پیغامِ موت ثابت ہوا۔ اس خط میں اس نے لکھا کہ:۔

''مرزا صاحب......افسوس کہ آپ نے قرآنی اسپ خود کو اسپ اور اوروں کے اسپ کو خچر قرار دیتے ہیں۔ میں نے ویدک اعتراض کا عقل سے جواب دیا اور آپ نے قرآن پر اعتراض کا نقل سے۔ مگر وہ عقل سے بسا بعید ہے۔ اگر آپ فارغ نہیں تو مجھے بھی تو کام بہت ہے۔ اچھا آسمانی نشان تو دکھا دیں۔ اگر بحث نہیں کرنا چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان تو مانگیں تا فیصلہ ہو۔''

(حیاتِ احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۲ ح)

حضرت اقدس نے اس خط کا آخری جواب اسے دے دیا جس میں لکھا کہ:۔

''جناب پنڈت صاحب آپ کا خط میں نے پڑھا۔ آپ یقیناً سمجھیں کہ ہم کو نہ بحث سے انکار ہے اور نہ نشان دکھلانے سے مگر آپ سیدھی نیت سے طلب حق نہیں کرتے۔ بیجا شرائط زیادہ کر دیتے ہیں۔ آپ کی زبان بدزبانی سے نہیں رکتی۔ آپ لکھتے ہیں کہ اگر بحث نہیں کرنا چاہتے تو رب العرش خیر الماکرین سے میری نسبت کوئی آسمانی نشان مانگیں۔ یہ کس قدر ہنسی ٹھٹھے کے کلمے ہیں۔ جو یا آپ اس خدا پر ایمان نہیں لاتے جو بے باکوں کو تنبیہ کر سکتا ہے......اور نشان خدا کے پاس ہیں وہ قادر ہے جو آپ کو دکھلا وے۔''

(از حیات احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۳ ح)

ان خطوط کو پڑھ لینے کے بعد یہ حقیت آشکار ہوجاتی ہے کہ لیکھرام نے بالآخر خیر الماکرین سے نشان مانگا اور خدا تعالیٰ نے اسی رنگ کا نشان دیا۔ یعنی اس کی موت کا نشان دیا۔ حضرت اقدس نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر لیکھرام کی رضامندی سے ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو لیکھرام کی ہلاکت کے متعلق ایک پیشگوئی شائع کر دی۔ اسی پیشگوئی کے موافق وہ ۶ / مارچ ۱۸۹۷ء کو بمقام لاہور قتل ہو گیا۔ حکومت اور آریہ سماج کی پوری سرگرمی اور تفتیش کے باوجود اس

قتل کا سراغ آج تک نہیں مل سکا۔ اس طرح لیکھرام کا یہ فتنہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی روز روشن کی طرح ثابت ہوگئی۔

پادری سوفٹ میدان میں

پادری سوفٹ دراصل ایک دیسی عیسائی تھا اور اس کا نام رام چندر تھا۔ یہ گوالیار اسٹیٹ کا باشندہ تھا۔ عیسائی ہوکر اس نے اپنا نام تبدیل کر کے سوفٹ رکھ لیا تا کہ اس طرح وہ اپنی عیسائیت یا پہلی زندگی کو مخفی رکھ سکے۔ اس نے بھی سستی شہرت حاصل کرنے کیلئے حضرت اقدس کو دعوت نشان نمائی کو قبول کرنے کیلئے ایک مشروط خط لکھا۔ اس نے آمادگی کا اظہار ایسے رنگ میں کیا جس کا لازمی نتیجہ فرار تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے خط جو جواب دیا اس کے بعد پادری صاحب خاموش ہوگئے اور اس طرح عیسائی قوم پر بھی اتمام حجت ہوگئی۔ چنانچہ حضور اس کے خط کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

''آپ نے اپنے خط میں شرطیں لکھی ہیں۔ پہلے آپ لکھتے ہیں کہ چھ سو روپیہ یعنی تین ماہ کی تنخواہ بطور پیشگی ہمارے پاس گوجرانوالہ میں بھیجا جاوے اور نیز مکان وغیرہ کا انتظام اس عاجز کے ذمہ رہے اور اگر کسی نوع کی دقت پیش آوے تو فوراً آپ گوجرانوالہ میں واپس آجائیں گے اور جو روپیہ آپ کو مل چکا ہو اس کو واپس لینے کا استحقاق اس عاجز کو نہیں رہے گا۔ یہ پہلی شرط ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ لیکن گزارش خدمت کیا جاتا ہے کہ روپیہ کسی حالت میں قبل از انفصال اس امر کے جس کیلئے بحالت مغلوب ہونے کے روپیہ دینے کے اقرار ہے آپ کو نہیں مل سکتا۔ ہاں البتہ روپیہ آپ کی تسلی اور اطمینان قلبی کے لئے کسی بنک سرکاری میں جمع ہوسکتا ہے یا کسی مہاجن کے پاس رکھا جا سکتا ہے۔ غرض جس طرح چاہیں روپیہ کی بابت ہم آپ کی تسلی کرا سکتے ہیں لیکن آپ کے ہاتھ نہیں دے سکتے۔...... اور جو اسی شرط کے

دوسرے حصہ میں آپ نے یہ لکھا ہے کہ اگر مکان وغیرہ کے بارے میں کسی نوع کی ہم کو دقت پہنچی تو ہم فوراً گوجرانوالہ میں آویں گے اور جو روپیہ جمع کرایا گیا ہے ہمارا ہو جائے گا۔......سواس بات کا انتظام اس طرح پر ہوسکتا ہے کہ آپ ایک دو دن کیلئے خود قادیان میں آ کر مکان کو دیکھ بھال لیں اور اپنی ضروریات کا بالمواجہ تذکرہ اور تصفیہ کر لیں تا جہاں تک مجھ سے بن پڑے آپ کی خواہشوں کے پورا کرنے کیلئے کوشش کروں اور پھر بعد میں نکتہ چینی کی گنجائش نہ رہے............اس خاکسار کا یہ عہد واقرار ہے کہ جو صاحب اس عاجز کے پاس آئے ان کو اپنے مکان میں سے اچھا مکان اور اپنی خوراک کے موافق خوراک دی جاوے گی۔ اور جس طرح ایک عزیز اور پیارے مہمان کی حتی الوسع خدمت وتواضع کرنی چاہئے اسی طرح ان کی بھی کی جائے گی۔

پھر آپ دوسری شرط میں لکھتے ہیں کہ الہام اور معجزہ کا ثبوت ایسا جیسے کتاب اقلیدس میں ثبوت درج ہیں جن سے ہمارے دل قائل ہو جائیں۔

اس سلسلہ میں حضرت اقدس نے فرمایا۔

''آپ تسلی رکھیں کہ اقلیدس کے ناچیز خیالات کو ان عالی مرتبہ نشانوں سے کچھ نسبت نہیں۔ ''چہ نسبت خاک را با عالم پاک'' اور یہ نہیں کہ صرف اس عاجز کے بیان پر ہی حصر رہے گا بلکہ یہ فیصلہ بذریعہ ثالثوں کے ہو جائے گا۔ اور جب تک ثالث لوگ جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں گے یہ شہادت نہ دیں کہ ہاں فی الحققیت یہ خوارق اور پیشگوئیاں انسانی طاقت سے باہر ہیں تب تک آپ غالب اور یہ عاجز مغلوب ہو جائے گا۔ لیکن درصورت مل جانے ایسی گواہیوں کے جو ان خوارق اور پیشگوئیوں کو انسانی طاقت سے بالاتر قرار دیتی ہوں تو آپ مغلوب اور میں بفضلہٖ

تعالیٰ غالب ہوں گا اور اسی وقت آپ پر لازم ہوگا کہ اسی جگہ قادیان میں مشرف بہ اسلام ہو جائیں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس جواب کے بعد پادری صاحب نے خاموشی اختیار کرلی۔ اور اس طرح عیسائیوں پر بھی حجت تمام ہوگئی۔

قادیان کے ساہوکاروں کا نشان نمائی کا مطالبہ

قادیان کے بعض ہندو اور آریہ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور بعض اکثر نشانات کے گواہ تھے بایں انہوں نے ایک سال کے اندر اس دعوت یکسالہ کی بناء پر نشان کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے آپ کو ایک تحریری درخواست اس غرض کے لئے دی اور حضرت اقدس نے بھی اس درخواست کو منظور فرماتے ہوئے گواہوں کے دستخطوں سے جواب دیا۔ اس معاہدہ میں یہ طے پایا کہ حضرت اقدس ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء تا ستمبر ۱۸۸۶ء ایک سال کے اندر اندر کوئی آسمانی نشان دکھائیں گے جو انسانی طاقتوں سے بالا ہوگا۔ چنانچہ اس معاہدہ کو قادیان کے ایک مشہور اور ممتاز آریہ سماجی لالہ شرمپت رائے صاحب نے شائع کر دیا جو حسب ذیل ہے۔

"چونکہ مرزا غلام احمد صاحب مولف براہین احمدیہ اور ساہوکاران اور شرفاء اور ذی عزت اہل ہنود قصبہ قادیان میں جو طالب صادق ہونے کے مدعی ہیں آسمانی نشانوں اور پیشگوئیوں اور دیگر خوارق کے مشاہدے کے بارے میں (جن کے دکھلانے کا مرزا صاحب کو دعویٰ ہے) خط و کتابت بطور باہمی اقرار و عہد و پیماں کے ہوکر ہندو صاحبوں کی طرف سے یہ اقرار و عہد ہوا ہے کہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء لغایت اخیر ستمبر ۱۸۸۶ء یعنی برابر ایک سال تک نشانوں کے دیکھنے کے لئے مرزا صاحب کے پاس آمد و رکھیں گے اور ان کے کاغذ اور روزنامہ الہامی پیشگوئیوں پر بطور گواہ کے دستخط

کرتے رہیں گے اور بعد پوری ہونے کسی الہامی پیشگوئی کے اس پیشگوئی کی سچائی کی نسبت اپنی شہادت چند اخباروں میں شایع کرا دیں گے اور مرزا صاحب کی طرف سے یہ عہد ہوا ہے کہ وہ تاریخ مقررہ سے ایک سال تک ضرور کوئی نشان دکھلا ویں گے۔ اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ دونوں تحریریں جو بطور اقرر کے باہم ہندو صاحبان و مرزا صاحب کے ہوتی ہیں شایع کی جائیں۔ سو ہم یہ نیت اشاعت عام و اطلاع یابی ہر ایک طالب حق کے وہ دونوں تحریریں دونوں صاحبوں سے لے کر شایع کرتے ہیں اور بشرط زندگی یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم خود گواہ رویت بن کر اس سالانہ کارروائی سے خبر گیراں رہیں گے اور بعد گزرنے پورے ایک سال کے یا سال کے اندر ہی جیسی صورت ہو جو نتیجہ ظہور میں آئے گا اسی طرح وہ بھی اپنی ذاتی واقفیت کی رو سے شائع کریں گے تا کہ حق کے سچے طالب اس سے نفع اٹھائیں اور پبلک کے لئے منصفانہ رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو۔

راقم

خاکسار شرمپب رائے ممبر آریہ سماج قادیان ضلع گورداسپور پنجاب''

(از حیات احمد جلد دوم نمبر ۳ صفحہ ۱۳۱،۱۳۲)

ساہوکاران و دیگر ہندو صاحبان قادیان کا خط بنام مرزا صاحب

''مخدوم و مکرم مرزا غلام صاحب سلمہ

بعد ماجب بکمال...... ادب سے عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو ایک

برس تک ہمارے پاس قادیان میں ٹھہرے تو خدا تعالیٰ اس کو ایسے نشان در بارہ اثبات حقیقت ضرور دکھائے گا جو کہ طاقت انسانی سے بالاتر ہوں گے۔ سو ہم لوگ جو آپ کے ہم سایہ اور ہمشہری ہیں لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ حقدار ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں کسی قسم کا شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیب یا مغائرت مذہب نااہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں۔ اور نہ ہم بعض نامنصف مخالفوں کی طرح آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہم صرف ایسے نشانوں کو قبول کریں گے جو اس قسم کے ہوں کہ ستارے اور سورج اور چاند پارہ پارہ ہو کر زمین پر گر جائیں۔............

یا ایک سورج کی بجائے تین سورج اور ایک چانک کی جگہ دو چاند ہو جائیں یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آسمان سے جا لگے۔ یہ باتیں بلاشبہ ضدیت اور تعصب سے ہیں نہ حق جوئی کی راہ سے لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین آسمان کی زیروزبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہئیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راستبازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاص خاص پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیشگوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے پانے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا صیا ہے۔ سو آپ سوچ لیں کہ ہماری اس درخواست میں کچھ ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے اور اس جگہ ایک اور بات واجب العرض ہے اور وہ یہ ہے کہ

آپ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ شخص مشاہدہ کنندہ کسی نشان کے دیکھنے کے بعد اسلام کو
قبول کرے۔ سو اس قدر تو ہم مانتے ہیں کہ یہ سچ کے کھلنے کے بعد جھوٹھ پر قائم رہنا
دھرم نہیں ہے اور یہ ایسا کام کسی بھلے منش اور سعید الفطرت سے ہوسکتا ہے لیکن مرزا
صاحب آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہدایت پا جانا خود انسان کے اختیار میں
نہیں ہے۔ جت توفیق ایزدی اس کے شامل حال نہ ہو کسی دل کو ہدایت کے لئے
کھول دینا ایک ایسا امر ہے جو صرف پرمیشر کے ہاتھ میں ہے سو ہم لوگ جو صدہا
زنجیروں قوم برادری ننگ و ناموس وغیرہ میں گرفتار ہیں کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود
اپنی قوت سے ان زنجیروں کو توڑ کر اور اپنے سخت دل کو آپ ہی نرم کر کے آپ ہی
دروازۂ ہدایت اپنے پر کھول دیں گے اور جو پرمیشر سرب شکتی مان کا خاص کام ہے وہ
آپ ہی کر دکھائیں گے بلکہ یہ بات سعادت ازلی پر موقوف ہے جس کے حصہ میں وہ
سعادت مقدر ہے اس کے لئے شرائط کی کیا حاجت ہے اس کو تو خود توفیق ازلی کشاں
کشاں چشمہ ہدایت تک لے آئے گی ایسا کہ آپ بھی اس کو روک نہیں سکتے اور آپ
ہم سے ایسی شرطیں موقوف رکھیں اگر ہم لوگ کوئی آپ کا نشان دیکھ لیں گے تو اگر
ہدایت پانے کے لئے توفیق ایزدی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم آپ سے وعدہ
کرتے ہیں اور پرمیشر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر تو ہم ضرور کریں گے کہ آپ
کے ان نشانوں کو جو ہم بچشم خود مشاہدہ کر لیں گے چند اخباروں کے ذریعہ سے بطور
گواہ رویت شائع کرا دیں گے اور آپ کے منکرین کو ملزم و لاجواب کرتے رہیں گے
اور آپ کے صداقت کی حقیقت کو حتی الوسع اپنی قوم میں پھیلائیں گے اور بلاشبہ ہم
ایک سال تک عندالضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہو کر ہر ایک قسم کی پیشگوئی وغیرہ
پر دستخط بقید تاریخ و روز کر دیا کریں گے اور کوئی بدعہدی اور کسی قسم کی نامنصفانہ حرکت

ہم سے ظہور میں نہ آئے گی۔ ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پرمیشر کو حاضر و ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں و رسال جو نشانوں کے دکھانے کیلئے مقرر کیا گیے ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاوے گا۔ جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۵ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔

العبد۔ لچھمن رام بقلم خود۔ جو اس خط میں ہم نے لکھا ہے اس کے موافق عمل کریں گے۔ پنڈت پہارامل بقلم خود۔ بشنداس ولد دعدا ساہوکار بقلم خود۔ منشی تاراچند کھتری بقلم خود۔ پنڈت نہال چند۔ نست رام۔ فتح چند۔ پنڈت ہرکرن۔ پنڈت بیج ناتھ چودھری۔ بازار قادیان بقلم خود۔ بشنداس ولد ہیرانند برہمن''

(از حیات احمد جلد سوم صفحہ ۱۳۲ تا ۱۳۴)

نامہ مرزا غلام احمد صاحب

بجواب خط

ساہوکاران قادیان

عنایت فرمای من پنڈت نہال چند صاحب و پنڈت پھارامل صاحب و لچھمی رام صاحب و لالہ بشنداس و منشی تاراچند صاحب و دیگر صاحبان ارسال کنندگان درخواست مشاہدہ خوارق

بعد ما وجب۔ آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرۂ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لئے یہ تمامتر شکرگزاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر

آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جل شانہ کی تائید ونصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پرانصاف خط کے پڑھنے سے بہت خوش ہوا۔ اوراس سے زیادہ تر اس روز خوش ہوگا کہ جب آپ بعد دیکھنے کسی نشان کے اپنے وعدے کے ایفاء کے لئے جس کو آپ صاحبوں نے اپنے حلفوں اور قسموں سے کھول دیا ہے اپنی شہادت رویت کا بیان چند اخباروں میں مشتہر کر کے متعصب مخالفوں کو ملزم و لاجوات کرتے رہیں گے اوراس جگہ یہ بھی بخوشی دل آپ صاحبوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ایک سال تک کوئی نشان نہ دیکھیں یا کسی نشان کو جھوٹا باویں تو بے شک اس کو مشتہر کر دیں اور اخباروں میں چھپوا دیں۔ یہ امر کسی نوع سے موجب ناراضگی نہ ہوگا اور نہ آپ کے دوستانہ تعلقات میں کچھ فرق آئے گا۔ بلکہ یہ بات ہے جس میں خدا بھی راضی اور ہم بھی۔ اور ہر ایک منصف بھی۔ اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ روپیہ نہیں مانگتے صرف دلی سچائی سے نشانوں کا دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لئے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں بلکہ یہ بات بقول آپ لوگوں کے توفیق ایزدی پر چھوڑی گئی ہے اوراخیر پر دلی جوش سے یہ دعا ہے کہ کہ خداوند قادر کریم بعد دکھلانے کسی نشان کے آپ لوگوں کو غیب سے قوت ہدایت پانے کی بخشے۔ تا آپ لوگ مائدہ رحمت الٰہی پر حاضر ہوکر پھر محروم نہ رہیں۔ اے قادر مطلق کریم و رحیم۔ ہم میں اوران میں سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ اور کوئی نہیں کہ بجز تیرے فیصلہ کر سکے۔ آمین ثم آمین۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

خاکسار

احقر العباد غلام احمد عفی اللہ عنہ

شہادت گواہان حاضر الوقت

ہم لوگ جن کے نام نیچے درج ہیں اس معاہدہ فریقین کے گواہ ہیں۔ ہمارے روبرو ساہوکاران قادیانی کے نام اوپر درج ہیں اپنے خط کے مضمون کو حلفاً تصدیق کیا اور اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب نے بھی

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
میر عباس علی لودھیانوی	فقیر عبداللہ سنوری	شہاب الدین تھہ غلام نبی''

(از مجموعہ اشتہارات جلد ا صفحہ ۹۴)

معاہدہ کا انجام

قادیان کے ہندوؤں کی درخواست پر حضرت مسیح موعودؑ اور ان کے درمیان ایک سال میں نشان نمائی کا جو معاہدہ ہوا وہ قائم نہ رہ سکا۔ اور بعض ممبران آریہ سماج نے اس معاہدہ کو فسخ کرا دیا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اس معاہدہ کے متعلق لکھا کہ:۔

''خاص کر مسکن مؤلف (قادیان ضلع گرداسپورہ) کے ساکنین ہنود نے کسی قدر شرط مؤلف کو مانا اور اس باب میں ایک معاہدہ لکھ دیا تھا جو متعدد اخباروں (وزیر ہند وغیرہ) میں مشتہر ہو چکا ہے مگر آخر وہ معاہدہ بھی قائم نہ رہا۔ بعض ممبران آریہ سماج نے اس معاہدہ کو فسخ کرادیا۔ اب اُن کے خط واشتہار کے جواب سے ہر طرف سے سکوت ہے۔ جس سے جانبین کے لوگ مختلف نتائج نکال رہے ہیں۔'' (اشاعت السنہ نمبر ۷ جلد نمبر ۸ صفحہ ۱۷۸)

اگر قادیان کے ہندو اس معاہدہ پر قائم رہتے تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایک سال کی میعاد کے اندر اندر اسلام کی صداقت پر مبنی کئی غیر معمولی نشانات ظاہر فرماتا مگر افسوس کہ قادیان کے ہندوؤں کے میدان سے بھاگ جانے کے باعث ایسا نہ ہوسکا۔

چالیس روز میں نشان نمائی کے مقابلہ کی دعوت

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۵ء کے آغاز میں تمام مخالفین اسلام کو ایک سال تک قادیان میں ٹھہر کر آسمانی نشان دکھانے کی دعوت دی مگر کوئی مخالف عملی طور پر آسمانی نشان دیکھنے کیلئے تیار نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے ۲۰ ستمبر ۱۸۸۶ء کو ایک اور اشتہار دیا جس میں کئی آریہ اور عیسائی معززین کو مخاطب کر کے صرف چالیس روز میں آسمانی نشان دکھانے کا چیلنج دیا۔ یہ چیلنج حسب ذیل ہے۔

''ہمارے اشتہارات گزشتہ کے پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ہم نے اس سے پہلے یہ اشتہار دیا تھا کہ جو معزز آریہ صاحب یا پادری صاحب یا کوئی اور صاحب اور صاحب مخالف اسلام ہیں اگر ان میں سے کوئی صاحب ایک سال تک قادیان میں ہمارے پاس آ کر ٹھہرے تو درصورت نہ دیکھنے کسی آسمانی نشان کے چوبیس سو روپیہ انعام پانے کا مستحق ہوگا۔ سو ہر چند ہم نے تمام ہندوستان و پنجاب کے پادری صاحبان و آریہ صاحبان کی خدمت میں اسی مضمون کے خط رجسٹری کرا کر بھیجے مگر کوئی صاحب قادیان میں تشریف نہ لائے۔ بلکہ منشی اندرمن صاحب کیلئے تو مبلغ چوبیس سو روپیہ نقد لاہور میں بھیجا گیا تو وہ کنارہ کر کے فرید کوٹ کی طرف چلے گئے ہاں ایک صاحب پنڈت لیکھرام نام پشاوری قادیان میں ضرور آئے تھے اور ان کو بار بار کہا گیا کہ اپنی حیثیت کے موافق بلکہ اس تنخواہ سے دو چند جو پشاور میں نوکری کی حالت میں پاتے تھے ہم سے بحساب ماہواری لینا کر کے ایک سال تک ٹھہر و اور اخیر پر یہ بھی کہا گیا کہ

اگر ایک سال تک منظور نہیں تو چالیس دن تک ہی ٹھہرو تو انہوں نے ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت کو منظور نہیں کیا اور خلاف واقعہ سراسر دروغ بیضر وغ اشتہارات چھپوائے سوان کیلئے تو رسالہ سرمہ چشم آریہ میں دوبارہ یہی چالیس دن تک اس جگہ رہنے کا پیغام تحریر کیا گیا ہے ناظرین اس کو پڑھ لیں لیکن یہ اشتہار اتمام حجت کی غرض سے بمقابل منشی جیونداس صاحب جوسب آریوں کی نسبت شریف اور سلیم الطبع معلوم ہوتے ہیں اور لالہ مرلیدھر صاحب ڈرائینگ ماسٹر ہوشیارپور جو وہ بھی میری دانست میں آریوں میں سے غنیمت ہیں اور منشی اندرمن صاحب مرادآبادی جو گویا دوسرا مصرعہ سورتی صاحب کا ہیں اور ماسٹر عبداللہ آتھم صاحب سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رئیس امرتسر جو حضرات عیسائیوں میں سے شریف اور سلیم المزاج آدمی ہیں اور پادری عمادالدین لاہز صاحب امرتسری اور پادری ٹھاکرداس صاحب مولف کتاب اظہار عیسوی شائع کیا جاتا ہے کہ اب ہم بجائے ایک سال کے صرف چالیس روز اس شرط سے مقرر کرتے ہیں کہ جو صاحب آزمائش ومقابلہ کرنا چاہیں وہ برابر چالیس دن تک ہمارے پاس قادیان میں یا جس جگہ اپنی مرضی سے ہمیں رہنے کا اتفاق ہور ہیں اور برابر حاضر رہیں پس اس عرصہ میں اگر ہم کوئی امر پیشگوئی جو خارق عادت ہو پیش نہ کریں یا پیش تو کریں مگر بوقت ظہور وہ جھوٹا نکلے یا وہ جھوٹا تو نہ ہو مگر اسی طرح صاحب ممتحن اس کا مقابلہ کر کے دکھلا دیں تو مبلغ پانسو روپیہ نقد بحالت مغلوب ہونے کے اسی وقت بلاتوقف ان کو دیا جائے گا لیکن اگر وہ پیشگوئی وغیرہ بہ پایہ صداقت پہنچ گئی تو صاحب مقابل کو بشرف اسلام مشرف ہونا پڑے گا۔ اور یہ بات نہایت ضروری قابل یادداشت ہے کہ پیشگوئیوں میں صرف زبانی طور پر نکتہ چینی کرنا یا اپنی طرف سے شرائط لگانا ناجائز اور غیر مسلم ہوگا بلکہ سیدھا راہ شناخت پیشگوئی کا

یہی قرار دیا جائے گا کہ اگر وہ پیشگوئی صاحب مقابل کی رائے میں کچھ ضعف یا شک رکھتی ہے یا ان کی نظر میں قیافہ وغیرہ سے مشابہ ہے تو اسی عرصہ چالیس روز میں وہ بھی ایسی پیشگوئی ایسے ہی ثبوت سے ظاہر کر کے دکھلاویں اور اگر مقابلہ سے عاجز رہیں تو پھر حجت ان پر تمام ہوگی اور بحالت سچے نکلنے پیشگوئی کے بہرحال انہیں مسلمان ہونا پڑے گا اور یہ تحریریں پہلے سے جانبین میں تحریر ہو کر انعقاد پا جائیں گے چنانچہ اس رسالہ کے شائع ہونے کے وقت سے یعنے ۲۰۔ستمبر ۱۸۸۶ء سے ٹھیک تین ماہ کی مہلت صاحبان موصوف کو دی جاتی ہے اگر اس عرصہ میں ان کی طرف سے اس مقابلہ کیلئے کوئی منصفانہ تحریک نہ ہوئی تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ گریز کر گئے۔ والسلام علیٰ من اتباع الہدیٰ۔

المشتہر

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب‘‘

عیسائیوں کو نشان نمائی کے مقابلہ کے چیلنج
عبداللہ آتھم کو نشان نمائی کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۳ء میں مسٹر عبداللہ آتھم کو امرتسر میں ہونے والے مباحثہ کے دوران فیصلہ کیلئے نشان نمائی کا درج ذیل چیلنج دیا۔

’’اب میں اس مجلس میں ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کی خدمت میں اور دوسرے تمام حضرات عیسائی صاحبوں کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس بات کو اب طور دینے کی کیا حاجت ہے کہ آپ ایسی پیشگوئیاں پیش کریں جو حضرت مسیحؑ کے اپنے کاموں

اور فعل کے مخالف پڑی ہوئی ہیں۔ایک سیدھا اور آسان فیصلہ ہے جو میں زندہ اور کامل خدا سے کسی نشان کے لئے دعا کرتا ہوں اور آپ حضرت مسیح سے دعا کریں۔ آپ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ قادر مطلق ہے۔ پھر اگر وہ قادر مطلق ہے تو ضرور آپ کامیاب ہو جاویں گے۔اور میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کے کہتا ہوں کہ اگر میں بالمقابل نشان بتانے میں قاصر رہا تو ہر ایک سزا اپنے پر اٹھالوں گا۔اور اگر آپ نے مقابل پر کچھ دکھلایا تب بھی سزا اٹھالوں گا۔ چاہیئے کہ آپ خلق اللہ پر رحم کریں۔ میں بھی اب پیرانہ سالی تک پہنچا ہوا ہوں اور آپ بھی بوڑھے ہو چکے ہیں۔ ہمارا آخری ٹھکانا اب قبر ہے۔آؤ اس طرح پر فیصلہ کرلیں۔سچا اور کامل خدا بیشک سچے کی مدد کرے گا۔اب اس سے زیادہ کیا عرض کروں۔‘‘

(جنگ مقدس۔روحانی خزائن جلد۶ صفحہ ۱۳۸)

ملکہ معظّمہ برطانیہ کو نشان دکھانے کی دعوت

’’اگر حضور ملکہ معظّمہ میرے تصدیق دعویٰ کیلئے مجھ سے نشان دیکھنا چاہیں تو میں یقین رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو کہ وہ ظاہر ہو جائے۔اور نہ صرف یہی بلکہ دعا کرسکتا ہوں کہ یہ تمام زمانہ عافیت اور صحت سے بسر ہو۔لیکن اگر کوئی نشان ظاہر نہ ہو۔اور میں جھوٹا نکلوں تو میں اس سزا میں راضی ہوں کہ حضور ملکہ معظّمہ کے پایہ تخت کے آگے پھانسی دیا جاؤں۔ یہ سب الحاح اس لئے ہے کہ کاش ہماری محسنہ ملکہ معظّمہ کو اس آسمان کے خدا کی طرف خیال آ جائے۔جس سے اس زمانہ میں عیسائی مذہب بے خبر ہے۔منہ‘‘ (تحفہ قیصریہ۔روحانی خزائن جلد۱۲ صفحہ ۲۷۶ ح)

تمام پادیوں کونشان نمائی کے مقابلہ کاچیلنج

''ا۔ اورآسمانی نشانوں کی شہادت کا یہ حال ہے کہ اگر تمام پادری مسیح مسیح کرتے مر بھی جائیں تاہم ان کو آسمان سے کوئی نشان مل نہیں سکتا۔ کیونکہ مسیح خدا ہوتو ان کو نشان دے۔ وہ تو بیچارہ اور عاجز اور ان کی فریاد سے بے خبر ہے۔ اور اگر خبر بھی ہوتو کیا ہوسکتا ہے۔'' (کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد۱۳ صفحہ ۵۴)

۲۔'' دیکھو ہم حضرات پادری صاحبوں کو نہ تلوار سے بلکہ ملائم الفاظ سے بار بار اس طرف بلاتے ہیں کہ آؤ ہم سے مقابلہ کرو کہ دونوں شخص یعنے حضرت مسیح اور حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی برکات اور افاضات کے رو سے زندہ کون ہے۔ اور جس طرح خدا کے نبی پاک نے قرآن شریف میں کہا ہے کہ اگر یہ ثابت ہو کہ مسیح خدا کا بیٹا ہے تو میں سب سے پہلے اس کی پرستش کرونگا۔ ایسی ہی میں کہتا ہوں کہ اے یورپ اور امریکہ کے پادریو! کیوں خواہ نخواہ شور ڈال رکھا ہے۔ تم جانتے ہو کہ میں ایک انسان ہوں جو کروڑہا انسانوں میں مشہور ہوں۔ آؤ میرے ساتھ مقابلہ کرو۔ مجھ میں اور تم میں ایک برس کی مہلت ہو۔ اگر اس مدت میں خدا کے نشان اور خدا کی قدرت نما پیشگوئیاں تمہارے ہاتھ سے ظاہر ہوئیں اور میں تم سے کمتر رہا تو میں مان لونگا کہ مسیح ابن مریم خدا ہے لیکن اگر اُس سچے خدا نے جس کو میں جانتا ہوں اور آپ لوگ نہیں جانتے مجھے غالب کیا اور آپ لوگوں کا مذہب آسمانی نشانوں سے محروم ثابت ہوا تو تم پر لازم ہوگا کہ اس دین کو قبول کرو۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد۱۵ صفحہ۱۶۰)

۳۔'' کیا بنی اسرائیل کے بقیہ یہود یا حضرت مسیح علیہ السلام کو خداوند خداوند پکارنے

والے عیسائیوں میں کوئی ہے جو ان نشانات میں میرا مقابلہ کرے۔ میں پکار کر کہتا ہوں کہ کوئی بھی نہیں۔ ایک بھی نہیں۔ پھر یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداری معجزہ نمائی کی قوت کا ثبوت ہے کیونکہ یہ مسلم مسئلہ ہے کہ نبی متبوع کے معجزات ہی وہ معجزات کہلاتے ہیں جو اس کے کسی متبع کے ہاتھ پر سرزد ہوں۔ پس جو نشانات خوارق عادات مجھے دیئے گئے ہیں، جو پیشگوئیوں کا عظیم الشان نشان مجھے عطا ہوا ہے، یہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زندہ معجزات ہیں۔ اور کسی دوسرے نبی کے متبع کو یہ آج فخر نہیں ہے کہ وہ اس طرح پر دعوت کر کے ظاہر کر دے کہ وہ بھی اپنے اندر اپنے ہی متبوع کی قوت قدسی کی وجہ سے خوارق دکھا سکتا ہے۔ یہ فخر صرف اسلام کو ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ زندہ رسول ابدالآباد کے لئے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں جن کے انفاس طیبہ اور قوت قدسیہ کے طفیل سے ہر زمانہ میں ایک مرد خدا خدانمائی کا ثبوت دیتا ہے"۔ (ملفوظات جدید ایڈیشن جلد ا صفحہ ۲۷۵)

یسوع کے نشانوں کے ساتھ اپنے نشانوں کے مقابلہ کا چیلنج

"میں اس وقت ایک مستحکم وعدہ کے ساتھ یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب عیسائیوں میں سے یسوع کے نشانوں کو جو اس کی خدائی کی دلیل سمجھے جاتے ہیں میرے نشانوں اور فوق العادت خوارق سے قوت ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑھے ہوئے ثابت کر سکیں تو میں ان کو ایک ہزار + روپیہ بطور انعام دوں گا۔ میں سچ سچ اور حلفاً کہتا ہوں کہ اس میں تخلف نہیں ہوگا۔ میں ایسے ثالث کے پاس روپیہ جمع کرا سکتا ہوں جس پر فریقین کا اطمینان ہو اس فیصلہ کیلئے غیر منصف ٹھہرائے جائیں گے۔ درخواستیں جلد آنی چاہئیں۔"

(سراج منیر۔روحانی خزائن جلد۱۲صفحہ۱۰۳)

عیسائیوں، ہندوؤں، آریوں اور سکھوں کو نشان نمائی کے مقابلہ کے چیلنج

’’اور مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے کہ اگر کوئی سخت دل عیسائی یا ہندو یا آریہ میرے اُن گذشتہ نشانوں سے جو روز روشن کی طرح نمایاں ہیں انکار بھی کردے اور مسلمان ہونے کیلئے کوئی نشان چاہے اور اس بارے میں بغیر کسی بیہودہ حجت بازی کے جس میں بدنیتی کی بو پائی جائے سادہ طور پر یہ اقرار بذریعہ کسی اخبار کے شائع کردے کہ وہ کسی نشان کے دیکھنے سے گو کوئی نشان ہو۔لیکن انسانی طاقتوں سے باہر ہو۔اسلام کو قبول کرے گا۔تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہوگا کہ وہ نشان کو دیکھ لیگا کیونکہ میں اُس زندگی میں سے نور لیتا ہوں جو میرے نبیؐ متبوع کو ملی ہے۔کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کرسکے۔اب اگر عیسائیوں میں کوئی طالب حق ہے۔یا ہندوؤں اور آریوں میں سے سچائی کا متلاشی ہے۔تو میدان میں نکلے۔اور اگر اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے تو بالمقابل نشان دکھلانے کے لئے کھڑا ہو جائے لیکن میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہ ہوگا بلکہ بدنیتی سے پیچ در پیچ شرطیں لگا کر بات کو ٹال دینگے کیونکہ ان کا مذہب مُردہ ہے اور کوئی ان کیلئے زندہ فیض رساں موجود نہیں۔جس سے وہ رُوحانی فیض پاسکیں اور نشانوں کے ساتھ چمکتی ہوئی زندگی حاصل کرسکیں۔‘‘

(تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۱۴۰،۱۴۱)

’’میں یقیناً جانتا ہوں کہ ہندوؤں اور عیسائیوں اور سکھوں میں ایک بھی نہیں کہ جو آسمانی نشانوں اور قبولیتوں اور برکتوں میں میرا مقابلہ کرسکے۔یہ بات ظاہر ہے کہ زندہ مذہب

وہی مذہب ہے جو آسمانی نشان ساتھ رکھتا ہو۔ اور کامل امتیاز کا نور اسکے سر پر چمکتا ہو۔ سو وہ اِسلام ہے۔ کیا عیسائیوں میں یا سکھوں میں یا ہندوؤں میں کوئی ایسا ہے کہ اِس میں میرا مقابلہ کر سکے؟ سو میری سچائی کے لئے یہ کافی حجت ہے کہ **میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں**۔ اب جس طرح چاہو اپنی تسلی کرلو کہ میرے ظہور سے وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو براہین احمدیہ میں قرآنی منشاء کے موافق تھی اور وہ یہ ہے۔ ھو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله۔"

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۱۴۹)

"مجھے یہ قطعی طور پر بشارت دی گئی ہے کہ اگر کوئی مخالف دین میرے سامنے مقابلہ کیلئے آئے گا تو میں اس پر غالب ہوں گا اور وہ ذلیل ہوگا۔ پھر یہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں اور میری نسبت شک رکھتے ہیں۔ کیوں اس زمانہ کے کسی پادری سے میرا مقابلہ نہیں کراتے۔ کسی پادری یا پنڈت کو کہہ دیں کہ یہ شخص درحقیقت مفتری ہے اس کے ساتھ مقابلہ کرنے میں کچھ نقصان نہیں ہم ذمہ دار ہیں پھر خدا تعالیٰ خود فیصلہ کر دے گا۔ میں اس بات پر راضی ہوں کہ جس قدر دنیا کی جائیداد یعنی اراضی وغیرہ بطور وراثت میرے قبضہ میں آئی ہے بحالت دروغ گوئی نکلنے کے وہ سب اس پادری یا پنڈت کو دے دوں گا۔ اگر وہ دروغ گو نکلا تو بجز اس کے اسلام لانے کے میں اس سے کچھ نہیں مانگتا۔ یہ بات میں نے اپنے جی میں جزماً ٹھہرائی ہے اور تہ دل سے بیان کی ہے اور اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اس مقابلہ کیلئے طیار ہوں اور اشتہار دینے کیلئے مستعد بلکہ میں نے تو بارہ ہزار اشتہار شائع کر دیا ہے بلکہ میں بلاتا بلاتا تھک گیا۔ کوئی پنڈت پادری نیک نیتی سے سامنے نہیں آیا میری سچائی کیلئے اس سے بڑھ کر اور

کیا دلیل ہوسکتی ہے کہ میں اس مقابلہ کیلئے ہر وقت حاضر ہوں۔ اور اگر کوئی مقابلہ پر کچھ نشان دکھلانے کا دعویٰ نہ کرے تو ایسا پنڈت یا پادری صرف اخبار کے ذریعہ سے یہ شائع کر دے کہ میں صرف یکطرفہ کوئی امر خارق عادت دیکھنے کو طیار ہوں۔ اور اگر امر خارق عادت ظاہر ہو جائے اور میں اس کا مقابلہ نہ کر سکوں تو فی الفور اسلام قبول کروں گا تو یہ تجویز بھی مجھے منظور ہے۔ کوئی مسلمانوں میں سے ہمت کرے اور جس شخص کو کافر بے دین کہتے ہیں اور دجال نام رکھتے ہیں بمقابل کسی پادری کے اس کا امتحان کرلیں اور آپ صرف تماشا دیکھیں۔''

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۳۴۸)

''میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ یہ خدا کے نشان ہیں جو بارش کی طرح برس رہے ہیں اور ایسا کوئی مہینہ کم گزرتا ہے جس میں کوئی نشان ظاہر نہ ہو لیکن یہ اس لئے نہیں کہ میری روح میں تمام روحوں سے زیادہ نیکی اور پاکیزگی ہے بلکہ اس لئے ہے کہ خدا نے اس زمانہ میں ارادہ کیا ہے کہ اسلام جس نے دشمنوں کے ہاتھ سے بہت صدمات اٹھائے ہیں وہ اب سر نو تازہ کیا جائے اور خدا کے نزدیک جو اس کی عزت ہے وہ آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ظاہر کی جائے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اسلام ایسے بدیہی طور پر سچا ہے کہ اگر تمام کفار روئے زمین پر دعا کرنے کے لئے ایک طرف کھڑے ہوں اور ایک طرف صرف میں اکیلا اپنے خدا کی جناب میں کسی امر کے لئے رجوع کروں تو خدا میری ہی تائید کرے گا مگر نہ اس لئے کہ سب سے میں ہی بہتر ہوں بلکہ اس لئے کہ میں اس کے رسول پر دلی صدق سے ایمان لایا ہوں۔''

(چشمہ معرفت۔ روحانی خزائن جلد۲۳ صفحہ ۳۳۹، ۳۴۰)

ڈاکٹر جگن ناتھ صاحب ملازم ریاست جموں کو آسمانی نشانوں کی طرف دعوت

’’میرے مخلص دوست اور للہی رفیق اخویم حضرت مولوی حکیم نوردین صاحب فانی فی ابتغاء مرضات ربانی ملازم و معالج ریاست جموں نے ایک عنایت نامہ مورخہ ۷ جنوری ۱۸۹۲ء اس عاجز کی طرف بھیجا ہے جس کی عبارت کسی قدر نیچے لکھی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔ خاکسار نابکار نورالدین بحضور خدام والا مقام حضرت مسیح الزمان سلمہ الرحمٰن السلام علیکم کے بعد بکمال ادب عرض پرداز ہے۔غریب نواز۔ پر یروز ایک عرضی خدمت میں روانہ کی۔ اس کے بعد یہاں جموں میں ایک عجیب طوفان بے تمیزی کی خبر پہنچی۔جس کو بضرورت تفصیل کے ساتھ لکھنا مناسب سمجھتا ہوں۔ ازالہ اوہام میں حضور والا نے ڈاکٹر جگن ناتھ کی نسبت ارقام فرمایا ہے کہ وہ گریز کر گئے۔ اب ڈاکٹر صاحب نے بہت سے ایسے لوگوں کو جو اس معاملہ سے آگاہ تھے۔ کہا ہے سیاہی سے یہ بات لکھی گئی ہے۔ سرخی سے اس پر قلم پھیر دو۔ میں نے ہرگز گریز نہیں کیا۔ اور نہ کسی نشان کی تخصیص چاہی ۔مردہ کا زندہ کرنا میں نہیں چاہتا اور نہ خشک درخت کا ہرا ہونا۔یعنی بلا تخصیص کوئی نشان چاہتا ہوں جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔

اب ناظرین پر واضح ہو کہ پہلے ڈاکٹر صاحب موصوف نے اپنے ایک خط میں نشانوں کو تخصیص کے ساتھ طلب کیا تھا جیسے مردہ زندہ کرنا وغیرہ اس پر انکی خدمت میں خط لکھا گیا کہ تخصیص ناجائز ہے خدائے تعالیٰ اپنے ارادہ اور اپنے مصالح کے موافق نشان ظاہر کرتا ہے اور جب کہ نشان کہتے ہی اسکو ہیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو تو

پھر تخصیص کی کیا حاجت ہے کسی نشان کے آزمانے کیلئے یہی طریق کافی ہے کہ انسانی
طاقتیں اسکی نظیر پیدا نہ کرسکیں۔اس خط کا جواب ڈاکٹر صاحب نے کوئی نہیں دیا تھا۔
اب پھر ڈاکٹر صاحب نے نشان دیکھنے کی خواہش ظاہر کی اور مہربانی فرما کر اپنی اس
پہلی قید کو اٹھالیا ہے اور صرف نشان چاہتے ہیں کوئی نشان ہو مگر انسانی طاقتوں سے
بالاتر ہو لہذا آج ہی کی تاریخ یعنی ۱۱ جنوری ۱۸۹۲ء کو بروز دوشنبی ڈاکٹر صاحب کی
خدمت میں مکرراً دعوت حق کے طور پر ایک خط رجسٹری شدہ بھیجا گیا ہے۔جسکا مضمون
یہ ہے کہ اگر آپ بلا تخصیص کسی نشان دیکھنے پر سچے دل سے مسلمان ہونے کیلئے تیار
ہیں تو اخبارات مندرجہ حاشیہ میں حلفاً یہ اقرار اپنی طرف سے شائع کر دیں کہ میں جو
فلاں ابن فلاں ساکن بلدہ فلاں ریاست جموں میں برعہدہ ڈاکٹری متعین ہوں اور
اسوقت حلفاً اقرار صحیح سراسر نیک نیتی اور حق طلبی اور خلوص دل سے کرتا ہوں کہ اگر میں
اسلام کی تائید میں کوئی نشان دیکھوں جسکی نظیر مشاہدہ کرانے سے میں عاجز آجاؤں
اور انسانی طاقتوں میں اسکا کوئی نمونہ انھیں تمام لوازم کے ساتھ دکھلا نہ سکوں تو بلا توقف
مسلمان ہو جاؤں گا۔اس اشاعت اور اس اقرار کی اسلئے ضرورت ہے کہ خدائے قیوم
وقدوس بازی اور کھیل کی طرح کوئی نشان دکھلانا نہیں چاہتا جب تک کوئی انسان
پورے انکسار اور ہدایت یابی کی غرض سے اسکی طرف رجوع نہ کرے تب تک وہ بنظر
رحمت رجوع نہیں کرتا اور اشاعت سے خلوص اور پختہ ارادہ ثابت ہوتا ہے اور چونکہ
اس عاجز نے خدائے تعالٰی کے اعلام سے ایسے نشانوں کے ظہور کیلئے ایک سال کے
وعدہ پر اشتہار دیا ہے سو وہی میعاد ڈاکٹر صاحب کیلئے قائم رہے گی طالب حق کیلئے یہ
کوئی بڑی میعاد نہیں۔اگر میں ناکام رہا تو ڈاکٹر صاحب جو سزا اور تاوان میری
مقدرت کے موافق میرے لئے تجویز کریں وہ مجھے منظور ہے اور بخدا مجھے مغلوب

ہونے کی حالت میں سزائے موت سے بھی کچھ عذر نہیں۔

ہماں بہ کہ جاں دررہ او فشانم
جہاں راچہ نقصاں اگر من نمانم

والسلام علی من اتبع الھدی

المعلمن المشتھر

خاکسار میرزا غلام احمد قادیانی عفی اللہ عنہ

یازدہم جنوری ۱۸۹۲ء‘‘

(آسمانی نشان۔روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۳۳۸، ۳۴۰)

مسلمان علماء ومشائخ کونشان نمائی کے مقابلہ کے چیلنج

مولوی محمد حسین بٹالوی کونشان نمائی کے مقابلہ کا چیلنج

’’اے ناظرین! ذرا توجہ کرو۔ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب چالیس دن تک میرے مقابل پر خداتعالیٰ کی طرف توجہ کر کے آسمانی نشان یا اسرارغیب دکھلاسکیں جو میں دکھلاسکتا ہوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کر دیں اور جو تاوان چاہیں میرے پر لگائیں۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زورآور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کردے گا‘‘ (مجموعہ اشتہارات۔جلد ا صفحہ ۲۲۹)

میاں عطا محمد اہلمد ضلع کچہری امرتسر کونشان نمائی کے مقابلہ کا چیلنج

ایک صاحب عطا محمد نام نے جو امرتسر کے ضلع کی کچہری میں اہلمد تھے اور وفات مسیح کے

قائل تھے لیکن کسی مسیح کے اس امت میں آنے کے منکر تھے اگست ۱۸۹۳ء میں اپنے مطبوعہ خط کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اس بات پر کیا دلیل ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں یا کسی مسیح کا انتظار کرنا ہم کو واجب ولازم ہے۔ مسیح موعود کے آنے کی پیشگوئی گو احادیث میں موجود ہے مگر احادیث کا بیان میرے نزدیک پایہ اعتبار سے ساقط ہے کیونکہ احادیث زمانہ دراز کے بعد جمع کی گئی ہیں۔ اور اکثر مجموعہ احاد ہے جو مفید یقین نہیں۔ حضور نے اس سوال کی اہمیت کے پیش نظر جواب میں رسالہ ''شہادۃ القرآن'' لکھا جس میں اس سوال کا علمی جواب دینے کے بعد آخر پر لکھا کہ۔

''اور اگر بھی یہ تمام ثبوت میاں عطا محمد صاحب کے لئے کافی نہ ہوں تو پھر طریق سہل یہ ہے کہ اس تمام رسالہ کو غور سے پڑھنے کے بعد بذریعہ کسی چھپے ہوئے اشتہار کے مجھ کو اطلاع دیں کہ میری تسلی ان امور سے نہیں ہوئی اور میں ابھی تک افترا سمجھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری نسبت کوئی نشان ظاہر ہو تو میں انشاءاللہ القدیر ان کے بارہ میں توجہ کروں گا اور میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کسی مخالف کے مقابل پر مجھے مغلوگ نہیں کرے گا کیونکہ میں اس کی طرف سے ہوں اور اس کے دین کی تجدید کیلئے اس کے حکم سے آیا ہوں لیکن چاہئے کہ وہ اپنے اشتاہر میں مجھے عام اجازت دیں کہ جس طور سے میں ان کے حق میں الہام پاؤں اس کو شائع کرادوں اور مجھے تعجب ہے کہ جس حالت میں مسلمانوں کو کسی مجدد کے ظاہر ہونے کے وقت خوش ہونا چاہئے یہ پیچ و تاب کیوں ہے اور کیوں ان کو برا لگا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے دین کی حجت پوری کرنے کیلئے ایک شخص کو مامور کر دیا ہے لیکن مجھے معلوم ہوا ہے کہ حال کے اکثر مسلمانوں کی ایمانی حالت نہای ردی ہوگئی ہے اور فلسفہ کی موجودہ زہر نے ان کے اعتقاد کی بیخکنی کر دی ہے۔ ان کی زبانوں پر بے شک اسلام ہے لیکن دل اسلام سے بہت دور جا

پڑے ہیں خدائی کلام اور الٰہی قدرتیں ان کی نظر میں ہنسی کے لائق ہیں۔ ایسا ہی میاں عطا محمد کا حال ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب بمقام امرتسر مسٹر عبداللہ آتھم کو ان کی موت کی نسبت پیشگوئی سنائی گئی تو میاں عطا محمد نے میرے فرودگاہ میں آ کر میرے روبروں ایک مثال کے طور پر بیان کیا کہ ایک ڈاکٹر نے میری موت کی خبر دی تھی کہ اتنی مدت میں عطا محمد فوت ہو جائے گا مگر وہ مدت خیر سے گزر گئی اور میں نے اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو سلام کیا۔ اس نے کہا کہ تو کون ہے۔ میں نے کہا وہی عطا محمد جس کے مرنے کی آپ نے پیشگوئی کی تھی۔ مطلب یہ کہ یہ تمام امور جھوٹ اور لغو ہیں۔ مگر میاں عطا محمد کو یاد رہے کہ ڈاکٹر کی مثال اس جگہ دینا صرف اس قدر ثابت کرتا ہے کہ آسمانی روشنی سے آپ بکلی بے خبر ہیں۔ بے شک ایک ہستی موجود ہے جس کا نام خدا ہے اور وہ اپنے سچے مذہب کی تائید میں نہ صرف کسی زمانہ محدود تک بلکہ ہمشہ ضرورت کے وقت میں آسمانی نشان دکھلاتا ہے اور دنیا کا ایمان نئے سرے قائم کرتا ہے۔ ڈاکٹر کی مثال سے ظاہر کہ آپ کا اس خدا پر ایمان کس قدر ہے۔ اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس رسالہ کو اسی جگہ ختم کر دوں۔

فالحمدللہ اولا واخرا وظاھرا وباطنا ھو مولانا نعم المولی ونعم النصیر۔ ”
(شہادۃ القرآن۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۷۶، ۳۷۷)

اس کے بعد میاں عطا محمد صاحب نے خاموشی اختیار کر لی۔

مخالف مولویوں کو نشان نمائی کے مقابلہ کا چیلنج

”یہ خدا کی قدرت ہے کہ جس قدر مخالف مولویوں نے چاہا کہ ہماری جماعت کو کم کریں وہ اور بھی زیادہ ہوئی اور جس قدر لوگوں کو ہمارے سلسلہ میں داخل ہونے سے روکنا چاہا وہ اور بھی داخل ہوئے یہاں تک کہ ہزارہا تک نوبت پہنچ گئی۔ اب ہر روز

سرگرمی سے یہ کارروائی ہو رہی ہے اور خدا تعالیٰ اچھے وپدوں کو اس طرف سے اکھاڑتا اور ہمارے باغ میں لگا تا جاتا ہے۔ کیا منقول کی رو سے اور کیا معقول کی رو سے اور کیا آسمانی شہادتوں کی رو سے دن بدن خدا تعالیٰ ہماری تائید میں ہے۔ اب بھی اگر مخالف مولوی یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر اور خدا ہمارے ساتھ ہے اور ان لگوں پر لعنت اور غضب الٰہی ہے تو باوجود اس کے کہ ہماری حجت ان پر پوری ہو چکی ہے پھر دوبارہ ہم ان کو حق اور باطل پرکھنے کیلئے موقع دیتے ہیں۔ اگر وہ فی الواقع اپنے تئیں حق پر سمجھتے ہیں اور ہمیں باطل پر اور چاہتے ہیں کہ حق کھل جائے اور باطل معدوم ہو جائے تو اس طریق کو اختیار کر لیں۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ اپنی جگہ پر اور میں اپنی جگہ خدا تعالیٰ کی جناب میں دعا کریں۔ ان کی طرف سے یہ عا ہو کہ یا الٰہی اگر یہ شخص جو مسیح موعود ہونے کا دعوی کرتا ہے تیرے نزدیک جھوٹا اور کاذب اور مفتری ہے اور ہم اپنی رائے میں سچے اور حق پر اور تیرے مقبول بندے ہیں تو ایک سال تک کوئی فوق العادت امر غیب بطور نشان ہم پر ظاہر فرما اور ایک سال کے اندر ہی اس کو پورا کر دے۔ اور میں اس کے مقابل پر یہ دعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں اور درحقیقت مسیح موعود ہوں تو ایک اور نشان پیشگوئی کے ذریعہ سے میرے لئے ظاہر فرما اور اس کو ایک سال کے اندر و پرا کر۔ پھر اگر ایک سال کے اندر ان کی تائید میں کوئی نشان ظاہر ہوا اور میری تائد میں کچھ ظاہر نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھیروں گا۔ اور اگر میری تائید میں کچھ ظاہر امگر اس کے مقابل پر ان کی تائید میں بھی ویسا ہی کوئی نشان ظاہر ہو گیا تب بھی میں جھوٹا ٹھیروں گا۔ لیکن اگر میری تائید میں ایک سال کے عرصہ تک کھلا کھلا نشان ظاہر ہو گیا وران کی تائید میں نہ ہوا تو اس صورت میں میں سچا ٹھیروں گا اور شرط یہ ہو گئی کہ اگر تصریحات متذکرہ بالا کی

رو سے فریق مخالف سچا نکلا تو میں نے کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور جہاں تک ممکن ہو میں اپنی وہ کتابیں جلا دوں گا جن میں ایسے دعویٰ یا الہامات ہیں۔ کیونکہ اگر خدا نے مجھے جھوٹا کیا تو پھر میں ایسی کتابوں کو پاک اور مقدس خیال نہیں کر سکتا۔ اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اپنے موجود اعتقاد کے برخلاف یقینی طور پر سمجھ لوں گا کہ محمد حسین بٹالوی اور عبدالجبار غزنوی اور عبدالحق غزنوی اور رشید احمد گنگوہی اور محمد حسین کا پیارا دوست محمد بخش زٹلی اور دوسرا پیارا دوست محمد علی بوپڑی یہ سب اولیاء اللہ اور عباد اللہ الصالحین ہیں۔ اور جس قدر ان لوگوں نے مجھے گالیاں دیں اور لعنتیں بھیجیں یہ سب ایسے کام تھے کہ جن سے خدا تعالیٰ ان پر بہت راضی ہوا اور قرب اور اصطفا اور اجتبا کے مراتب تک ان کو پہنچایا۔ " (مجموعہ اشتہارات۔ جلد۲ صفحہ ۴۴۱، ۴۴۲)

۲۔

اے شک کرنے والو!
آسمانی فیصلہ کی طرف آجاؤ

"اے بزرگو! اے مولویو! اے قوم کے منتخب لوگو! خدا تعالےٰ آپ لوگوں کی آنکھیں کھولے۔ غیظ اور غضب میں آکر حد سے مت بڑھو۔ میری اس کتاب کے دونوں حصوں کو غور سے پڑھو کہ ان میں نور اور ہدایت ہے۔ خدا تعالیٰ سے ڈرو اور اپنی زبانوں کو تکفیر سے تھام لو۔ خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں۔

آمنت باللہ و ملٰئکتہ و کتبہ ورسلہٖ والبعث بعدالموت واشھد ان لاالٰہ الااللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمداعبدہ ورسولہ فاتقواللہ ولا تقولوا لست مسلما واتقواالملک الذی الیہ ترجعون.

اور اگر اب بھی اس کتاب کے پڑھنے کے بعد شک ہے تو آؤ آزمالو خدا کس کے ساتھ ہے اے میرے مخالف الرائے مولویو اور صوفیو! اور سجادہ نشینو! جو مکفر اور مکذب ہو۔ مجھے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ لوگ مل جل کر یا ایک ایک آپ میں سے ان آسمانی نشانوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہؤا کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ تمہیں شرمندہ کریگا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دیگا اور اسوقت تم دیکھو گے کہ وہ میرے ساتھ ہے۔ کیا کوئی تم میں ہے؟ کہ اس آزمائش کے لئے میدان میں آوے اور عام اعلان اخباروں کے ذریعہ سے دیکران تعلقات قبولیت میں جو میرا رب میرے ساتھ رکھتا ہے اپنے تعلقات کا موازنہ کرے۔ یاد رکھو کہ خدا صادقوں کا مددگار ہے وہ اسی کی مدد کریگا جسکو وہ سچا جانتا ہے۔ چالاکیوں سے باز آجاؤ کہ وہ نزدیک ہے۔ کیا تم اس سے لڑو گے؟ کیا کوئی متکبرانہ اچھلنے سے درحقیقت اونچا ہو سکتا ہے۔ کیا صرف زبان کی تیزیوں سے سچائی کو کاٹ دو گے اس ذات سے ڈرو جس کا غضب سب غضبوں سے بڑھ کر ہے۔ **انہ من یات ربہ مجرما فان لہ جھنم لا یموت فیھا ولا یحیٰ۔ الناصح**

خاکسار غلام احمد قادیانی از لودھیانہ محلّہ اقبال گنج ''

مکذب و مکفر علماء کو نشان نمائی کے مقابلہ کے چیلنج

۱۔ ''اے حضرات مولوی صاحبان! آپ لوگوں کا یہ خیال کہ ہم مومن ہیں اور یہ شخص کافر اور ہم صادق ہیں اور یہ شخص کاذب اور متبع اسلام ہیں اور یہ شخص ملحد اور ہم مقبول الٰہی ہیں اور یہ شخص مردود اور ہم جنتی ہیں اور یہ شخص جہنمی۔ اگرچہ غور کرنے والوں کینظر میں قرآن کریم کی رو سے بخوبی فیصلہ پا چکا ہے اور اس رسالہ کے پڑھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون۔ لیکن ایک اور طریق فیصلہ ہے جس کی رو

سے صادقوں اور کاذبوں اور مقبولوں میں فرق ہوسکتا ہے جس کی رو سے صادقوں اور کاذبوں اور مقبولوں اور مردودوں میں فرق ہوسکتا ہے۔ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اگر مقبول اور مردود اپنی اپنی جگہ پر خدائے تعالیٰ سے کوئی آسمانی مدد چاہیں تو وہ مقبول کی ضرور مدد کرتا ہے اور کسی ایسے امر سے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہے اس مقبول کی قبولیت ظاہر کر دیتا ہے۔ سو چونکہ آپ لوگ اہل حق ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور آپ کی جماعت میں وہ لوگ بھی ہیں جو ملہم ہونے کے مدعی ہیں جیسے مولوی محی الدین وعبدالرحمٰن صاحب لکھووالے اور میاں عبدالحق غزنوی جو اس عاجز کو کافر اور جہنمی ٹھہراتے ہیں لہذا آپ پر واجب ہے کہ اس آسمانی ذریعہ سے بھی دیکھ لیں کہ آسمان پر مقبول کس کا نام ہے اور مردود کس کا نام۔

میں اس بات کو منظور کرتا ہوں کہ آپ دس ہفتہ تک اس بات کے فیصلہ کیلئے احکم الحاکمین کی طرف توجہ کریں تا اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا کوئی نشان یا کوئی اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی جو راستبازوں کو ملتی ہے آپ کو دی جائے۔ ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کروں گا اور مجھے خداوند کریم وقدیر کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح ہوگی۔ میں اس مقابلہ میں کسی پر لعنت کرنا نہیں چاہتا اور نہ کروں گا۔ اور آپ کا اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ لیکن اگر آپ لوگ اعراض کر گئے تو گریز پر حمل کیا جائے گا۔ میری اس تحریر کے مخاطب مولوی محی الدین ، عبدالرحمٰن صاحب لکھووالے اور میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی نذیر حسین دہلوی ہیں اور باقی انہیں کے زیر اثر آجائیں گے۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۵۷، ۴۵۸)

''ماسوااس کے جبکہ یہ حقیقت کھل گئی کہ حضرت مسیحؑ ہرگز مصلوب نہیں ہوئے اور کشمیر میں اُن کی قبر ہے تو اب راستی کے بھوکے اور پیاسے کیونکر عیسائی مذہب پر قائم رہ سکتے ہیں۔ یہ سامان کسر صلیب کا ہے جو خدا نے آسمان سے پیدا کیا ہے نہ یہ کہ مار مار کر لوگوں کو مسلمان بناویں۔ ہماری قوم کے علماء اسلام کو ذرہ ٹھہر کر سوچنا چاہیئے کہ کیا جبر سے کوئی مسلمان ہوسکتا ہے اور کیا جبر سے کوئی دین دِل میں داخل ہوسکتا ہے۔ اور جو لوگ مسلمانوں میں سے فقراء کہلاتے ہیں اور مشائخ اور صوفی بنے بیٹھے ہیں اگر وہ اب بھی اس باطل عقیدہ سے باز نہ آویں اور ہمارے دعویٰ مسیحیت کے مصدق نہ ہو جائیں تو طریق سہل یہ ہے کہ ایک مجمع مقرر کرکے کوئی ایسا شخص جو میرے دعویٰ مسیحیت کو نہیں مانتا اور اپنے تئیں ملہم اور صاحبِ الہام جانتا ہے مجھے مقام بٹالہ یا امرتسر یا لاہور میں طلب کرے اور ہم دونوں جناب الٰہی میں دُعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جناب الٰہی میں سچا ہے ایک سال میں کوئی عظیم الشان نشان جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور معمولی انسانوں کے دسترس سے بلند تر ہو۔ اس سے ظہور میں آوے۔ ایسا نشان کہ جو اپنی شوکت اور طاقت اور چمک میں عام انسانوں اور مختلف طبائع پر اثر ڈالنے والا ہو خواہ وہ پیشگوئی ہو۔ یا اور کسی قسم کا اعجاز ہو جو انبیاء کے معجزات سے مشابہ ہو۔ پھر اس دعا کے بعد ایسا شخص جس کی کوئی خارق عادت پیشگوئی یا اور کوئی عظیم الشان نشان اس برس کے اندر ظہور می ں آجائے اور اس عظمت کے ساتھ ظہور میں آئے جو اس مرتبہ کا نشان حریف مقابل سے ظہور میں نہ آسکے تو وہ شخص سچا سمجھا جائے گا جس سے ایسا نشان ظہور میں آیا۔ اور پھر اسلام میں سے تفرقہ دور کرنے کے لئے شخص مغلوب پر لازم ہوگا کہ اس شخص کی مخالفت چھوڑ دے اور بلاتوقف اور بلا تامل اُس کی بیعت کرلے۔ اور اُس خدا سے جس کا غضب کھا جانے

والی آگ ہے ڈرے۔‘‘ (تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد۱۵صفحہ۱۷۰)

۳۔ ’’چونکہ ان لوگوں کی عداوت حد سے بڑھ گئی ہے۔اس لئے میں نے ان کی اصلاح کے لئے اوران کی بھلائی کے لئے بلکہ تمام مخلوق کی خیر خواہی کے لئے ایک تجویز سوچی ہے جو ہماری گورنمنٹ کی امن پسند پالیسی کے مناسب حال ہے جس کی تعمیل اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ میں ہے۔اور وہ یہ ہے کہ یہ محسن گورنمنٹ جس کے احسانات سب سے زیادہ مسلمانوں پر ہیں ایک یہ احسان کرے کہ اِس ہر روزہ تکفیر اور تکذیب اور قتل کے فتووں اور منصوبوں کے روکنے کے لئے خود درمیان میں ہوکر یہ ہدایت فرماوے کہ اِس تنازع کا فیصلہ اِس طرح پر ہو کہ مدعی یعنے یہ عاجز جس کو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ہے اور جس کو یہ دعویٰ ہے کہ جس طرح نبیوں سے خدا تعالیٰ ہم کلام ہوتا تھا۔اُسی طرح مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور غیب کے بھید مجھ پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور آسمانی نشان دکھلائے جاتے ہیں۔یہ مدعی یعنے یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھاوے ایسا نشان جس کے مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کر سکے۔اور مسلمانوں کی قوموں یا دُوسری قوموں میں سے کوئی ایسا ملہم اور خواب بین اور معجزہ نما پیدا نہ ہو سکے جو اُس نشان کی ایک سال کے اندر نظیر پیش کرے۔اور ایسا ہی ان تمام مسلمانوں بلکہ ہر ایک قوم کے پیشواؤں کو جو ملہم اور خدا کے مقرب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ہدایت اور فہمایش ہو کہ اگر وہ اپنے تئیں سچ پر اور خدا کے مقبول سمجھتے ہیں اور ان میں کوئی ایسا پاک دِب ہے جس کو خدا نے ہم کلام ہونے کا شرف بخشا ہے اور الٰہی طاقت کے نمونے اس کو دیئے گئے ہیں۔تو وہ بھی ایک سال تک کوئی نشان دِکھلا دیں۔پھر بعد اس کے اگر ایک سال

تک اِس عاجز نے ایسا کوئی نشان نہ دِکھلایا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر اور انسانی ہاتھ کی ملونی سے بھی بلند تر ہو۔ یا یہ کہ نشان تو دکھلایا مگر اس قسم کے نشان اور مسلمانوں یا اور قوموں سے بھی ظہور میں آ گئے تو یہ سمجھا جائے کہ میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں اور اِس صورت میں مجھکو کوئی سخت سزا دیجائے گو موت کی ہی سزا ہو۔ کیونکہ اِس صورت میں فساد کی تمام بنیاد میری طرف سے ہوگی۔ اور مفسد کو سزا دینا قرین انصاف ہے اور خدا پر جھوٹ بولنے سے کوئی گناہ بدتر نہیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ نے ایک سال کی میعاد کے اندر میری مدد کی اور زمین کے رہنے والوں میں سے کوئی میرا مقابلہ نہ کر سکا۔ تو پھر میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ گورنمنٹ محسنہ میرے مخالفوں کو نرمی سے ہدایت کرے کہ اِس نظارہ قدرت کے بعد شرم اور حیا سے کام لیں۔ اور تمام مردی اور بہادری سچائی کے قبول کرنے میں ہے۔''

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۴۹۳ تا ۴۹۵)

چالیس نامی علماء کی درخواست پر نشان دکھانے کا چیلنج

فرمایا۔

''اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آپ لوگو سچے دل سے توبہ کی نیت کر کے مجھ سے مطالبہ کریں اور خدا کے سامنے یہ عہد کر لیں کہ کوئی فوق العادت امر جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے ظہور میں آ جائے تو ہم یہ تمام بُغض اور شحناء چھوڑ کر محض خدا کو راضی کرنے کے لئے سِلسلہ بیعت میں داخل ہو جائیں گے تو ضرور خدا تعالیٰ کوئی نشان دکھائیگا کیونکہ وہ رحیم اور کریم ہے لیکن میرے اختیار میں نہیں ہے کہ نشان دکھلانے کیلئے دو تین دن مقرر کر دوں یا آپ لوگوں کو مرضی پر چلوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ جو چاہے تاریخ مقرر کرے۔ اگر نیت میں طلب حق ہو تو یہ مقام کسی تکرار کا

نہیں کیونکہ جب موجودہ زمانہ کو خدا تعالیٰ کوئی جدید نشان دکھلائے گا تو یہ تو نہیں ہوگا کہ وہ کوئی پچاس ساٹھ سال مقرر کر دے بلکہ کوئی معمولی مدت ہوگی جو مدالت کے مقدمات یا امور تجارت وغیرہ میں بھی اہل غرض اسکو اپنے لئے منظور کر لیتے ہیں۔ اس قسم کا تصفیہ اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ جب دلوں سے بکلّی فساد دور کئے جائیں اور درحقیقت آپ لوگوں کا ارادہ ہو جائے کہ خدا کی گواہی کے ساتھ فیصلہ کر لیں اور اس طریق میں یہ ضروری ہوگا کہ کم سے کم چالیس نامی مولوی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی تم امرتسری اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ایک تحریری اقرار نامہ بہ ثبت شہادت پچاس معزز مسلمانوں کے اخبار کے ذریعہ سے شائع کر دیں کہ اگر ایسا نشان جو درحقیقت فوق العادت ہو ظاہر ہو گیا تو ہم حضرت ذوالجلال سے ڈر کر مخالفت چھوڑ دیں گے اور بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔ص اور اگر یہ طریق آپ کو منظور نہ ہو اور یہ خیالات دامنگیر ہو جائیں کہ ایسا اقرار بیعت شائع کرنے میں ہماری کسرِ شان ہے اور یا اس قدر انکسار ہر ایک سے غیر ممکن ہے تو ایک اور سہل طریق ہے جس سے بڑھ کر اَور کوئی سہل طریق نہیں۔ جس میں نہ آپ کی کوئی کسر شان ہے اور نہ کسی مباہلہ سے کسی خطرناک نتیجہ کا جان یا مال یا عزّت کے متعلق کچھ اندیشہ ہے اور وہ یہ کہ آپ لوگ محض خدا تعالیٰ سے خوف کر کے اور اس امت محمدیہ پر رحم فرما کر بٹالہ یا امرتسر یا لاہور میں ایک جلسہ کریں اور اس میں جہاں تک ممکن ہو او جسقدر ہو سکے معزز علماء اور دنیادار جمع ہوں اور مَیں بھی اپنی جماعت کے ساتھ حاضر ہو جاؤں۔ تب وہ سب یہ دُعا کریں کہ یا الٰہی اگر تو جانتا ہے کہ یہ شخص مفتری ہے اور تیری طرف سے نہیں ہے اور نہ مسیح موعود ہے اور نہ مہدی

ہے تو اس فتنہ کو مسلمانوں میں سے دُور کر اور اس کے شر سے اسلام اور اہل اسلام کو بچا لے جس طرح تُو نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کو دنیا سے اٹھا کر مسلمانوں کو اُن کے شر سے بچالیا اور اگر یہ تیری طرف سے ہے اور ہماری ہی عقلوں اور فہموں کا قصور ہے تو اے قادر ہمیں سمجھ عطا فرما تا ہم ہلاک نہ ہو جائیں اور اس کی تائید میں کوئی ایسے امور اور نشان ظاہر فرما کہ ہماری طبیعتیں قبول کر جائیں کہ یہ تیری طرف سے ہے۔ اور جب یہ تمام دعا ہو چکے تو مَیں اور میری جماعت بلند آواز سے آمین کہیں۔ اور پھر بعد اسکے میں دُعا کرونگا۔ اور اس وقت میرے ہاتھ میں وہ تمام الہامات ہونگے جو ابھی لکھے گئے ہیں اور جو کسی قدر ذیل میں لکھے جائیں گے۔ غرض یہی رسالہ مطبوعہ جس میں تمام یہ الہامات ہیں ہاتھ میں ہوگا اور دُعا کا یہ مضمون ہوگا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو اس رسالہ میں درج ہیں جو اِس وقت میرے ہاتھ میں ہے جن کے رُو سے میں اپنے تئیں مسیح موعود اور مہدی معہود سمجھتا ہوں اور حضرت مسیح کو فوت شدہ قرار دیتا ہوں تیرا ص کلام نہیں ہے اور مَیں تیرے نزدیک کاذب اور مفتری اور دجّال ہوں جس نے امت محمدیہ میں فتنہ ڈالا ہے اور تیرا غضب میرے پر ہے تو مَیں تیری جناب میں تضرع سے دُعا کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے ایک سال کے اندر زندوں میں سے میرا نام کاٹ ڈال اور میرا تمام کاروبار درہم برہم کر دے اور دنیا میں سے میرا نشان مٹا ڈال اور اگر مَیں تیری طرف سے ہوں اور یہ الہامات جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہیں تیری طرف سے ہیں اور مَیں تیرے فضل کا مورد ہوں تو اے قادر کریم اسی آئندہ سال میں میری جماعت کو ایک فوق العادت ترقی دے اور فوق العادت برکات شامل حال فرما اور میری عمر میں برکت بخش اور آسمانی تائیدات نازل کر اور جب یہ دعا ہو چکے تو تمام مخالف جو حاضر ہوں آمین کہیں۔ ☆

اور مناسب ہے کہ اس دُعا کے لئے تمام صاحبان اپنے دلوں کو صاف کر کے آویں کوئی نفسانی جوش وغضب نہ ہو اور ہار و جیت کا معاملہ نہ سمجھیں اور نہ اس دُعا کو مباہلہ قرار دیں کیونکہ اس دُعا کا نفع نقصان کل میری ذات تک محدود ہے مخالفین پر اس کا کچھ اثر نہیں۔''

(اربعین نمبر۲۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۷۵، ۳۷۷)

روئے زمین پر موجود تمام انسانوں کو نشان نمائی کے مقابلہ کا چیلنج

''کیا زمین پر کوئی ایسا انسان زندہ ہے کہ جو نشان نمائی میں میرا مقابلہ کر سکے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۶)

تمام مخالفین کو نشان نمائی کے مقابلہ کا چیلنج

''غرض قرآن شریف کی زبردست طاقتوں میں سے ایک یہ طاقت ہے کہ اُس کی پیروی کرنے والے کو معجزات اور خوارق دیئے جاتے ہیں اور وہ اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ دنیا اُن کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔ چنانچہ مَیں یہی دعویٰ رکھتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ اگر دنیا کے تمام مخالف کیا مشرق کے اور کیا مغرب کے ایک میدان میں جمع ہو جائیں اور نشانوں اور خوارق میں مجھ سے مقابلہ کرنا چاہیں تو مَیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اور توفیق سے سب پر غالب رہوں گا اور یہ غلبہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ میری روح میں کچھ زیادہ طاقت ہے بلکہ اس وجہ سے ہوگا کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس کے کلام قرآن شریف کی زبردست طاقت اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی قوت اور اعلیٰ مرتبت کا مَیں ثبوت دوں اور اُس نے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے یہ توفیق دی ہے کہ مَیں اُس کے عظیم الشان نبی اور اس کے قوی الطاقت کلام کی پیروی کرتا ہوں اور اس سے محبت کرتا ہوں اور وہ

خدا کا کلام جس کا نام قرآن شریف ہے جو ربانی طاقتوں کا مظہر ہے میں اس پر ایمان لاتا ہوں اور قرآن شریف کا یہ وعدہ ہے لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا اور یہ وعدہ ہے کہ ایدھم بروح منہ اور یہ وعدہ ہے یجعل لکم فرقانا۔ اس وعدہ کے موافق خدا نے یہ سب مجھے عنایت کیا ہے۔'' (چشمۂ معرفت۔ روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴۰۹، ۴۱۰)

گزشتہ اور آئندہ زمانوں میں ظاہر ہونے والے نشانوں میں مقابلہ کا چیلنج

''اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ ان لوگوں کی ہمدردی کے لئے جس قدر میرے دل میں تڑپ اور جوش ہے اور میں حیران ہوں کہ کس طرح ان لوگوں کو سمجھاؤں۔ یہ لوگ کسی طرح بھی مقابلہ میں نہیں آتے۔ تین ہی راہیں ہیں یا گزشتہ زمانہ کے نشانوں سے میرے اپنے نشانوں کا مقابلہ کر لیں یا آئندہ نشانوں میں مقابلہ کر لیں یا اور نہیں تو یہی دعا کریں کہ جس کا وجود نافع الناس ہے وہ بموجب وعدۂ الٰہی **و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض** (الرعد:۱۸) دراز زندگی پائے۔ پھر عیاں ہو جائے گا کہ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں کون مقبول و منظور ہے'' (ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۲۰۴ جدید ایڈیشن)

تریاق القلوب میں بیان فرمودہ نشانات کی نظیر پیش کرنے کا چیلنج

فرمایا۔

''ہاں جو شخص دِل کے اخلاص سے سچائی کا طالب ہے اُس کا یہ حق ہے کہ اپنے دل کی تسلی کے لئے آسمانی نشان طلب کرے۔ سو اِس کتاب کے دیکھنے سے ہر ایک طالبِ حق کو معلوم ہوگا کہ اِس بندۂ حضرت عزّت سے اُسی کے فضل اور تائید سے اِسقدر نشان ظاہر ہوئے ہیں کہ اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں افراد اُمت میں سے کسی اور

میں انکی نظیر تلاش کرنا ایک طلب محال ہے۔ مثلاً انہی نشانوں کو جو اِس کتاب تریاق القلوب میں بطور نمونہ بیان کئے گئے ہیں ذہن میں رکھکر پھر ہر ایک چشتی قادری نقشبندی سہروردی وغیرہ میں انکی تلاش کرو۔ اور تمام وہ لوگ جو اِس اُمت میں قطب اور غوث او رابدال کے نام سے مشہور ہوئے ہیں۔ انکی تمام زندگی میں ان کی نظیر ڈھونڈو۔ پھر اگر نظیر مل سکے تو جو چاہو کہو۔ ورنہ خدائے غیور اور قدیر سے ڈر کر بیبا کی اور گستاخی سے باز آجاؤ۔ ‘‘(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۳۳۶)

احاد الناس کو نشان دکھانے کی دعوت

’’رہے احاد الناس کہ جو امام اور فضلاء علم کے نہیں ہیں اور نہ ان کا فتویٰ ہے ان کیلئے مجھے یہ حکم ہے کہ اگر وہ خارق دیکھنا چاہتے ہیں تو صحبت میں رہیں خدائے تعالیٰ غنی بے نیاز ہے جب تک کسی میں تذلل اور انکسار نہیں دیکھتا اس کی طرف توجہ نہیں فرماتا۔ لیکن وہ اس عاجز کو ضائع نہیں کرے گا اور اپنی حجت دنیا پر پوری کر دے گا اور کچھ زیادہ دیر نہیں ہوگی کہ وہ اپنے نشان دکھاوے گا لیکن مبارک وہ جو نشانوں سے پہلے قبول کر گئے وہ خدائے تعالیٰ کے پیارے بندے ہیں اور وہ صادق ہیں جن میں دغا نہیں۔ نشانوں کے مانگنے والے حسرت سے اپنے ہاتھوں کو کاٹیں گے کہ ہم کو رضائے الٰہی اور اس کی خوشنودی حاصل نہ ہوئی جو ان بزرگ لوگوں کو ہوئی جنہوں نے قرائن سے قبول کیا اور کوئی نشان نہیں مانگا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی جلد ۵ صفحہ ۳۴۹)

باب سوم

استجابت دعا

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ . اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَالْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ.

(البقرہ :۱۸۷)

ترجمہ:۔ اور (اے رسول) جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق پوچھیں تو (تُو جواب دے کہ) میں (اُن کے) پاس (ہی) ہوں جب دعا کرنے والا مجھے پکارے تو میں اُس کی دعا قبول کرتا ہوں۔سو چاہیے کہ وہ (دعا کرنے والے بھی) میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا وہ ہدایت پائیں۔

استجابت دعا

حضرت مسیح ناصری ناصری کا قول ہے کہ:

''درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کامل اور مقبول بندے بھی چند علامات کے ذریعہ شناخت کئے جاتے ہیں جو ان کے پھلوں کے طور پر ہوتی ہیں۔ درخت کا بے ثمر رہ جانا ممکن ہے لیکن کسی مقبول بارگاہ ایزدی کا ان علامات خاصہ سے محروم رہ جانا محال، ناممکن اور ممتنع ہے۔ انہی علامات میں سے ایک بہت بڑی علامت جو ان کے تعلق باللہ پر برہان قاطع کی حیثیت رکھتی ہے ان کی دعاؤں کا قبول ہونا ہے۔ تمام انبیاء اور خاصان حق کا یہی حال ہے۔ اس حقیقت کا ہر جگہ نمایاں ظہور نظر آتا ہے۔ اس کا نام معجزۂ ''استجابت دعا'' ہے۔ سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جو مادہ پرستی میں ازمنہ سابقہ سے بہت آگے تھا۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کے ساتھ تعلقات کو محض افسانہ اور داستان پارینہ قرار دیا جاتا تھا۔ آپ نے ذات باری پر ایک زندہ اور کامل یقین پیدا کرنے کے لئے نشانات، چمکتے ہوئے معجزات، دلائل عقلیہ اور براہین ساطعہ کے علاوہ ''قبولیت دعا'' کا اعجازی نشان بھی پیش فرمایا۔ یہ وہ آسمانی حربہ تھا جس نے شک و شبہات کے تمام پردوں کو تار تار کر دیا اور ظلمت و تاریکی کو نور سے بدل دیا۔ یہ وہ آب حیات تھا جس نے لاکھوں مردوں کو زندہ کر دیا اور عالم زندہ ہو گیا۔

بلاشبہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ بلحاظ رب اپنے ہر ایک بندہ کی اضطراری دعا سنتا ہے۔ مگر خدا کے پیاروں کو اس بارہ میں اس قدر کثرت حاصل ہوتی ہے جو مرتبہ خارق عادت تک پہنچ جاتی ہے اور باعتبار کمیت و کیفیت ان کی دعاؤں کی قبولیت بے نظیر ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں ان کو اس باب میں ایک اور امتیاز بخشا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ عام اوقات میں ان کی ہر دعا کا بعینہ

قبول کیا جانا ضروری نہیں بلکہ بعض اوقات الٰہی مصلحتوں کے ماتحت ان کی دعا اس رنگ میں پوری نہیں ہوتی لیکن جب کبھی دشمنوں سے اس خصوص میں ان کا مقابلہ ہوتو ہمیشہ ان کی ہی سنی جاتی ہے اوران کے مخالف نا کام اور مردود کئے جاتے ہیں۔ ابتداء سے سنت الٰہی اسی طرح پر جاری ہے۔کبھی ایسانہیں ہوااور نہ ہوسکتا ہے کہ ایک برگزیدۂ حق کے مقابل پر باطل نے دعا کی ہواور وہ ذلیل نہ ہوا ہو۔ چنانچہ اسی سنت الٰہی کے پیش نظر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے ’’استجابت دعا‘‘ کے نشان میں اپنے مخالفین کو کئی چیلنج دیئے مگر کسی مخالف کو مقابلہ کی جرأت نہ ہوسکی۔ چنانچہ آپ نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

’’بالآخر میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ میں نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے یہ درخواست کی تھی کہ آپ مجھے مکّار اور غیر مسلم خیال کرتے ہیں تو آؤ اس طریق سے بھی مقابلہ کرو کہ ہم دونوں نشان قبولیت کے ظاہر ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کریں تا جس کے شامل حال نصرت الٰہی ہو جائے اور قبولیت کے آسمانی نشان اس کے لئے خدا کی طرف سے ظاہر ہوں اور وہ اس علامت سے لوگوں کی نظر میں اپنی قبولیت کے ساتھ شناخت کیا جاوے اور جھوٹے کی ہر روزہ کشمکش سے لوگوں کو فراغت اور راحت حاصل ہو۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب موصوف اپنے اشتہار یکم اگست ۱۸۹۱ء میں لکھتے ہیں کہ یہ درخواست اس وقت مسموع ہوگی جب تم اول اپنے عقائد کا عقائد اسلام ہونا ثابت کروگے۔ غیر مسلم (یعنی جو مسلمان نہیں) خواہ کتنا ہی آسمانی نشان دکھاوے اہل اسلام کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اب ناظرین انصافاً فرماویں کہ جس حالت میں اسی ثبوت کے لئے درخواست کی گئی تھی کہ تا ظاہر ہو جاوے کہ فریقین میں سے حقیقی اور واقعی طور پر مسلمان کون ہے پھر قبل از ثبوت ایک مسلمان کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل اور معتقد ہو غیر مسلم کہنا اور

لَسْتَ مُسْلِماً کر کے پکارنا کس قسم کی مسلمانی اور ایمانداری ہے۔ ماسوا اس کے اگر یہ عاجز بزعم مولوی محمد حسین صاحب کافر ہے تو خیر وہ یہ خیال کر لیں کہ میری طرف سے جو ظاہر ہوگا وہ استدراج ہے۔ پس اس صورت میں بمقابل اس استدراج سے ان کی طرف سے کوئی کرامت ظاہر ہونی چاہئے اور ظاہر ہ کہ کرامت ہمیشہ استدراج پر غالب آتی ہے۔ آخر مقبولوں کو ہی آسمانی مدد ملتی ہے۔ اگر میں بقول ان کے مردود ہوں اور وہ مقبول ہیں تو پھر ایک مردود کے مقابل پر اتنا کیوں ڈرتے ہیں ....
اگر میں بقول ان کے کافر ہونے کی حالت میں کچھ دکھاؤں گا تو وہ بوجہ اولیٰ دکھلا سکتے ہیں مقبول جو ہوئے۔ کہ مقبول را ردنباشد۔ ومن عادولیالی ولیا فقداذنتہ للحرب۔ ابن صیاد نے اگر کچھ دکھای تھا تو کیا اس کے مقابل پر معجزات نبوی ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ اور دجال کے ساحرانہ کاموں کے مقابل پر عیسیٰ نے نشان مروی نہیں فـفـروا ایـن تفرون۔)'' (ازالہ اوہام حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ۴۹۴، ۴۹۵)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے نہ رف ہندوستان کے تمام مسلم علماء و مشائخ کو''استجابت دعا'' کے مقابلہ کی دعوت بی بلکہ جملہ مذاہب کے پیروکاروں کو چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کیلیے یہ خوبموقع ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ اگر وہ امور غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائداد غیر منقولہ جو دس ہزار روپیہ کے قریب ہو گی اس کے حالہ کر دوں گا۔ جس طور سے اس کی تسلی ہو سکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا۔ میرا خدا واحد شاہد ہے کہ میں ہرگز فرق نہیں کروں گا۔'' (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۲۷۶)

پھر فرماتے ہیں۔

''اس اشتہار کے دینے سے اصل غرض یہی ہے کہ مذہب میں سچائی ہے وہ کبھی اپنا رنگ نہیں بکل سکتی۔ جیسے اول ہے ویسے ہی آخر ہے۔ سچا مذہب کبھی خشک قصہ نہیں بن سکتا۔ سو اسلام سچا ہے۔مس ہر ایک کو کیا عیسائی کیا آریہ اور کیا یہودی اور کیا برہمو اس سچائی کے دکھلانے کے لئے بلاتا ہوں۔ کیا کوئی ہ ے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ ہماری مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے الہام اور کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔ اگر دنیا کے اس سرے سے اس سرے تک کوئی عیسائی طالب حق ہے تو ہمارے زندہ خدا اور اپنے مردہ خدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس باہم امتحان کے لئے چالیس دن کافی ہیں۔

افسوس کہ اکثر عیسائی شکم پرست ہیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ کوئی فیصلہ ہو ورنہ چالیس دن کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ آتھم کی طرح اس میں کوئی شرط نہیں۔ اگر میں جھوٹا نکلوں تو ہر ایک سزا کا مستوجب ہوں۔ لیکن دعاء کے ذریعہ سے مقابلہ ہوگا۔ جس کا سچا خدا ہے بلاشبہ سچا رہے گا۔ اس باہمی مقابلہ میں بیشک خدا مجھے غالب کرے گا۔ اور اگر میں مغلوب ہوا تو عیسائیوں کے لئے فتح ہوگی جس میں میرا کوئی جواب نہیں۔ اور جو تاوان مقرر ہو اور میری مقدرت کے اندر ہو دوں گا۔ لیکن اگر میں غالب ہوا تو عیسائی مقابل کو مردہ خدا سے دست بردار ہونا ہوگا اور بلا توقف مسلمان ہونا پڑے گا اور پہلے ایک اشتہار انہیں شرائط کے ساتھ بہ ثبت شہادت دہ کس معزز آدمیوں کے دینا ہوگا۔ اس سے روز کا جھگڑا طے ہو جائے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۲۱۲، ۲۱۳)

حضرت بانی سلسلہ نے جہاں عمومی طور پر ''استجابت دعاء'' کے مقابلہ کے لئے چیلنج دئے وہاں معین طور پر ایک جماعت لنگڑوں، لولوں، اندھوں، کانوں اور دوسرے بیماروں کی بذریعہ دعا صحت یابی چاہنے کے مقابلہ کے بھی متعدد چیلنج دیئے۔ چنانچہ مولوی عبدالحق غزنوی کو اس سلسلہ میں مقابلہ کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اے عزیز آپ کا اختیار ہے کہ اس طرح پر جو خدا نے مجھے مامور کیا ہے ایک جماعت لنگڑوں، لولوں، اندھوں اور کانوں اور دوسرے بیماروں کی لے آ ؤ۔ اور پھر ان میں سے قرعہ اندازی کے طریق پر جس جماعت کو خدا میرے حوالہ کرے گا اگر میں مغلوب رہا تو جس قدر تم نے اشتہار میں گالیاں دی ہیں ان سب کا میں مستحق ہوں گا۔ ورنہ وہ تمام گالیوں تمہاری طرف رجوع کریں گے۔''

(تحفہ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۵۰)

''اور اگر کوئی چالا کی اور گستاخی سے اس معجزہ میں میرا مقابلہ کرے اور یہ مقابلہ ایسی صورت سے کیا جائے کہ مثلاً قرعہ اندازی سے بیس بیمار میرے حوالہ کئے جائیں تو خدا تعالیٰ ان بیماروں کو جو میرے حصہ میں آئیں شفایابی میں صریح طور پر فریق ثانی کے بیماروں سے زیادہ رکھے گا اور یہ نمایاں معجزہ ہوگا۔ افسوس کہ اس مختصر رسالہ میں گنجائش نہیں ورنہ نظیر کے طور پر بہت سے عجیب واقعات بیان کئے جاتے۔ منہ''

(حقیقۃ الوحی۔ روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۹۱ ح)

''لیکن آج ۱۵ مئی ۱۹۰۸ء کو میرے دل میں ایک خیال آیا ہے کہ ایک اور طریق فیصلہ کا ہے۔ شاید کوئی خداترس اس سے فائدہ اٹھاوے اور انکار کے خطرناک گرداب سے نکل آوے اور وہ طریق یہ ہے کہ میرے مخالف منکروں میں سے جو شخص اشد مخالف ہو اور مجھ کو کافر اور کذاب سمجھتا ہو وہ کم سے کم دس نامی مولوی صاحبوں یا دس

نامی رئیسوں کی طرف سے منتخب ہو کر اس طور سے مجھ سے مقابلہ کرے جو دو سخت بیماروں پر ہم دونوں اپنے صدق و کذب کی آزمائش کریں یعنی اس طرح پر کہ دو خطرناک بیمار لیکر جو جدا جدا بیماری کی قسم میں مبتلا ہوں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے دونوں بیماروں کو اپنی اپنی دعا کیلئے تقسیم کرلیں۔ پھر جس فریق کا بیمار بکلی اچھا ہو جاوے یا دوسرے بیمار کے اس کی عمر زیادہ کی جائے وہی فریق سچا سمجھا جاوے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور میں پہلے سے اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کر کے یہ خبر دیتا ہوں کہ جو بیمار میرے حصہ میں آوے گا یا تو خدا اسے بکلی صحت دے گا اور یا بہ نسبت دوسرے بیمار کے اس کی عمر بڑھا دے گا اور یہی امر میری سچائی کا گواہ ہو گا۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو پھر یہ سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ لیکن یہ شرط ہو گی کہ فریق مخالف جو میرے مقابل پر کھڑا ہو گا وہ خود اور ایسا ہی دس اور مولوی یا دس رئیس جو اس کے ہم عقیدہ ہوں یہ شائع کر دیں ہ درحالت میرے غلبہ کے وہ میرے پر ایمان لائیں گے اور میری جماعت میں داخل ہوں گے اور یہ اقرار تین نامی اخباروں میں شائع کرانا ہو گا۔ ایسا ہی میری طرف سے بھی یہی شرائط ہوں گی۔ ....اس قسم کے مقابلہ سے فائدہ یہ ہو گا کہ کسی خطرناک بیمار کی جو اپنی زندگی سے نومید ہو چکا ہے خدا تعالیٰ جان بچائے گا اور احیاء موتی کے رنگ میں ایک نشان ظاہر کرے گا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

المشتہر میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود

۱۵ مئی ۱۹۰۸ء''

(چشمہ معرفت روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ''استجابت دعا'' میں مقابلہ کے علاوہ تمام مخالف علماء کو اس

بات کا بھی چیلنج دیا کہ وہ آپ کے خلاف سب مل کر بددعائیں کریں مگران کی بددعائیں انہیں کے خلاف پڑیں گی۔فرمایا۔

''میں محض نصیحتاً للہ مخالف علماء اوران کے ہمخیال لوگوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں ہے۔اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہوکر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہوجائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرت گریہ و زاری سے بینائی کم ہوجائے اور آخر دماغ خالی ہوکر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں۔جو شخص میرے پر بددعا کرے گا وہ بددعا اسی پر پڑے گی۔جو شخص میری نسبت یہ کہتا ہے کہ اس پر لعنت ہو وہ لعنت اس کے دل پر پڑتی ہے مگر اس کو خبر نہیں۔اور جو شخص میرے ساتھ اپنی کشتی قرار دے کر یہ دعائیں کرتا ہے کہ ہم میں جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے اس کا نتیجہ وہی ہے جو مولوی غلام دستگیر قصوری نے دیکھ لیا کیونکہ اس نے عام طور پر شائع کردیا تھا کہ مرزا غلام احمد اگر جھوٹا ہے اور ضرور جھوٹا ہے تو وہ مجھ سے پہلے مرے گا۔ اور اگر میں جھوٹا ہوں تو میں پہلے مرجاؤں گا۔اور یہی دعا بھی کی۔تو پھر آپ ہی چند روز کے بعد مر گیا۔اگر وہ کتاب چھپ کر شائع نہ ہوجاتی تو اس واقعہ پر کون اعتبار کر سکتا مگر اب تو وہ اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا۔پس ایک شخص جو ایسا

مقابلہ کرے گا اور ایسے طور کی دعا کرے گا تو وہ ضرور غلام دستگیر کی طرح میری سچائی کا گواہ بن جائے گا۔'' (اربعین نمبر ۴۔ روحانی خزائن جلد ۷ اصفحہ ۴۷۱، ۴۷۲)

ہندوستان کے تمام مشائخ، فقراء صلحاء اور مردان باصفا کو اپنے صدق یا کذب سے متعلق دعا تضرع اور استخارہ کے ذریعہ فیصلہ کروانے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''لیکن باوجود نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ وشواہد عقلیہ و آیات سماویہ پھر بھی ظالم طبع مخالف اپنے ظلم سے باز نہ آئے اور طرح طرح کے افتراؤں سے مدد لے کر محض ظلم کی رو سے تکذیب کر رہے ہیں۔ لہذا اب مجھے اتمام حجت کے لئے ایک اور تجویز خیال میں آئی ہے اور امید رکھتا ہوں کہ خداتعالیٰ اس میں برکت ڈال دے اور یہ تفرقہ جس نے ہزارہا مسلمانوں میں سخت عداوت اور دشمنی ڈال دی ہے روباصلاح ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام مشائخ اور فقراء اور مردان باصفا کی خدمت میں اللہ جل شانہ کی قسم دے کر التجا کی جائے کہ وہ میرے بارے میں اور میرے دعوی کے بارے میں دعا اور تضرع اور استخارہ سے جناب الٰہی میں توجہ کریں۔ پھر اگر ان کے الہامات اور کشوف اور رؤیا صادقہ سے جو حلفاً شائع کریں کثرت اس طرف نکلے کہ گویا یہ عاجز کذاب اور مفتری ہے تو بے شک تمام لوگ مجھے مردود اور مخذول اور ملعون اور مفتری اور کذاب خیال کر لیں اور جس قدر چاہیں لعنتیں بھیجیں ان کو کچھ گناہ نہیں ہوگا اور اس صورت میں ہر ایک ایماندار کو لازم ہوگا کہ مجھ سے پرہیز کرے اور اس تجویز سے بہت آسانی کے ساتھ مجھ پر اور میری جماعت پر وبال آ جائے گا۔ لیکن اگر کشوف اور الہامات اور رؤیا صادقہ کی کثرت اس طرف ہو کہ یہ عاجز منجانب اللہ اور اپنے دعوی میں سچا ہے تو پھر ہر ایک خداترس پر لازم ہوگا کہ میری پیروی کرے اور تکفیر اور تکذیب سے باز آوے۔

"یا مشائخ الهند ان کنتم تحسبون انفسکم شیئا فمالکم لا تبارزوننی ولا تقاومون. و انی اراکم فی غلواء کم سادرین و سادرلین ثوب الخیلاء و معجبین و اهلککم المادحون المطرء ون. تعالوا ندع الرب الجلیل و نتحامی القال والقیل. ونطلب من اله البرهان والدلیل. ونسئل الله ان یفتح بیننا و بینکم لیتبین الحق ویهلک الهالکون. و انی والله اتیقن فیکم انکم الثعالب و تستاسدون. و بغثان و تستنسرون. و کذالکم فی امری تظنون. و تعالوا نجعل الله حکما بیننا و بینکم لیکرم الله الصادقین و یخسر المبطلون. فان کان لکم نصیب من نعمتی التی انعم الله علی فبارزوا علی ندائی وواجهو تلقائی وا بتدرو اولا تمهلون."

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد۵صفحہ۴۱۳،۴۱۴)

ترجمہ۔اے ہندوستان کے تمام مشائخو! اگرتم اپنے آپ کوکوئی شئے سمجھتے ہوتو تم میرے مقابل پر کیوں کھڑے نہیں ہوتے۔اور یقیناً میں تمہیں اپنے غلو میں پڑے دیکھتا ہوں۔اور نیز میں تمہیں تکبر اور عجب کے کپڑے لٹکائے دیکھتا ہوں۔اور تمہیں تعریف میں مبالغہ آرائی کرنے والوں نے ہلاک کر دیا ہے۔آؤ ہم رب جلیل سے دعا کریں اور بحث مباحثہ کوترک کر دیں اور اللہ تعالیٰ سے برہان و دلیل طلب کریں۔ اور اللہ تعالیٰ سے اپنے درمیان فیصلہ چاہیں۔تا کہ حق ظاہر ہو جائے اور ہلاک ہونے والے ہلاک ہو جائیں۔اور اللہ کی قسم میں تمہیں لومڑیاں خیال کرتا ہوں۔جبکہ تم اپنے آپ کو شیر سمجھتے ہو۔اور فی الحقیقت تم بغثان ہومگر اپنے آپ کو گدھیں سمجھتے ہو۔اور میرے متعلق تمہارے گمان کا بھی یہی حال ہے۔آؤ ہم اللہ کو اپنے درمیان حکم بنائیں

تا کہ اللہ تعالیٰ سچوں کو عزت بخشے اور جھوٹوں کو رسوا کرے۔ اور اگر اس نعمت کا کوئی حصہ تمہارے پاس ہے جو خدا نے مجھے عطا کی ہے تو پھر میرے مقابلہ میں جلدی کرو اور دیر مت کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب برکات الدعا میں سید احمد خان صاحب کے سی ایس آئی کے رسالہ ''الدعاو والاستجابۃ'' کا رد کرتے ہوئے سید احمد خان صاحب کو چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''بالآخر میں یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر سید صاحب اپنے اس غلط خیال سے توبہ نہ کریں اور یہ کہیں کہ دعاؤں کے اثر کا ثبوت کیا ہے تو میں ایسی غلطیوں کے نکالنے کے لئے مامور ہوں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اپنی بعض دعاؤں کی قبولیت سے پیش از وقت سید صاحب کو اطلاع دوں گا اور نہ صرف اطلاع بلکہ چھپوا دوں گا۔ مگر سید صاحب ساتھ ہی یہ بھی اقرار کریں کہ وہ بعد ثابت ہو جانے میرے دعویٰ کے اپنے اس غلط خیال سے رجوع کریں گے۔''

(برکات الدعا۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۱۲)

باب چہارم

مباہلہ

فَمَنْ حَاجَّکَ فِیْہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَةَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ. (آل عمران : ۶۲)

ترجمہ :۔اب جو(شخص) تیرے پاس علم (الٰہی) کے آچکنے کے بعد تجھ سے اس کے متعلق بحث کرے تو تُو (اُسے) کہہ دے (کہ) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنے نفوس کو اور تم اپنے نفوس کو۔ پھر گڑگڑا کر دعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں۔

مخالف مسلمانوں ومشائخ کو دعوت مباہلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف مولوی صاحبان تو آپ کو ابتدائے دعوی ہی سے مباہلہ کا چیلنج دے رہے تھے مگر آپ اس خیال سے کہ دو مسلمان فریق میں مباہلہ درست نہیں ہے اعراض فرماتے رہے۔ لیکن جب علماء نے آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ شائع کر دیا تو آپ کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مباہلہ کرنے کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ آپ نے ۱۸۹۲ء میں تمام مکفر اور مکذب مولویوں اور مفتیوں کو مخاطب کرتے ہوئے اعلان فرمایا کہ۔

مباہلہ کے لئے اشتہار

''ان تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلافات کی وجہ سے یا اپنی نافہمی کے باعث سے کافر ٹھہراتے ہیں عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا تعالیٰ سے مامور ہو گیا ہوں کہ تا میں آپ لوگوں سے مباہلہ کرنے کی درخواست کروں اس طرح پر کہ اول آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقائد کے دلائل از روئے قرآن و حدیث کے سناؤں۔ اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں۔ سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بطالوی۔ اور اگر وہ انکار کریں تو پھر بعد اس کے وہ تمام مولوی صاحبان جو مجھ کو کافر ٹھہراتے اور مسلمانوں میں سرگروہ سمجھے جاتے ہیں۔ اور میں ان تمام بزرگوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر ۱۸۹۲ء ہے۔ چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں۔ اگر چار ماہ تک ان لوگوں نے مجھ سے بشرائط متذکرہ بالا مباہلہ نہ کیا۔ اور نہ کافر کہنے سے باز آئے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہوگی۔ میں اول یہ چاہتا تھا کہ وہ تمام بے جا الزامات جو میری نسبت ان لوگوں نے قائم کر کے موجب کفر قرار

دیئے ہیں اس رسالہ میں ان کا جواب شائع کروں۔لیکن بباعث بیمار ہوجانے کاتب اورحرج واقع ہونے کے ابھی تک وہ حصہ طبع نہیں ہوسکا۔سو میں مباہلہ کی مجلس میں وہ مضمون بہرحال سنادوں گا۔اگراس وقت طبع ہوگیا ہو یا نہ ہوا ہو۔لیکن یادرہے کہ ہماری طرف سے یہ شرط ضروری ہے کہ تکفیر کے فتویٰ لکھنے والوں نے جو کچھ سمجھا ہے اول اس تحریر کی غلطی ظاہر کی جائے اوراپنی طرف سے دلائل شافیہ کے ساتھ اتمام حجت کیا جائے۔اور پھراگر باز نہ آویں تو اسی مجلس میں مباہلہ کیا جائے اورمباہلہ کی اجازت کے بارے میں جوکلام الٰہی میرے پر نازل ہوا۔وہ یہ ہے:-

”**نظر الله اليک معطرا. وقالو اتجعل فيها من يفسد فيها قال انی اعلم مالا تعلمون. قالوا كتاب ممتلئی من الكفر والكذب قل تعالوا ندع ابناء نا ابناء كم ونساء نا و نساء كم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنته الله على الكاذبين** یعنی خداتعالیٰ نے ایک معطر نظر سے تجھ کو دیکھا اوربعض لوگوں نے اپنے دلوں میں کہا کہ اے خدا کیا تو زمین پر ایک ایسے شخص کو قائم کردے گا کہ جو دنیا میں فساد پھیلاوے۔تو خدا تعالیٰ نے ان کو جواب دیا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔اوران لوگوں نے کہا کہ اس شخص کی کتاب ایک ایسی کتاب ہے جو کذب اورکفر سے بھری ہوئی ہے سوان کو کہہ دے کہ آؤ ہم اورتم معہ اپنی عورتوں اور بیٹوں اورعزیزوں کے مباہلہ کریں پھران پرلعنت کریں جو کاذب ہیں۔“

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد۵صفحہ۲۶۱،۲۶۵)

اس کے بعد دوبارہ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے مولوی محمدحسین بٹالوی اور دیگر تمام مکذّب ومکفّر نامی مولویوں اورسجادہ نشینوں کوایک اشتہار کے ذریعہ مباہلہ کاحسب ذیل چیلنج دیا۔

''لہٰذا اس اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بطالوی اور میاں محی الدین لکھو کے والے اور مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کریں اور یقین رکھیں کہ خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا۔ لیکن یہ بات واجبات سے ہوگی کہ فریقین اپنی اپنی تحریریں بہ ثبت دستخط گواہان شائع کر دیں کہ اگر کسی فرقہ پر لعنت کا اثر ظاہر ہو گیا تو وہ شخص اپنے عقیدہ سے رجوع کرے گا اور اپنے فریق مخالف کو سچا مان لے گا اور اس مباہلہ کے لئے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں۔ محمد علی واعظ۔ ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ۔ منشی سعد اللہ مدرس لدھیانہ۔ منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ۔ مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ۔ میاں نذیر حسین دہلوی۔ حافظ عبد المنان وزیر آبادی۔ میاں میر حیدر شاہ وزیر آبادی۔ میاں محمد اسحاق پٹیالوی۔''

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد ا صفحہ ۳۹۹)

مولوی محمد حسین بٹالوی کا ردعمل

مولوی محمد حسین بٹالوی کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عداوت اور دشمنی مذہبی دنیا میں بہت معروف ہے۔ آپ ہی تھے جنہوں نے تمام ہندوستان میں پھر کر قریباً دو سو مولویوں سے آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ حاصل کیا اور آپ ہی تھے جنہوں نے یہ الفاظ کہے تھے کہ۔

''میں نے ہی مرزا کو اونچا کیا تھا اور میں ہی اسے نیچے گراؤں گا۔''

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب دن رات حضرت اقدس کو نقصان پہنچانے کی فکر میں مستغرق رہتے تھے۔ آپ کی اس معاندانہ روش کے باعث حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو بطور خاص مباہلہ کی دعوت دی۔ مگر مولوی صاحب مباہلہ کی دعوت قبول کرنے کے باوجود عملاً مباہلہ

کے میدان میں قدم رکھنے کی جرأت نہ کرتے۔ اور مختلف قسم کے حیلے بہانے پیش کر کے فرار اختیار کر جاتے۔ بالآخر جب مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ امرتسر میں مباہلہ کی تاریخ مقرر ہوئی تو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے بھی لاہور سے ایک اشتہار بھیجا کہ میں بھی مرزا صاحب سے مباہلہ کے لئے امرتسر آتا ہوں۔ صرف مباہلہ ہوگا اور کوئی تقریر نہ ہوگی۔ حضرت اقدس نے اس کے جواب میں ایک اشتہار لکھا کہ مولوی محمد حسین مجھ سے ہرگز مباہلہ نہیں کریں گے اور میرے سامنے تک نہیں آئیں گے۔ اگلا دن مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کا تھا کہ مولوی محمد حسین بھی امرتسر پہنچ گئے۔ عیدگاہ میں بہت ہجوم ہوگیا اور مولوی محمد حسین بھی اس ہجوم سے اچھے خاصے فاصلہ پر کھڑے ہو کر کچھ تقریر کرنے لگے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ بعد تقریر مولوی صاحب مباہلہ کریں گے۔ مرزا صاحب نے تو لکھا تھا کہ وہ میرے سامنے مباہلہ کے لئے نہیں آئیں گے لیکن یہ تو آ گئے۔ جب انہوں نے آدھا پونا گھنٹہ تقریر میں گزار دیا تو مولوی عبدالحق غزنویوں کے شاگرد غزنوی مولویوں کے مشورہ سے مباہلہ کے لئے آگے بڑھے۔

(رسالہ نور احمد صفحہ ۳۲، ۳۳ مصنفہ شیخ نور احمد احمدی بحوالہ حیات طیبہ صفحہ ۱۲۰)

مگر مولوی صاحب کو مباہلہ کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "مولوی محمد حسین صاحب مجھ سے ہرگز مباہلہ نہیں کریں گے۔"

اس کے بعد حضرت اقدس کے کچھ مریدوں نے تمام اہل اسلام کو مخاطب کر کے اکتوبر ۱۸۹۸ء میں ایک اشتہار شائع کیا جس میں مخالفوں سے کہا کہ اگر آپ لوگ اپنے آپ کو اپنے معتقدات میں سچا سمجھتے ہیں تو مولوی محمد حسین بٹالوی سے کہیں کہ وہ حضرت اقدس سے مباہلہ کیلئے تیار ہو جائیں۔ اگر انہوں نے مباہلہ کر لیا اور اس مباہلہ کا کھلا کھلا اثر سال بھر کے اندر ظاہر نہ ہو گیا تو مولوی محمد حسین صاحب کو مبلغ دو ہزار پانچ سو پچیس روپے آٹھ آنے بطور انعام دی جائے

گی۔ مولوی صاحب موصوف اگر چاہیں تو ہم نے اطمینان کے لئے بعد منظوری مباہلہ یہ رقم تین ہفتہ کے اندر اندر انجمن حمایت اسلام لاہور یا بنگال بنک میں جمع کرا دیں گے۔''

(ضمیمہ تبلیغ رسالت جلد ہفتم صفحہ ۷۹، ۸۰)

مولوی ابوالحسن تبّتی اور جعفر زٹلی کا ردعمل

مندرجہ بالا اشتہار کے جواب میں مولوی محمد حسین بٹالوی کے دو شاگرد مولوی ابوالحسن تبّتی اور مولوی جعفر زٹلی صاحب نے علی الترتیب ۳۱ر اکتوبر اور ۱۰ر نومبر ۱۸۹۸ء کو حضرت اقدس کے خلاف دو اشتہار شائع کئے جن میں حضرت اقدس کو برا بھلا کہا گیا۔ اور مولوی صاحب کا مباہلہ نہ کرنے کا یہ عذر پیش کیا کہ۔

''مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف و گزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ اگر قادیان اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضامندی و ترغیب سے دیئے گئے ہیں اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے صرف قادیانی کی شرط میعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ و قسم کیلئے اس نے تسلیم کئے تھے اور قبل از مباہلہ قادیانی اس اثر کی تعیین بھی کر دے کہ وہ کیا ہوگا۔'' (بحوالہ تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۵۷، ۵۸)

ان کے اس عذر کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار ۲۱ر نومبر ۱۸۹۸ء میں فرمایا کہ:۔

''غرض نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو جو نہایت نیک نیتی سے کی گئی تھی شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ

ہم قبول کر سکتے ہیں زیادہ نہیں۔حالانکہ حدیث شریف میں سال کا لفظ تو ہے مگر تین دن کا نام ونشان نہیں اور اگر فرض بھی کر لیں کہ حدیث میں جیسا کہ تین دن کی کہیں تحدید نہیں ایسا ہی ایک سال کی بھی نہیں تاہم ایک شخص جو الہام کا دعویٰ کر کے ایک سال کی شرط پیش کرتا ہے علماء امت کا حق ہے اس پر حجت پوری کرنے کے لئے ایک سال ہی منظور کر لیں۔اس میں تو حمایت شریعت ہے تا مدعی کو آئندہ کلام کرنے کی گنجائش نہ رہے۔'' (تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۵۳)

مولوی عبدالحق غزنوی کا ردعمل

مباہلہ کے اس چیلنج کے بعد جس میں مولوی نذیر حسین دہلوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی خصوصی طور پر اور دیگر تمام مکفّر اور مکذّب علماء کو عمومی طور پر دعوت مباہلہ دی گئی ہے اور تو کسی مولوی نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا۔صرف مولوی عبدالحق غزنوی صاحب نے بذریعہ اشتہار ۲۶/ شوال ۱۳۱۰ھ کو مباہلہ کی اس دعوت کو قبول کیا۔اس اشتہار کے جواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ''اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی'' کے عنوان سے درج ذیل اشتہار شائع فرمایا۔

''ایک اشتہار مباہلہ مؤرخہ ۲۶ شوال ۱۳۱۰ھجری شائع کردہ عبدالحق غزنوی میری نظر سے گذرا۔سو اس لئے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ القدیر میں تیسری یا چوتھی ذی قعد ۱۳۱۰ھج تک امرتسر میں پہنچ جاؤں گا اور تاریخ مباہلہ دہم ذیقعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارہویں ذیقعدہ ۱۳۱۰ھج قرار پائی ہے جس سے کسی صورت میں تخلّف لازم نہیں ہوگا۔اور مقام مباہلہ عید گاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم ہے قرار پایا ہے اور چونکہ دن کے پہلے حصہ میں

قریباً بارہ بجے تک عیسائیوں سے دربارہ حقیقت اسلام اس عاجز کا مباحثہ ہوگا اور یہ مباحثہ برابر بارہ دن تک ہوتا رہے گا۔ اس لئے مکفرین جو مجھ کو کافر ٹھہرا کر مجھ سے مباہلہ کرنا چاہتے ہیں دو بجے سے شام تک مجھ کو فرصت ہوگی۔ اس وقت میں بتاریخ دہم ذیقعد یا بصورت کسی عذر کے گیاراں ذیقعد ۱۳۱۰ ھجے کو مجھ سے مباہلہ کرلیں اور دہم ذیقعد اس مصلحت سے تاریخ قرار پائی ہے کہ تا دوسرے علماء بھی جو اس عاجز کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر ٹھہراتے ہیں شریک مباہلہ ہو سکیں جن سے محی الدین لکھو کے والے اور مولوی عبدالجبار صاحب اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور منشی سعد اللہ مدرس ہائی سکول لدہانہ اور مولوی محمد حسین صاحب رئیس لدہانہ اور میاں انذیر حسین صاحب دہلوی اور پیر حیدر شاہ صاحب اور حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور میاں عبداللہ ٹونکی اور مولوی غلام دستگیر قصور اور مولوی شاہدین صاحب اور مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول لدہانوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد علی واعظ ساکن بوپڑاں ضلع گوجرانوالہ اور مولوی محمد اسحٰق اور سلیمان ساکنان ریاست پٹیالہ اور ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ اور مولوی محمد ملازم مطبع کریم بخش لاہور وغیرہ اور اگر یہ لوگ باوجود پہنچنے ہمارے رجسٹری اشتہارات کے حاضر میدان مباہلہ نہ ہوئے تو یہی ایک پختہ دلیل اس بات پر ہوگی کہ وہ درحقیقت اپنے عقیدہ تکفیر میں اپنے تئیں کاذب اور ظالم اور ناحق پر سمجھتے ہیں بالخصوص سب سے پہلے شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنۃ کا فرض ہے کہ میدان میں مباہلہ کیلئے تاریخ مقررہ پر امرتسر میں آجاوے کیونکہ اس نے مباہلہ کے لئے خود درخواست بھی کردی ہے اور یاد رہے کہ ہم بار بار مباہلہ کرنا نہیں چاہیے کہ مباہلہ کوئی ہنسی کھیل نہیں ابھی تمام مکفرین کا فیصلہ ہوجانا چاہئے۔ پس جو شخص اب ہمارے اشتہار کے شائع ہونے کے بعد گریز کرے گا اور تاریخ مقررہ پر حاضر نہیں

ہوگا آئیندہ اس کا کوئی حق نہیں رہے گا کہ پھر کبھی مباہلہ کی درخواست کرے اور پھر ترک حیا میں داخل ہوگا کہ غائبانہ کافر کہتا رہے۔ اتمام حجت کے لئے رجسٹری کرا کر یہ اشتہار بھیجے جاتے ہیں تا اس کے بعد مکفرین کو کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اگر بعد اس کے مکفرین نے مباہلہ نہ کیا اور نہ تکفیر سے باز آئے تو ہماری طرف سے ان پر حجت پوری ہوگئی۔ بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کی وجوہات پیش کریں۔ **والسلام علی من اتبع الھدی۔**

المشتھر خاکسار میرزا غلام احمدؐ ۳۰ شوال ۱۳۱۰ ھج

اتمام حجت اگر شیخ محمد حسین بٹالوی دہم ذیقعدہ ۱۳۱۰ ھج کو مباہلہ کے لئے حاضر نہ ہوا تو اسی روز سے سمجھا جائے گا کہ وہ پیشگوئی جو اس کے حق میں چھپوائی گئی تھی کہ وہ کافر کہنے سے توبہ کرے گا پوری ہوگئی۔ بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ اے خداوند قدیر اس ظالم اور سرکش اور فتان پر لعنت کر اور ذلت کی مار اس پر ڈال جواب اس دعوت مباہلہ اور تقرری شہر اور مقام اور وقت کے بعد مباہلہ کے لئے میرے مقابل پر میدان میں نہ آوے اور نہ کافر کہنے اور سب اور شتم سے باز آوے۔ آمین ثم آمین

یاایھا المکفرون تعالوا الی امرھو سنتہ اللہ و نبیہ لافحام المکفرن المکذبین. فان تولیتم فاعلموا ان لعنت اللہ علی المکفرین الذین استبان تخلفھم و شھد تخوفھم انھم کانوا کاذبین.

المشتھر میرزا غلام احمدؐ قادیانی.''

(سچائی کا اظہار۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۸۱، ۸۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس اعلان کے بعد پادری عبداللہ آتھم سے مباحثہ کی غرض سے اپنے احباب کے ہمراہ امرتسر تشریف لے گئے۔ بہت سارے احباب باہر سے بھی مباحثہ سننے

کیلئے آئے ہوئے تھے۔عیسائیوں سے اسی مباحثہ کے دوران میں دوسرے مباہلہ کی مقررہ تاریخ ۱۰رذی قعدہ ۱۳۱۰ھ یعنی ۲۷مئی ۱۸۹۳ء آ گئی۔آپ اس تاریخ کو تیسرے پہر اپنی جماعت کے ہمراہ امرتسر کی عیدگاہ میں تشریف لائے۔آپ نے اپنے اشتہار مورخہ ۳۰رشوال ۱۳۱۰ھ میں ہندوستان بھر کے جن جن مولویوں کو مباہلہ کے لئے دعوت دی تھی ان میں سے صرف مولوی عبدالحق غزنوی صاحب اپنے بعض طالبعلموں اور درویشوں کے ساتھ عیدگاہ مذکور میں موجود تھے۔

اس مباہلہ میں مولوی عبدالحق غزنوی نے اپنے متعلق تو کوئی لفظ زبان سے نہ نکالا البتہ حضرت اقدس کے لئے سخت سے سخت الفاظ استعمال کرنے اور گالی گلوچ سے اپنی زبان آلود کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔اس کے جواب میں حضرت اقدس نے صرف ان الفاظ کا اعادہ فرمایا۔

''میں یہ دعا کروں گا کہ جس قدر میری تالیفات ہیں ان میں سے کوئی بھی خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مخالف نہیں ہے اور نہ میں کافر ہوں اور اگر میری کتابیں خدا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ کے مخالف اور کفر سے بھری ہوئی ہوں تو خدا تعالیٰ وہ لعنت اور عذاب مجھ پر نازل کرے جو ابتداء دنیا سے آج تک کسی کافر بے ایمان پر نہ کی ہو۔ورآپ لوگ آمین کہیں۔کیونکہ اگر میں کافر ہوں اور نعوذ باللہ دین اسلام سے مرتد اور بے ایمان تو نہایت برے عذاب سے میرا مرنا ہی بہتر ہے اور میں ایسی زندگی سے بہ ہزار دل بیزار ہوں اور اگر ایسا نہیں تو خدا تعالیٰ اپنی طرف سے سچا فیصلہ کردے گا وہ میرے دل کو بھی دیکھ رہا ہے اور مخالفوں کے دل کو بھی۔

حضور کی یہ دعا اس اشتہار کے مطابق تھی جو حضرت اقدس نے ایک دن قبل یعنی ۲۱رمئی

۱۸۹۳ء کو شائع فرمایا تھا جس میں آپ نے اعلان فرمایا تھا کہ میں صرف اپنے متعلق اس قسم کی بددعا کروں گا اور اس مباہلہ میں کوئی میعاد نہ تھی۔ اب ایک عقلمند کیلئے یہ غور کا مقام ہے کہ آپ نے عبدالحق غزنوی کے لئے کوئی بددعا نہیں کی تھی۔ صرف جھوٹے اور مفتری ہونے کی حالت میں اپنے لئے تباہی اور بربادی کی بددعا کی تھی اور عبدالحق غزنوی نے بھی آپ کو جھوٹا اور مفتری قرار دیتے ہوئے صرف آپ کے لئے بددعا کی تھی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایسا کرنے کا نتیجہ کیا نکلا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ دونوں فریق کی بددعائیں آپ کے حق میں دعائیں بن کر لگیں اور اس مباہلہ کے بعد جو ترقی آپ کو اور آپ کی جماعت کو خداتعالیٰ نے دی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ مباہلہ بعد خدائی نصرت............صداقت پر ایک زبردست نشان ہیں۔

حافظ محمد یعقوب صاحب کی بیعت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا اس مباہلہ میں یہ زبردست نشان دیکھنے میں آیا کہ حضرت اقدس نے ابھی اپنی دعا ختم نہ کی تھی کہ حافظ محمد یعقوب صاحب جو حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر کے بڑے بھائی تھے اور غزنویوں کے مرید تھے ایک چیخ مار کر روتے ہوئے حضرت اقدس کے قدموں میں گر گئے اور کہا کہ آپ میری بیعت قبول کریں۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ مباہلہ سے فارغ ہولیں تو بیعت لیں گے۔ نہ نظارہ دیکھ کر غزنوی مولویوں اور ان کے معتقدین کے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ کیونکہ انہوں نے محسوس کیا کہ مباہلہ میں یہ حضرت اقدس کی پہلی فتح ہے۔ بہر حال اس طرح مباہلہ ختم ہوگیا اور حضرت اقدس واپس مکان پر تشریف لے گئے۔ (رسالہ نور احمد صفحہ ۳۲ طبع دوم مصنفہ شیخ نور احمد احمدی)

غزنوی کے ساتھ مباہلہ کا اثر

اس مباہلہ کا کیا اثر ہوا۔ حضرت اقدس نے اپنی کتاب انجام آتھم میں ایسے دس امور درج فرمائے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت اقدس کو خدا تعالیٰ نے اس مباہلہ کے بعد اپنی روحانی اور جسمانی برکتوں سے مالا مال کر دیا۔ ذیل میں ہم حضرت اقدس ہی کے الفاظ میں ان دس امور کا خلاصہ لکھتے ہیں۔

اول۔ آتھم کی نسبت جو پیشگوئی کی گئی تھی۔ وہ اپنے واقعی معنوں کے رو سے پوری ہو گئی۔

دوسرا وہ امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت کا موجب ہوا وہ ان عربی رسالوں کا مجموعہ ہے جو مخالف مولویوں اور پادریوں کے ذلیل کے لئے لکھا گیا تھا۔

تیسرا وہ امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت کا موجب ہوا وہ قبولیت ہے جو مباہلہ کے بعد دنیا میں کھل گئی۔ مباہلہ سے پہلے میرے ساتھ شاید تین چار سو آدمی ہوں گے۔ اور اب آٹھ ہزار سے کچھ زیادہ وہ لوگ ہیں جو اس راہ میں جان فشاں ہیں۔

چوتھا وہ امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت کا موجب ہوا۔ رمضان میں خسوف کسوف ہے۔...........سو خدا نے مباہلہ کے بعد یہ عزت بھی میرے نصیب کی۔

پانچواں وہ امر جو مباہلہ کے بعد میرے لئے عزت کا موجب ہوا۔ علم قرآن میں اتمام حجت ہے۔...........تم لوگوں میں سے کسی کی مجال نہیں کہ میرے مقابل پر قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کر سکے۔

چھٹا امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت اور عبدالحق کی ذلت کا موجب ہوا۔ یہ ہے کہ عبدالحق نے مباہلہ کے بعد اشتہار دیا تھا کہ ایک فرزند اس کے گھر میں پیدا ہو گا۔ اور میں نے بھی خدا تعالیٰ سے الہام پا کر یہ اشتہار انوار الاسلام میں شائع کیا تھا کہ خدا

تعالیٰ مجھے لڑکا عطا کرے گا۔سو خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم سے میرے گھر میں تو لڑکا پیدا ہوگیا۔جس کا نام شریف احمد ہے اور قریباً پونے دو برس کی عمر رکھتا ہے۔ اب عبدالحق کو ضرور پوچھنا چاہئے۔کہ اس کا وہ مباہلہ کی برکت کا لڑکا کہاں گیا۔

ساتواں امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت اور قبولیت کا باعث ہوا خدا کے راستباز بندوں کا وہ مخلصانہ جوش ہے جو انہوں نے میری خدمت کے لئے دکھلایا۔ مجھے کبھی یہ طاقت نہ ہوگی کہ میں خدا کے ان احسانات کا شکر ادا کرسکوں۔ جو روحانی اور جسمانی طور پر مباہلہ کے بعد میرے وارد حال ہوگئے۔ روحانی انعامات کا نمونہ میں لکھ چکا ہوں یعنی یہ کہ خدا تعالیٰ نے مجھے وہ علم قرآن اور علم زبان محض اعجاز کے طور پر بخشا کہ اس کے مقابل پر صرف عبدالحق کیا بلکہ کل مخالفوں کی ذلت ہوئی۔ ہر یک خاص و عام کو یقین ہوگیا۔ کہ یہ لوگ صرف نام کے مولوی ہیں گویا یہ لوگ مر گئے۔عبدالحق کے مباہلہ کی نحوست نے اس کے اور رفیقوں کو بھی ڈبویا۔

اور جسمانی نعمتیں جو مباہلہ کے بعد میرے پر وارد ہوئیں۔ وہ مالی فتوحات ہیں۔ جو اس درویش خانہ کے لئے خدا تعالیٰ نے کھول دیں۔ مباہلہ کے روز سے آج تک پندرہ ہزار کے قریب فتوح غیب کا روپیہ آیا۔ جو اس نے سلسلہ کے ربانی مصارف میں خرچ ہوا۔

آٹھواں امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت زیادہ کرنے کے لئے ظہور میں آیا۔کتاب ست بچن کی تالیف ہے۔اس کتاب کی تالیف کے لئے خدا تعالیٰ نے مجھے وہ سامان عطا کئے جو تین سو برس سے کسی کے خیال میں بھی نہیں آئے تھے

نواں امر جو مباہلہ کے بعد میری عزت کے زیادہ ہونے کا موجب ہوا یہ ہے کہ اس عرصہ میں آٹھ ہزار کے قریب لوگوں نے میرے ہاتھ میں بیعت کی اور بعض قادیان

پہنچ کراور بعض نے بذریعہ خط توبہ کا اقرار کیا۔ پس میں یقیناً جانتا ہوں کہ اس قدر بنی آدم کی توبہ کا ذریعہ جو مجھ کو ٹھہرایا گیا یہ اس قبولیت کا نشان ہے جو خدا کی رضا مندی کے بعد حاصل ہوتی ہے

دسواں امر جو عبدالحق کے مباہلہ کے بعد میری عزت کا موجب ہوا جلسہ مذاہب لاہور ہے اس جلسہ کے بارے میں مجھے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ جس رنگ اور نورانیت کی قبولیت میرے مضمون کے پڑھنے میں پیدا ہوئی۔ اور جس طرح دلی جوش سے لوگوں نے مجھے اور میرے مضمون کو عزت کی نگاہ سے دیکھا۔ کچھ ضرورت نہیں کہ میں اس کی تفصیل کروں۔ بہت سی گواہیاں اس بات پر سن چکے ہو کہ اس مضمون کا جلسہ مذاہب پر ایسا فوق العادت اثر ہوا تھا۔ کہ گویا ملائک آسمان سے نور کے طبق لے کر حاضر ہو گئے تھے۔ ہر ایک دل اس کی طرف ایسا کھینچا گیا تھا۔ کہ گویا ایک دست غیب اس کو کشاں کشاں عالم وجد کی طرف لے جا رہا ہے۔ جب لوگ بے اختیار بول اٹھے تھے کہ اگر یہ مضمون نہ ہوتا تو آج بباعث محمد حسین وغیرہ کے اسلام کو سبکی اٹھانی پڑتی۔''

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۹، ۳۱۷)

مخالف علماء ومشائخ کا نام لیکر اُن کو دعوت مباہلہ

مئی ۱۸۹۳ء میں جب حضرت مسیح موعودؑ نے پادری عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی فرمائی تو مخالف علماء نے اپنی عادت کے موافق کھلم کھلا عیسائیوں کا ساتھ دیا۔ اس پر آپ نے اُن علماء کو مخاطب کر کے ایک ''اشتہار مباہلہ'' شائع کیا۔ جس میں پہلے تو اپنے منصب مسیح موعودؑ کو پیش کیا اور فرمایا کہ مسیح موعود کا کام ہی کسر صلیب ہے۔ یعنی صلیب کو توڑنا اور اس کے لئے زبردست حربہ وفات مسیح ناصری کا ثابت کرنا ہے۔ اور پھر حضرات علماء کی اس

روش پر اظہار افسوس کیا کہ وہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی پروا نہ کر کے کھلم کھلا اس مسئلہ میں پادریوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔اس کے بعد آپ نے تمام مخالف علماء وسجادہ نشینوں کو مخاطب کرتے ہوئے یہ چیلنج دیا کہ:۔

''سو اب اٹھو اور مباہلہ کیلئے تیار ہو جاؤ۔تم سن چکے ہو کہ میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔ اول نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔ دوسرے الہامات الٰہیہ پر۔سو تم نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا اور خدا کی کلام کو یوں ٹال دیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔اب میرے بناء دعویٰ کا دوسرا شق باقی رہا۔سو میں اس ذات قادر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار رد نہیں کر سکتا کہ اب اس دوسری بناء کی تصفیہ کیلئے مجھ سے مباہلہ کر لو۔اور یوں ہوگا کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا۔اور دعا کروں گا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افتراء ہے اور تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے۔یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطا نہ کر۔جب تک کہ موت آ جائے۔تا میری ذلت ظاہر ہو اور لوگ فتنہ سے بچ جائیں کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں۔اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے۔لیکن اے خدائے علیم وخبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہام ہیں۔اور تیرے منہ کی باتیں ہیں۔تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں۔ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔کسی کو اندھا کر دے۔اور کسی کو مجذوم اور

کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا۔اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔اور جب میں یہ دعا کر چکوں تو دونوں فریق کہیں- کہ آمین۔ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر یک شخص جو مباہلہ کیلئے حاضر ہو جناب الٰہی میں یہ دعا کرے کہ اے خدائے علیم و خبیر ہم اس شخص کو جس کا نام غلام احمد ہے درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر جانتے ہیں۔پس اگر یہ شخص درحقیقت کذاب اور مفتری اور کافر اور بے دین ہے اور اس کے یہ الہام تیری طرف سے نہیں بلکہ اپنا ہی افتراء ہے۔تو اس امت مرحومہ پر یہ احسان کر کہ اس مفتری کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے تا لوگ اس کے فتنہ سے امن میں آ جائیں۔اور اگر یہ مفتری نہیں اور تیری طرف سے ہے اور یہ تمام الہام تیرے ہی منہ کی پاک باتیں ہیں تو ہم پر جو اس کو کافر اور کذاب سمجھتے ہیں۔ دکھ اور ذلت سے بھرا ہوا عذاب ایک برس کے اندر نازل کر اور کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوان کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر اور جب یہ دعا فریق ثانی کر چکے تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔اور یاد رہے کہ اگر کوئی شخص مجھے کذاب اور مفتری تو جانتا ہے مگر کافر کہنے سے پرہیز رکھتا ہے تو اس کو اختیار ہوگا کہ اپنے دعائے مباہلہ میں صرف کذاب اور مفتری کا لفظ استعمال کرے جس پر اس کو یقین دلی ہے۔اور اس مباہلہ کے بعد اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جانبری کے آثار نہ پائے جائیں تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے۔اور میں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں گا۔اور میں ابھی لکھ دیتا ہوں کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور مورد لعنت الٰہی یقین کرنا چاہئے۔

اور پھر اس کے بعد میں دجال یا ملعون یا شیطان کہنے سے ناراض نہیں اور اس لائق ہوں گا کہ ہمیشہ کیلئے لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں اور اپنے مولیٰ کے فیصلہ کو فیصلہ ناطق سمجھوں گا۔ اور میری پیروی کرنے والا یا مجھے اچھا اور صادق سمجھنے والا خدا کے قہر کے نیچے ہوگا۔ پس اس صورت میں میرا انجام نہایت ہی بد ہوگا۔ جیسا کہ بدذات کاذبوں کا انجام ہوتا ہے۔لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفات بدنی سے بچالیا اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہو گئے اور ہر یک ان میں سے کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو گیا۔ اور میری بددعا نہایت چمک کے ساتھ ظاہر ہوگئی۔تو دنیا پر حق ظاہر ہو جائے گا۔اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اٹھ جائے گا۔ میں دوبارہ کہتا ہوں کہ میں نے پہلے اس سے کبھی کلمہ گو کے حق میں بددعا نہیں کی اور صبر کرتا رہا۔مگر اس روز خدا سے فیصلہ چاہوں گا۔ اور اس کی عصمت اور عزت کا دامن پکڑوں گا کہ تا ہم میں سے فریق ظالم اور دروغگو کو تباہ کر کے اس دین متین کو شریروں کے فتنہ سے بچاوے۔

میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔اور اگر میں مر گیا تو ایک خبیث کے مرنے سے دنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائے گا۔

میرے مباہلہ میں یہ شرط ہے کہ اشخاص مندرجہ ذیل میں سے کم سے کم دس آدمی حاضر ہوں اس سے کم نہ ہوں اور جس قدر زیادہ ہوں میری خوشی اور مراد ہے۔ کیونکہ بہتوں پر عذاب الٰہی کا محیط ہو جانا ایک ایسا کھلا کھلا نشان ہے جو کسی پر مشتبہ نہیں رہ

سکتا۔

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑنے اور نہ ٹھٹھا کرنے والوں کی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو کہ آمین۔ مجھے افسوس سے یہ بھی لکھنا پڑا کہ آج تک ان ظالم مولویوں نے اس صاف اور سیدھے فیصلہ کی طرف رخ ہی نہیں کیا۔ تا اگر میں ان کے خیال میں کاذب تھا تو احکم الحاکمین کے حکم سے اپنی سزا کو پہنچ جاتا۔ ہاں بعض ان کے اپنی بدگوئی کیوجہ سے گورنمنٹ انگریزی میں جھوٹی شکائتیں میری نسبت لکھتے رہے اور اپنی عداوت باطنی کو چھپا کر مخبروں کے لباس میں نیش زنی کرتے اور کر رہے ہیں جیسا کہ شیخ بطالوی علیہ ما یستحقہ اگر ایسے لوگ خدا تعالیٰ کی جناب سے ردشدہ نہ ہوتے تو مجھے دکھ دینے کیلئے مخلوق کی طرف التجا نہ لے جاتے۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ کوئی بات زمین پر نہیں ہو سکتی جب تک کہ آسمان پر نہ ہو جائے اور گورنمنٹ انگریزی میں یہ کوشش کرنا کہ گویا میں مخفی طور پر گورنمنٹ کا بدخواہ ہوں یہ نہایت سفلہ پن کی عداوت ہے۔ یہ گورنمنٹ خدا کی گناہ گار ہوگی اگر میرے جیسے خیر خواہ اور سچے وفادار کو بدخواہ اور باغی تصور کرے۔ میں نے اپنی قلم سے گورنمنٹ کی خیر خواہی میں ابتدا سے آج تک وہ کام کیا ہے جس کی نظیر گورنمنٹ کے ہاتھ میں ایک بھی نہیں ہوگی اور میں نے ہزارہا روپیہ کے صرف سے کتابیں تالیف کر کے ان میں جابجا اس بات پر زور دیا ہے کہ مسلمانوں کو اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی چاہئے اور رعایا ہو کر بغاوت کا خیال بھی دل میں لانا نہایت درجہ کی بدذاتی ہے اور میں نے ایسی کتابوں کو نہ صرف برٹش انڈیا میں پھیلایا ہے بلکہ عرب اور شام اور مصر اور روم اور افغانستان اور دیگر اسلامی بلاد میں محض الٰہی

نیت سے شائع کیا ہے نہ اس خیال سے کہ یہ گورنمنٹ میری تعظیم کرے یا مجھے انعام دے کیونکہ یہ میرا مذہب اور میرا عقیدہ ہے جس کا شائع کرنا میرے پر حق واجب تھا۔

تعجب ہے کہ یہ گورنمنٹ میری کتابوں کو کیوں نہیں دیکھتی اور کیوں ایسی ظالمانہ تحریروں سے ایسے مفسدوں کو منع نہیں کرتی۔ ان ظالم مولویوں کو میں کس سے مثال دوں۔ یہ ان یہودیوں سے مشابہ ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ناحق دکھ دینا شروع کیا اور جب کچھ پیش نہ گئی تو گورنمنٹ روم میں مخبری کی۔ کہ یہ شخص باغی ہے۔ سو میں بار بار اس گورنمنٹ عالیہ کو یاد دلاتا ہوں کہ میری مثال مسیح کی مثال ہے میں اس دنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔ صلح کاری سے حق کو پھیلانا میرا مقصد ہے۔ اور میں تمام ان باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں۔ گورنمنٹ کو چاہیئے کہ بیدار طبعی سے میری حالت کو جانچے اور گورنمنٹ روم کی شتابکاری سے عبرت پکڑے اور خود غرض مولویوں یا دوسرے لوگوں کی باتوں کو سند نہ سمجھ لیوے کہ میرے اندر کھوٹ نہیں اور میرے لبوں پر نفاق نہیں۔

اب میں پھر اپنے کلام کو اصل مقصد کی طرف رجوع دے کر ان مولوی صاحبوں کا نام ذیل میں درج کرتا ہوں جن کو میں نے مباہلہ کیلئے بلایا ہے اور میں پھر ان سب کو اللہ جلشانہ کی قسم دیتا ہوں کہ مباہلہ کیلئے تاریخ اور مقام مقرر کر کے جلد میدان مباہلہ میں آویں۔ اور اگر نہ آئے اور نہ تکفیر اور تکذیب سے باز آئے تو خدا کی لعنت کے نیچے مریں گے۔

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس

عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی۔ اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کیلئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا مکذب ہیں اور درحقیقت ہر یک شخص جو باخدا اور صوفی کہلاتا ہے اور اس عاجز کی طرف رجوع کرنے سے کراہت رکھتا ہے وہ مکذبین میں داخل ہے۔ کیونکہ اگر مکذب نہ ہوتا تو ایسے شخص کے ظہور کے وقت جس کی نسبت آنحضرت ﷺ نے تاکید فرمائی تھی۔ کہ اس کی مدد کرو اور اس کو میرا اسلام پہنچاؤ اور اس کے مخلصین میں داخل ہو جاؤ تو ضرور اس کی جماعت میں داخل ہو جاتا۔ اور صاف باطن فقراء کیلئے یہ موقعہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے ڈر کر اور ہر یک کدورت سے الگ ہو کر اور کمال تضرع اور ابتہال سے اس پاک جناب میں توجہ کر کے راز سربستہ کا اسی کے کشف اور الہام سے انکشاف چاہیں۔ اور جب خدا کے فضل سے انہیں معلوم کرایا جائے تو پھر جیسا کہ ان کی اتقاء کی شان کے لائق ہے محبت اور اخلاص اور کامل رجوع سے ثواب آخرت حاصل کریں اور سچائی کی گواہی کیلئے کھڑے ہو جائیں۔ مولویان خشک بہت سے حجابوں میں ہیں کیونکہ ان کے اندر کوئی سماوی روشنی نہیں۔ لیکن جو لوگ حضرت احدیت سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں اور تزکیہ نفس سے انانیت کی تاریکیوں سے الگ ہو گئے ہیں۔ وہ خدا کے فضل سے قریب ہیں۔ اگرچہ بہت تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔ مگر یہ امت مرحومہ ان سے خالی نہیں۔

وہ لوگ جو مباہلہ کیلئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں:۔

مولوی نذیر حسین دہلوی شیخ محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر اشاعتہ السنہ مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری مولوی رشید احمد گنگوہی مولوی عبدالحق دہلوی

مولف تفسیر حقانی مولوی عبدالعزیز لدھیانوی مولوی محمد لدھیانوی مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ سعد اللہ نومسلم مدرس لدھیانہ مولوی احمد اللہ امرتسری مولوی ثناء اللہ امرتسری مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری مولوی عبدالجبار غزنوی مولوی عبدالواحد غزنوی مولوی عبدالحق غزنوی محمد علی بوپڑی واعظ مولوی غلام دستگیر قصوری ضلع لاہور مولوی عبداللہ ٹونکی مولوی اصغر علی لاہور حافظ عبدالمنان وزیر آباد مولوی محمد بشیر بھوپالی شیخ حسین عرب یمانی مولوی محمد ابراہیم آرہ مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ مولوی احتشام الدین مراد آباد مولوی محمد اسحٰق اجرادری مولوی عین القضاۃ صاحب لکھنو فرنگی محل مولوی محمد فاروق کانپور مولوی عبدالوہاب کانپور مولوی سعید الدین کانپور رامپوری مولوی حافظ محمد رمضان پشوری مولوی دلدار علی اور مسجد دائرہ مولوی محمد رحیم اللہ مدرسہ اکبر آباد مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خاں چشتی مولوی ابوالمویّد امروہی مالک رسالہ مظہر الاسلام اجمیر مولوی محمد حسین کوئلہ والا دہلی مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھہ ضلع سہارنپور مولوی احمد علی صاحب سہارنپور مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور قاضی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی مولوی احمد رامپور ضلع سہارنپور محلّہ محل مولوی محمد شفیع رامپور ضلع سہارنپور مولوی فقیر اللہ مدرس مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ مسجد بنگلور مولوی محمد امین صاحب بنگلور مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس صاحب پیش امام جامع مسجد بنگلور مولوی عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور مولوی محمد ابراہیم صاحب دیلوری حال مقیم بنگلور مولوی عبدالقادر صاحب پیارم پیٹی ساکن پیارم پیٹ علاقہ بنگلور مولوی محمد عباس صاحب ساکن دانمباری علاقہ بنگلور مولوی گل حسن شاہ صاحب

میرٹھ مولوی امیر علی شاہ صاحب اجمیر مولوی احمد حسن صاحب کنجپوری حال دہلی
خاص جامع مسجد
مولوی محمد عمر صاحب دہلی فراشخانہ مولوی مستعان شاہ صاحب سانبھر علاقہ جے پور
مولوی حفیظ الدین صاحب دوجانہ ضلع رہتک مولوی فضل کریم صاحب نیازی
غازیپور زمینا مولوی حاجی عابد حسین صاحب دیوبند

اور سجادہ نشینوں کے نام یہ ہیں

غلام نظام الدین صاحب سجادہ نشین نیاز احمد صاحب بریلی میاں الہ بخش صاحب
سجادہ نشین سلیمان صاحب تونسوی سنگھڑی سجادہ نشین صاحب شیخ نور احمد صاحب
مہارانوالہ میاں غلام فرید صاحب چشتی چاچڑاں علاقہ بہادلپور التفات احمد شاہ
صاحب سجادہ نشین ردولے مستان شاہ صاحب کاہلی محمد قاسم صاحب سجادہ نشین شاہ
معین الدین شاہ خاموش حیدرآباد دکن محمد حسین صاحب گدی نشین شیخ عبد القدوس
صاحب گنگوہی گدی نشین اوچہ شاہ جلال الدین صاحب بخاری ظہور الحسین
صاحب گدی نشین بٹالہ ضلع گورداسپور صادق علی شاہ صاحب گدی نشین رتر چھتر ضلع
گورداسپور سید صوفی جان صاحب مرادآبادی صابری چشتی مہر شاہ صاحب سجادہ
نشین گولڑہ ضلع راولپنڈی مولوی قاضی سلطان محمود صاحب آ ی اعوان والہ پنجاب
حیدر شاہ صاحب جلال پور کنکیاں والہ توکل شاہ صاحب انبالہ مولوی عبد اللہ
صاحب مگونڈی والہ محمد امین صاحب چکوتری علاقہ گجرات پنجاب مولوی عبد الغنی
صاحب جانشین قاضی اسمٰعیل صاحب مرحوم بنگلور مولوی ولی النبی شاہ صاحب
نقشبند رامپور دار الریاست حاجی وارث علی شاہ صاحب مقام دیوا ضلع لکھنو میر امداد
علی شاہ صاحب سجادہ نشین شاہ ابو العلا نقشبند سید حسین شاہ صاحب مودودی دہلی

عبداللطیف شاہ صاحب خلف حاجی نجم الدین شاہ صاحب چشتی جودھپور قطب علی شاہ صاحب دیوگڑھ علاقہ اودے پور میواڑ میرزا بادل شاہ صاحب بدایونی مولوی عبدالوہاب صاحب جانشین عبدالرزاق صاحب لکھنو فرنگی محل علی حسین صاحب کچھوچھا ضلع فقیرآباد شیخ غلام محی الدین صوفی وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور حافظ صابرعلی صاحب رامپور ضلع سہارنپور امیرحسن صاحب خلف پیرعبداللہ صاحب دہلی منورشاہ صاحب فاضل پور ضلع گوڑگانواں قریب دہلی محمد معصوم شاہ صاحب نبیرہ شاہ ابوسعید صاحب رامپور دارالریاست بدرالدین شاہ صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ شاہ اشرف صاحب سجادہ نشین پھلواری ضلع پٹنہ مظہرعلی شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا ضلع پٹنہ لفافت حسین شاہ صاحب سجادہ نشین لوادا نثارعلی شاہ صاحب الور دارالریاست وزیرالدین شاہ صاحب سجادہ نشین مخدوم صاحب الور مولوی سلام الدین شاہ صاحب نہم ضلع رہتک غلام حسین خاں شاہ صاحب ٹھانوی ضلع حصار سید اصغرعلی شاہ صاحب نیازی اکبرآباد واجدعلی شاہ صاحب فیروزآباد ضلع اکبرآباد سید احمد شاہ صاحب ہردوئی ضلع لکھنو مقصودعلی شاہ صاحب شاہجہان پور مولوی نظام الدین چشتی صابری جھجر مولوی محمد کامل شاہ اعظم گڑھ ضلع خاص محمود شاہ صاحب سجادہ نشین بہار ضلع خاص۔

ان تمام حضرات کی خدمت میں یہ رسالہ پیکٹ کر کے بھیجا جاتا ہے لیکن اگر اتفاقاً کسی صاحب کو نہ پہنچا ہو تو وہ اطلاع دیں تا کہ دوبارہ بذریعہ رجسٹری بھیجا جائے

راقم میرزا غلام احمد قادیان

المکتوب الی علماء الضد ومشائخ ھذہ البلاد وغیرھا من البلاد الاسلامیہ‘‘

(انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۶۵ تا ۷۲)

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب کا جواب

اس مباہلہ کے چیلنج کے جواب میں اور تو کسی عالم یا سجادہ نشین نے تصدیق یا تکذیب کی جرأت نہ کی البتہ نواب صاحب آف بہاولپور کے پیر حضرت خواجہ غلام فرید صاحب آف چاچڑاں شریف نے عربی زبان میں ایک خط آپ کی خدمت میں لکھا جس کے ایک حصہ کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

''واضح ہو کہ مجھے آپ کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لئے جواب طلب کیا گیا ہے اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا۔ تاہم میں نے اس کتاب کے ایک جزو کو جو حسن خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھا پڑھا ہے۔ سوائے ہر ایک حبیب سے عزیز تر ۔ تجھے معلوم ہو کہ میں ابتداء سے تیرے لیے تعظیم کے مقام پر کھڑا ہوں تا مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا۔ اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ بلا شبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں اور یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے اور تیری سعی عنداللہ قابل شکر ہے جس کا اجر ملے گا اور خدائے بخشندہ بادشاہ کا تیرے پر فضل ہے۔ میرے لئے عاقبت بالخیر کی دعا کر اور میں تیرے لیے انجام خیر وخوبی کی دعا کرتا ہوں۔''

(ترجمہ عربی خط بحوالہ انجام آتھم صفحہ ۳۲۳ تا ۳۲۴)

حضرت میاں غلام فرید صاحب کے اس خط کو دیکھ کر حضرت اقدسؑ بہت خوش ہوئے اور اسے ضمیمہ انجام آتھم میں درج فرمایا اور دوسرے سجادہ نشینوں کو بھی تلقین فرمائی کہ میاں غلام فرید صاحب کے نمونہ پر چلیں۔

سیّد رشید الدین صاحب کی تصدیق

دوسرے سجادہ نشین سیّد رشید الدین صاحب العَلَم سندھی تھے۔جنہوں نے آپکی تصدیق کی ۔انہوں نے بھی حضرت اقدس کو عربی زبان میں خط لکھا جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو عالم کشف میں دیکھا۔پس میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ !(ﷺ) یہ شخص جو مسیح موعودؑ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا ہے یا مفتری ہے یا صادق ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور میں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔اب بعد اس کے ہم آپ کے امور میں شک نہیں کریں گے۔اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ نہیں ہوگا اور جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم وہی کریں گے۔پس آپ اگر یہ کہو کہ ہم امریکہ میں چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے۔اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے اور انشاء اللہ ہمیں وفادار پاؤ گے۔'' (بحوالہ ضمیمہ انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد نمبر ۱۱ صفحہ ۶۰)

مولوی غلام دستگیر قصوری سے مباہلہ

مولوی غلام دستگیر قصوری نے حضرت مسیح موعودؑ کے مباہلہ کے چیلنج کے بعد ۱۸۹۷ء میں حضرت اقدس کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔مگر ساتھ ہی یہ شرط لگا دی کہ اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو عین میدان مباہلہ میں ہی مجھ پر عذاب نازل ہونا چاہیے۔حضرت اقدس نے اس کے جواب میں ۱۵ جنوری ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ مباہلہ کا مسنون طریق وہ ہے جو آنحضرت ﷺ نے نجران کے عیسائیوں سے مباہلہ کے وقت اختیار کیا تھا۔اور وہ یہ تھا کہ اگر وہ مقابلہ پر آتے تو ایک سال کے اندر اندر ہلاک ہو جاتے۔ظاہر ہے کہ مباہلہ کا یہ ایک مسنون طریق تھا جس کی

اتباع مولوی غلام دستگیر قصوری کے لئے واجب تھی۔ مگر انہوں نے اس مسنون طریق سے انحراف اختیار کیا۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے مباہلہ کے اسی مسنون طریق اور اپنے الہام کے موافق مولوی غلام دستگیر قصوری کو درج ذیل چیلنج دیا۔

''اب حاصل کلام یہ ہے کہ میں خدا تعالیٰ کے الہام کے موافق ایک سال کا وعدہ کرتا ہوں۔ اگر مولوی صاحب کے نزدیک یہ وعدہ خلاف سنت ہے تو کوئی ایسی صحیح حدیث پیش کریں جس سے سمجھا جائے کہ فوری عذاب مباہلہ کیلئے شرط ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ فوراً کاذب یا مکذّب کے صدق کا اثر فریق ثانی پر ظاہر ہو۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ ۲۹۸)

مگر مولوی غلام دستگیر صاحب کو مذکورہ چیلنج کے مطابق کوئی حدیث پیش کرنے کی توفیق نہ مل سکی ۔مگر اس کے باوجود اس مسنون طریق سے انحراف اختیار کر کے اپنے لئے ہلاکت کی ایک اور راہ تجویز کر لی اور وہ یہ کہ انہوں نے ۱۳۱۵ ہجری میں ایک کتاب'' **فتح رحمانی** ''لکھی۔ جس میں تجویز کیا کہ:۔

'' **اللّٰھم یا ذاالجلال والاکرام یا مالک الملک** جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مجمع البحار کی دعا اور سعی سے اُس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑہ غرق کیا۔ (جو اُن کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا) ویسا ہی دعا اور التجاء اس فقیر قصوری کان اللہ لہ کی ہے۔ جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع مساعی ہے۔ کہ تو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ النصوح کی توفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو اُن کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا۔ **فقطع دابر القوم الذین ظلموا والحمد للہ رب العٰلمین . انک علیٰ کل شئی قدیر .وبا الاجابۃ جدیر امین** ۔یعنی جو لوگ ظالم ہیں وہ جڑ سے کاٹے جائیں گے۔ اور خدا

کے لئے حمد ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے۔“

(فتح رحمانی صفحہ ۲۷،۲۶)

مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی اس کتاب کی نسبت یہ بھی لکھا تھا کہ ” تبّاًلہٗ و الاتباعہٖ “ یعنی وہ اور اس کے پیرو ہلاک ہو جائیں ۔ خدا کی قدرت کہ جو طریق فیصلہ مولوی غلام دستگر قصوری نے چاہا تھا ۔ اس دعا کے بعد اُسی کے مطابق چند روز کے اندر اندر خود طاعون کا شکار ہو گئے ۔ اب کیا مولوی غلام دستگیر قصوری کی کوئی قابل قدر یادگار باقی ہے؟ ہرگز نہیں ۔

مولوی غلام دستگیر قصوری کو یہ شوق پیدا ہوا تھا کہ جس طرح امام محمد طاہر نے ایک جھوٹے مسیح پر بد دعا کی تھی اور خدا تعالیٰ نے اس کو ہلاک کر دیا تھا ۔ اسی طرح میرے بد دعا کرنے پر خدا تعالیٰ میرے زمانہ کے مدعی مہدویت کو ہلاک کر دے گا ۔ مگر ہوا یہ کہ اس بد دعا کے بعد چند دن کے اندر اندر خود ہی ہلاک ہو گئے ۔

دعوت مباہلہ کے مخاطب علماء کا انجام

حضرت مسیح موعودؑ نے دعوت مباہلہ کے مخاطب علماء کا انجام بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

” میں نے اپنے رسالہ انجام آتھم میں بہت سے مخالف مولویوں کا نام لیکر مباہلہ کی طرف بُلایا تھا اور صفحہ 66 رسالہ مذکور میں یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی اِن میں سے مباہلہ کرے تو میں دُعا کروں گا کہ ان میں سے کوئی اندھا ہو جائے اور کوئی مفلوج اور کوئی دیوانہ اور کسی کی موت سانپ کاٹنے سے ہو اور کوئی بے وقت موت سے مر جائے اور کوئی بے عزت ہو اور کسی کو مال کا نقصان پہنچے ۔ پھر اگرچہ تمام مخالف مولوی مرد میدان بن کر مباہلہ کیلئے حاضر نہ ہوئے مگر پس پشت گالیاں دیتے رہے اور تکذیب کرتے رہے ۔ چنانچہ ان میں سے رشید احمد گنگوہی نے صرف لعنۃ اللہ علیٰ الکاذبین نہیں کہا بلکہ اپنے ایک اشتہار میں مجھے شیطان کے نام سے پکارا ہے ۔ آخر نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تمام بالمقابل مولویوں میں سے جو باون تھے آج تک صرف بیس زندہ ہیں اور وہ بھی کسی نہ

کسی بلا میں گرفتار۔ باقی سب فوت ہوگئے ۔ مولوی رشید احمد اندھا ہوا۔ اور پھر سانپ کے کاٹنے سے مرگیا جیسا کہ مباہلہ کی دُعا میں تھا۔ مولوی شاہ دین دیوانہ ہو کر مرگیا۔ مولوی غلام دستگیر خود اپنے مباہلہ سے مرگیا اور جو زندہ ہیں اُن میں سے کوئی بھی آفات متذکرہ بالا سے خالی نہیں حالانکہ ابھی انہوں نے مسنون طور پر مباہلہ نہیں کیا تھا''۔

(حقیقۃ الوحی جلد۲۲ صفحہ۳۱۳)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:۔

''اس مباہلہ پر آج کے دن تک بارہ برس اور تین مہینے اور کئی دن گذر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد اکثر لوگوں نے زبان بند کر لی اور جو بدزبانی سے باز نہ آئے ۔ اُن میں سے بہت کم ہونگے ۔جنہوں نے موت کا مزہ نہ چکھا ۔ یا کسی ذلت میں گرفتار نہیں ہوئے ۔ چنانچہ نذیر حسین دہلوی جوان کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اوّل المدعوین ہے اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دُنیا سے گزر گیا۔ رشید احمد گنگوہی جس کا نام دعوت مباہلہ کے صفحہ ۶۹ میں درج ہے ۔ مباہلہ کی دعوۃ اور بددُعا کے بعد اندھا ہوگیا اور پھر سانپ کے کاٹنے سے مرگیا اور مولوی عبدالعزیز لدھیانوی جس کا ذکر بھی اسی صفحہ ۶۹ میں ہے بعد دعوت مباہلہ اس دنیا کو چھوڑ گئے ۔ اور ایسا ہی مولوی غلام رسول عرف رسل بابا جس کا ذکر دعوت مباہلہ کے صفحہ ۷۰ میں ہے ۔ بعد دعوت مباہلہ اور بددُعا مذکورہ بالا کے بمقام امرتسر طاعون سے مرگیا۔ ایسا ہی مولوی غلام دستگیر قصوری جس کا ذکر اسی کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۷۰ میں ہے اور جس نے خود بھی اپنا مباہلہ اپنی کتاب فیض رحمانی میں شائع کیا تھا۔ وہ کتاب کی تالیف کے ایک ماہ بعد مرگیا اور اسکی موت کا یہی سبب نہیں کہ میں نے انجام آتھم کے صفحہ ۶۷ میں یعنی اس کی سترھویں سطر میں اس پر اور دوسرے مخالفوں پر جو شرارتوں سے باز نہ آویں اور نہ مباہلہ کریں بددُعا کی تھی اور اُن پر خدا کا عذاب چاہا تھا بلکہ اس کا اپنا مباہلہ بھی اس کی موت کا سبب ہوگیا کیونکہ اس نے میرا اور اپنا ذکر

کر کے خدا تعالیٰ سے ظالم کی بیخ کنی ہونی چاہی تھی سواس کے چند روز ہی کے بعد اس کی بیخ کنی ہوگئی اور اسی صفحہ ۷۰ میں مولوی اصغر علی نام درج ہے وہ بھی اس وقت تک بدگوئی سے باز نہ آیا جب تک خدا تعالیٰ کے قہر سے ایک آنکھ اُس کی نکل گئی۔ایسا ہی اس مباہلہ کی فہرست میں مولوی عبدالمجید دہلوی کا ذکر ہے جو فروری ۱۹۰۷ء میں بمقام دہلی ہیضہ سے گزر گیا۔ایسا ہی اور بہت سے لوگ تھے جو علماء یا سجادہ نشین کہلاتے تھے اور بعد اس دعوت مباہلہ کے بدگوئی اور بدزبانی سے باز نہیں آئے تھے اس لئے خدا تعالیٰ نے بعض کو تو موت کا پیالہ پلا دیا اور بعض طرح طرح کی ذلّتوں میں گرفتار ہو گئے اور بعض اس قدر دُنیا کے مکر اور فریب اور دُنیا طلبی کے گندے شغل میں گرفتار ہوئے کہ حلاوت ایمان اُن سے چھین لی گئی۔ایک بھی اس بددعا کے اثر سے محفوظ نہیں رہا۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی جلد۲۲ صفحہ ۴۵۴ تا ۴۵۵)

مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مباہلہ کا چیلنج

اس سے پہلے ''انجام آتھم'' میں مندرج وہ دعوت مباہلہ درج کی جا چکی ہے جو حضرت اقدس نے علماء اور سجادہ نشینوں کو دی تھی اس چیلنج میں ہندوستان کے علماء میں سے ۵۸ مشہور علماء اور صوفیاء میں سے ۴۹ معروف صوفیاء کے نام درج کر کے انہیں مباہلہ کیلئے بلایا تھا اور علماء کے ناموں میں سے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا نام بھی گیارہویں نمبر پر تھا۔اور جس طرح تمام علماء کو مباہلہ کے لئے میدان میں آنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی اسی طرح مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی۔مگر اس معاملہ میں اور تمام علماء سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو یہ امتیاز خاص طور حاصل ہے کہ وہ بعض علماء کی طرح دو ایک بار مباہلہ کرنے سے متعلق رکیک اور کمزور عذرات پیش کر کے خاموش نہیں ہوئے بلکہ جو دورنگی چال انہوں نے اختیار کی تھی اس پر چلتے رہے اور

کبھی اس سے علیحدگی نہیں کی اور وہ چال یہ تھی کہ دل سے تو ہرگز نہیں چاہتے تھے کہ حضرت اقدس کے ساتھ مباہلہ کی نوبت آئے مگر لوگوں پر ظاہر یہی کرنا چاہتے تھے کہ میں مباہلہ کے لئے بالکل تیار ہوں۔ کبھی تو اپنے ہمخیالوں کی اس پرسش پر کہ آپ مباہلہ کیوں نہیں کرتے آپ کو ضرور مباہلہ کرنا چاہئے وہ مباہلہ پر آمادگی ظاہر کر دیا کرتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی ترنگ میں آ کر مباہلہ مباہلہ کا شور مچا دیتے تھے۔ لیکن جب حضرت اقدس کی طرف سے جواب دیا جاتا تو ہمیشہ مختلف حیلوں بہانوں سے فرار اختیار کر جاتے۔ مگر ایک دفعہ دوستوں کے اصرار پر ایک دوست کو مباہلہ پر آمادگی سے متعلق ایک تحریر بھی لکھ کر بھیج دی۔ وہ تحریر جب حضرت اقدس تک پہنچی تو حضور نے اپنی زیر تالیف کتاب ''اعجاز احمدی'' میں فرمایا۔

''مَیں نے سُنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر مَیں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ مَیں اِس طور کے فیصلہ کیلئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی مَیں اور وہ یہ دُعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مَر جائے اور نیز یہ بھی خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ اعجاز المسیح کی مانند کتاب تیار کرے جو ایسی ہی فصیح بلیغ ہو اور انہیں مقاصد پر مشتمل ہو۔ سو اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ خواہشیں دل سے ظاہر کی ہیں نفاق کے طور پر نہیں تو اس سے بہتر کیا ہے اور وہ اس اُمّت پر اِس تفرقہ کے زمانہ میں بہت ہی احسان کرینگے کہ وہ مردِ میدان بن کر ان دونوں ذریعوں سے حق و باطل کا فیصلہ کر لیں گے۔ یہ تو انہوں نے اچھی تجویز نکالی اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے۔''

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

آگے چل کر حضور لکھتے ہیں

''اگر اس چیلنج پر وہ (مولوی ثناء اللہ صاحب) مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے

مرجائے تو ضرور وہ پہلے مرینگے‘‘ (اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۸)

مولوی صاحب نے حضرت اقدس کی یہ کتاب شائع ہو جانے پر اپنے مباہلہ کیلئے تحریر لکھنے کا تو کوئی ذکر نہ کیا اور حضرت اقدس کی تحریر کے جواب میں صرف یہ لکھ دیا کہ۔

’’چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں اور نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کرسکتا۔‘‘

(الہامات مرزا۔ باردوم صفحہ ۸۸ مطبوعہ ۱۹۰۴ء مطبع امرتسر)

لیکن باوجود اس کے کچھ مدت کے بعد مولوی صاحب نے پھر لکھا کہ:۔

’’البتہ آیت ثانیہ (**قل تعالوا ندع ابناء نا**) پر عمل کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔ میں اب بھی ایسے مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ جو آیت مرقومہ سے ثابت ہے جسے مرزا صاحب نے خود تسلیم کیا ہے۔‘‘ (اہل حدیث ۲۳ جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

مولوی صاحب کی اس تحریر کے بعد حضرت اقدس نے فروری میں قادیان کے آریوں کے مقابلہ میں اپنی کتاب ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ شائع فرمائی۔ اور اس میں لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کو بالمقابل قسمیں کھانے کے لئے بلایا۔ تو اس رسالہ کی ایک جلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کو بھی بھیجی گئی جس کے متعلق ایڈیٹر صاحب الحکم نے لکھا کہ:۔

’’اس رسالہ کی ایک جلد مولوی ثناء اللہ امرتسری کو بھی بھیجی گئی ہے۔ قادیان کے آریوں نے حضرت مرزا صاحب کے جو نشانات دیکھ کر تکذیب کی اور کر رہے ہیں اس رسالہ میں ان سے مباہلہ کر دیا ہے .... اور ثناء اللہ نے کوئی نشان صداقت بطور خارق عادت اگر نہیں دیکھا ہے تو وہ بھی قسم کھا کر پرکھ لے تا معلوم ہو کہ خدا تعالیٰ کس کی حمایت کرتا اور کس کی قسم کو سچا کرتا ہے۔‘‘ (الحکم ۱۷۔ مارچ ۱۹۰۷ء)

ایڈیٹر صاحب الحکم کی اس تحریر کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ:۔

''مرزائیو۔ سچے ہو تو آؤ۔ اور اپنے گرو کو بھی ساتھ لاؤ۔ وہی عیدگاہ امرتسر تیار ہے جہاں تم ایک زمانہ میں صوفی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کر کے آسمانی ذلت اٹھا چکے ہو اور امرتسر نہیں تو بٹالہ میں آؤ۔ سب کے سامنے کارروائی ہو گی۔ مگر اس کے نتیجہ کی تفصیل اور تشریح کرشن قادیانی سے پہلے کرا دو۔ اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ۔ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے۔''

(اہلحدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء)

مولوی ثناء اللہ صاحب کی مندرجہ بالا تحریر جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے علم میں آئی تو حضور نے حضرت مفتی محمد صادق صاحب سے اس کا جواب لکھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب نے لکھا کہ۔

''اس مضمون کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو منظور کر لیا ہے۔ وہ بے شک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوی میں جھوٹا ہے اور بے شک یہ کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنت اللہ علی الکاذبین۔ اور اس کے علاوہ ان کو اختیار ہے کہ اپنے جھوٹے ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہیں مانگیں۔ ....

حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے .... اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے ہو گا جس میں ہم یہ ظاہر کریں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج کو منظور کر لیا ہے .... ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نے کوئی حیلہ جوئی کر کے اس مباہلہ کو اپنے سر سے نہ ٹال دیا تو پھر خدا تعالیٰ بالضرور مولوی مذکور کے متعلق کوئی ایسا نشان ظاہر کرے گا جو صدق و کذب کی پوری

تمیز کردے گا۔امید ہے کہ اب مولوی ثناء اللہ کو اس خود تجویز کردہ مباہلہ سے گریز کی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت نہ محسوس ہوگی۔'' (بدر ۴/ اپریل ۱۹۰۷ء)

حضرت اقدس کی طرف سے حضرت مفتی صاحب کے اس جواب کے بعد مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کی طرف سے ۱۲/ اپریل اور ۱۹/ اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچے جو یکجائی طور پر ۱۹/ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئے ان میں مولوی صاحب نے پھر یہ لکھا کہ۔

''میں نے آپ کو مباہلہ کے لئے نہیں بلایا۔ میں تو قسم کھانے پر آمادگی کی ہے مگر آپ اس کو مباہلہ کہتے ہیں۔حالانکہ مباہلہ اس کو کہتے ہیں کہ فریقین مقابلہ پر قسمیں کھائیں۔ میں نے حلف اٹھانا کہا ہے۔مباہلہ نہیں کہا۔قسم اور ہے اور مباہلہ اور ہے۔'' (اہلحدیث ۱۹/ اپریل ۱۹۰۷ء)

جب مولوی صاحب کی اپنی تحریروں سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ آپ مباہلہ پر آمادگی تو ظاہر فرماتے جائیں گے مگر میدان مباہلہ میں کبھی نہیں آئیں گے تو حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی کی طباعت کا انتظار ضروری نہ سمجھتے ہوئے اپنی طرف سے ''مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ'' کے عنوان سے دعائے مباہلہ شائع کر دیا اور یہ چاہا کہ مولوی صاحب جواباً اس تحریر کے نیچے جو چاہیں اپنی طرف سے دعائے مباہلہ کے طور پر لکھ کر اپنے اخبار میں شائع کردیں۔ چنانچہ حضرت اقدس کی وہ دعا درج ذیل ہے۔

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

''بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ

مدت سے آپ کے پرچہ اہلحدیث میں میری تکذیب و تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتری ہے۔ میں نے آپ

سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کیا ہے۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں۔اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور ان تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں کہ جن سے بڑھ کر کوئی لفظ سخت نہیں ہوسکتا۔اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ اپنے ہر ایک پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا۔کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ سنت اللہ کے موافق آپ مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون، ہیضہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئی تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔یہ کسی الہام یا وحی کی بناء پر پیشگوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک! میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر۔اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔آمین۔مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان

تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں۔تو کمال عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ وغیرہ امراض مہلکہ سے۔بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔آمین یارب العالمین۔

میں ان کے ہاتھ سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا۔مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی۔وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کے لئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے اور انہوں نے ان تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت **لاتقف مالیس لک بہ علم** پر بھی عمل نہیں کیا اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا۔اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا ہے کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناءاللہ ان تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے ہاتھ سے بنائی ہے۔اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما۔اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔آمین ثم آمین۔**ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق وانت خیر الفاتحین**۔آمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم۔عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ۔مرقومہ ۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ"

حضرت اقدس کی اس دعائے مباہلہ کو مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اخبار ۲۶؍اپریل ۱۹۰۷ء میں نقل کر کے اس کے نیچے سب سے پہلے تو اپنے نائب ایڈیٹر سے یہ لکھوایا کہ:۔

"آپ اس دعوی میں قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں۔قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا تعالیٰ کی طرف سے مہلت ملتی ہے سنو. **من كان فى الضللة فليمدد له الرحمن مدا** (مریم: ۷۶) **وانما نملى لهم ليزدادوا اثما** (آل عمران: ۱۷۹) اور **ويمدهم فى طغيانهم يعمهون** (بقرہ: ۱۶) آیات تمہارے اس دجل کی تکذیب کرتی ہیں اور سنو! **بل متعنا هؤلاء و آباء هم حتى طال عليهم العمر**۔ جن کے صاف یہی معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے دغا باز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تا کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔ پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتلاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی۔ کیوں نہ ہو دعویٰ تو مسیح کرشن اور محمد احمد بلکہ خدائی کا ہے اور قرآن میں یہ لیاقت۔**ذلک مبلغهم من العلم**۔(نائب ایڈیٹر)"

اور اس تحریر کے متعلق بعد میں اہلحدیث ۳۱؍جولائی ۱۹۰۷ء میں لکھا کہ "میں اس کو صحیح جانتا ہوں۔"

اس کے بعد مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے خود حضرت اقدس کی تحریر دعائے مباہلہ کے نیچے اپنی تحریر دعائے مباہلہ درج کرنے کی بجائے لعن طعن، دشنام دہی، بدزبانی دریدہ دہانی، لغو گوئی

اور مغالطہ دہی سے بھری ہوئی ایک تحریر درج کر دی جس کا خلاصہ مضمون درج ذیل ہے۔

۱۔ اول اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی گئی اور بغیر منظوری کے اس کو شائع کر دیا

۲۔ یہ کہ اس مضمون کو بطور الہام کے شائع نہیں کیا گیا بلکہ محض دعا کے طور پر ہے جس سے یہ تحریر کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔

۳۔ میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔ اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے؟

۴۔ خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت میں نہ پڑے۔ مگر اب کیوں آپ میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔

۵۔ مختصر یہ کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق حلف اٹھانے کو تیار ہوں اگر تم اس حلف کے نتیجے سے مجھے اطلاع دو۔ اور یہ تحریر مجھے منظور نہیں۔ اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔

۶۔ خدا تعالیٰ جھوٹے، دغا باز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تا کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔

(خلاصہ جواب امرتسری صاحب از اخبار اہلحدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء)

مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے مذکورہ بالا جواب سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب نے حضرت اقدس کے تجویز کردہ فیصلہ کو کہ ”جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو“ قبول نہیں کیا تھا اور اسے بے نتیجہ قرار دیا تھا اور یہاں تک لکھ دیا کہ۔

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سچے نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال فرما گئے اور مسیلمہ کذاب کاذب ہونے کے صادق کے پیچھے مرا۔“

(مرقع قادیانی ۹/اگست ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

پس مولوی صاحب کی مندرجہ بالا تمام تحریرات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مولوی صاحب نے اس چیلنج کو قبول کرنے سے واضح انکار کر دیا اور پہلے کی طرح مقابل پر آنے کی راہ فرار اختیار کی۔ لہذا اب یہ چیلنج فیصلہ کن نہ رہا اور فیصلہ کے اعتبار سے اس کی کچھ حیثیت باقی نہ رہی۔

اگر مولوی صاحب جرأت کر کے مباہلہ کر لیتے تو یقیناً وہ حضرت اقدس سے پہلے مرتے مگر چونکہ انہوں نے نجران کے عیسائیوں کی طرح مباہلہ سے گریز کیا اس لئے وہ حضور کی زندگی میں مرنے سے بچ گئے۔ اور اپنے تسلیم کردہ اصول کی رو سے ''جھوٹے، دغاباز، مفسد اور نافرمان لوگوں'' کی طرح لمبی عمر دیئے گئے تا کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔

حضرت اقدس کا وصال اور علماء کا پروپیگنڈا

عجیب بات ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں تو یہ طریق فیصلہ کن نہ تھا لیکن جب حضرت اقدس کی وفات آپ کے اپنے الہامات کے مطابق ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو وقوع میں آ گئی تو اب مولوی صاحب اور ان کے ساتھیوں نے یہ پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ مرزا صاحب کا پہلے فوت ہو جانا ان کے کذب کی دلیل ہے۔ اور اب مولوی صاحب کے نزدیک ۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء والا خط فیصلہ کن بن گیا۔ حالانکہ وہ پہلے لکھ چکے تھے کہ۔ ''اسے کوئی دانا منظور نہیں کر سکتا۔''

اب یہ فیصلہ کرنا سلیم الفطرت اصحاب پر منحصر ہے کہ مولوی صاحب کی پہلی تحریریں دانائی پر مشتمل تھیں یا بعد کی تحریریں دانائی پر مشتمل ہیں۔ چونکہ مولوی صاحب نے ''دعائے مباہلہ کے چیلنج'' کو قبول کرنے سے انکار کر دیا اس لئے اب اس خط کو فیصلہ کن قرار دینا درست نہیں۔ کیونکہ اگر اس کے مطابق فیصلہ ہو جاتا اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی وفات پہلے ہو جاتی تو ان کے ہوا خواہ فوراً یہ کہہ سکتے تھے کہ ہمارے مولوی صاحب نے تو اس طریق فیصلہ کو مانا ہی نہیں۔ لہذا یہ کیسے حجت ہو سکتا ہے؟

ایک اعتراض

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال پر مولویوں کے غلط پروپیگنڈا کے جواب میں جب علماء سلسلہ نے اس پہلو سے مولویوں کا تعاقب کیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے تو اس چیلنج کو قبول ہی نہیں کیا جبکہ مباہلہ میں فریقین کی شمولیت لازمی ہے۔ پس اس صورت میں یہ چیلنج کسی فریق کیلئے بھی قابل حجت نہ رہا۔ اس پر مولویوں نے یہ پہلو اختیار کیا کہ

''۱۵؍اپریل ۱۹۰۷ء والے اشتہار کی تحریر دعائے مباہلہ نہ تھی بلکہ یک طرفہ دعا تھی جس کی قبولیت کے متعلق مرزا صاحب کو ۱۴؍اپریل ۱۹۰۷ء کو یہ الہام بھی ہو چکا تھا اجیب دعوۃ الداع۔ اس الہام کے باوجود مرزا صاحب کی پہلے وفات آپ کے جھوٹا ہونے کا واضح ثبوت ہے۔'' (محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۴۴۲)

جواب

مولویوں کا یہ اعتراض درج ذیل وجوہ کی بناء پر غلط ہے۔

اول۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعائے مباہلہ والے اشتہار کا عنوان ''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ'' تھا۔ اس عنوان میں لفظ ''آخری فیصلہ'' صاف بتا رہا ہے کہ یہ دعائے مباہلہ تھی کیونکہ لفظ ''آخری فیصلہ'' مذہبی رنگ میں مباہلہ کے لئے ہی بولا جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس لفظ کو اسی مفہوم میں استعمال فرمایا ہے (اربعین نمبر۴ صفحہ ۱۱) بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب کے قلم سے بھی اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو انہی معنوں میں استعمال کروایا ہے۔ چنانچہ خود مولوی صاحب آیت مباہلہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''ایسے لوگوں کو جو کسی دلیل کو نہ جانیں، کسی علمی بات کو نہ سمجھیں، بغرض بدرا بدر باید رسا کرد۔ کہ آؤ ایک آخری فیصلہ بھی سنو۔ ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے، اپنی بیٹیاں

اور تمہاری بیٹیاں اپنے بھائی بند نزدیکی اور تمہارے بھائی بند نزدیکی بلالیں۔ پھر عاجزی سے جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ خدا خود فیصلہ دنیا میں ہی کر دے گا۔ جو فریق اس کے نزدیک جھوٹا ہوگا دنیا میں برباد اور مورد عذاب ہوگا''۔

(تفسیر ثنائی جلد ا صفحہ ۴۰ مطبوعہ ۱۳۱۴ھ مطبع چشم نور امرتسر مصنفہ مولوی ثناء اللہ امرتسری)

دوم۔ اس اشتہار میں یہ بھی تحریر کیا گیا کہ۔

''میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت لمبی عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔''

یہ الفاظ اور طریق فیصلہ صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہ اشتہار دعا کا مباہلہ ہے۔ کیونکہ یہ قانون مباہلہ کی صورت میں ہی چسپاں ہوسکتا ہے۔ واقعات کی رو سے بھی اور مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک بھی اور خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بھی یہی مذہب ہے جیسا کہ حضور نے ایک غیر احمدی کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ:۔

''یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ وہ کونسی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے۔ مسیلمہ کذاب نے تو مباہلہ کیا ہی نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اتنا فرمایا تھا کہ اگر تو میرے بعد زندہ بھی رہا تو ہلاک کیا جائے گا۔ سو ویسا ہی ظہور میں آیا۔ مسیلمہ کذاب تھوڑے ہی عرصہ بعد قتل کیا گیا۔ اور پیشگوئی پوری ہوئی۔ یہ بات کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے .... ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں تو وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے ساتھ مباہلہ کرنے والوں کا

حال ہو رہا ہے۔''

(الحکم ۱۰/۱اکتوبر ۱۹۰۷ء)

لہٰذا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تحریرات سے ماننا پڑے گا کہ یہ اشتہار دعا کے مباہلہ کا تھا نہ کہ یکطرفہ دعا۔

جس طرح اشتہار کی اندرونی شہادت بتا رہی ہے کہ یہ دعائے مباہلہ تھی، اسی طرح بیرونی شہادتوں سے بھی ظاہر ہے کہ یہ دعا یکطرفہ دعا نہ تھی۔ چنانچہ اس دعا کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا کہ۔

''اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی گئی۔ اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔''

(اہلحدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء)

ان الفاظ سے ہر عقلمند انسان بخوبی یہ سمجھ سکتا ہے کہ مولوی صاحب نے خود بھی اس اشتہار کو یکطرفہ دعا نہیں سمجھا ورنہ منظوری نہ لینے کا اعتراض کیا معنی رکھتا ہے؟ اور اس کی اشاعت بغیر منظوری پر معترض ہونے کی وجہ کیا؟ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب خود بھی اس دعا کو یکطرفہ دعا سمجھتے تھے جیسا کہ مولوی صاحب نے خود متعدد مقامات پر اس اشتہار کو مباہلہ کا اشتہار قرار دیا ہے۔ بطور نمونہ حسب ذیل حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ''کرشن قادیانی نے ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء کو میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا۔''

(مرقع قادیانی جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۸)

۲۔ ''مرزا جی نے میرے ساتھ مباہلہ کا ایک طولانی اشتہار دیا تھا۔''

(مرقع قادیانی دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

۳۔ ''وہ اپنے اشتہار مباہلہ ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء میں چیخ اٹھا تھا کہ اہلحدیث نے میری عمارت کو ہلا دیا ہے۔'' (اہلحدیث ۱۹/جون ۱۹۰۸ء)

کیا اس قدر تصریح کے باوجود اس اشتہار کو اشتہار مباہلہ کی بجائے یک طرفہ دعا قرار دینا دیانتداری کا خون کرنا نہیں؟

چہارم۔ اخبار اہلحدیث میں اشتہار ۱۵/اپریل پر بہت کچھ لکھنے کے بعد مولوی صاحب بطور خلاصہ اپنا جواب باین الفاظ لکھتے ہیں۔

''تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔''

(اہلحدیث ۲۶/اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ الفاظ کھلے طور پر اس بات کی دلیل ہیں کہ مولوی صاحب نے اسے دعائے مباہلہ ہی سمجھا تھا اور اس کی نامنظوری کو علامت دانائی قرار دیا تھا۔ جہاں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ۱۴/اپریل ۱۹۰۷ء کے ایک الہام اجیب دعوۃ الداع اذا دعان کا تعلق ہے اس الہام کا مطلب یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق ۱۴/اپریل ۱۹۰۷ء سے پہلے جو کچھ لکھا جا چکا ہے اس کے مطابق اگر وہ اس فیصلہ پر مستعد ہوئے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے تو وہ ضرور پہلے مریں گے۔ مگر وہ تو اس پر مستعد ہی نہ ہوئے۔ پس اس الہام کا تعلق پہلی تحریروں سے ہے جو مولوی صاحب کے متعلق لکھی گئی تھیں۔ ان کے مطابق اگر مباہلہ وقوع میں آ جاتا تو پھر دونوں فریق میں سے کسی کی ہلاکت اس کے خلاف فیصلہ کن ہوتی۔

اعتراض

مولف محمدیہ پاکٹ بک لکھتا ہے۔

''مرزا صاحب کے رفیق خاص اور اخبار بدر قادیان کے ایڈیٹر مفتی محمد صادق صاحب نے بھی اخبار بدر ۱۳/جون ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب کے اشتہار ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ بعنوان ''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ'' کو مباہلہ قرار نہیں دیا بلکہ اسے یکطرفہ دعا کر کے فیصلہ کا ایک طریق قرار دیا ہے۔ جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔

''آپ کا کارڈ مرسلہ ۱۲/جون ۱۹۰۷ء حضرت مسیح موعود کی خدمت میں پہنچا جس میں آپ نے ۴/اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر کا حوالہ دے کر جس میں قسم کھانے والا مباہلہ بعد ''حقیقۃ الوحی'' موقوف رکھا گیا ہے۔ حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ مانگا۔ اس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا جبکہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا۔ (اب) مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ اس واسطے مباہلہ (سابقہ) کے ساتھ جو مشروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ قرار پانے کے منسوخ ہوئے۔ لہٰذا آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

پس اس تحریر سے بھی ثابت ہوا کہ آخری فیصلہ والا اشتہار مباہلہ نہیں بلکہ دعا ہے جس کے بعد کسی اور مباہلہ کی ضرورت ہی نہیں رہی۔''

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۶۲۰ مطبوعہ ۱۹۱۷ء بار پنجم)

جواب

اخبار بدر ۱۲/جون ۱۹۰۷ء کی مندرجہ بالا تحریر جناب حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے اپنے الفاظ ہیں نہ کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے۔ لہٰذا ان کا وہ مفہوم لینا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصریحات بلکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے بیانات کے بھی خلاف ہے درست نہیں۔ اگر اسی مفہوم پر اصرار ہے تو جب اہلحدیث کسی صحابی بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تفسیر تک کو نہیں مانتے (اہلحدیث ۲/اکتوبر ۱۹۳۱ء) تو جماعت احمدیہ پر اس خودساختہ مفہوم کی بنا پر کیونکر اعتراض کر سکتے ہیں۔ بہر حال مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ عذر بھی تار عنکبوت سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔

اعتراض

''مرزا محمود احمد صاحب پسر مرزا غلام احمد قادیان صاحب نے بھی آخری فیصلہ والے اشتہار کو یکطرفہ دعا بلکہ پیشگوئی قرار دیا ہے۔جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔

''ایک اعتراض کیا جاتا ہے اس کا جواب دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ وہ یہ کہ حضرت اقدس کا الہام مولوی ثناء اللہ کے متعلق یہ تھا کہ تیری دعا سنی گئی تو پھر آپ پہلے کیوں فوت ہوئے۔سو اس کا جواب میں اوپر دے آیا ہوں کہ وعید کی پیشگوئیاں ٹل جاتی ہیں۔تو صرف اس وجہ سے کہ اصلاح کی صورت کچھ اور پیدا ہو جاتی ہے۔''

(رسالہ تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء)

اس عبارت سے بھی عیاں ہے کہ آخری فیصلہ دعا تھی جو مقبول ہو گئی۔لہذا بوجہ قبولیت کے پیشگوئی بن گئی مباہلہ نہیں تھا۔''

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۶۶۲ مطبوعہ ۱۹۱۷ء بار پنجم)

جواب

اس اعتراض کے جواب میں ذیل میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ایک تحریری بیان کی نقل پیش کرتے ہیں جو حضور نے ۱۶/مارچ ۱۹۳۱ء کو تحریر فرما کر حافظ محمد حسن صاحب نائب ناظم انجمن اہلحدیث لاہور کے مطالبہ پر انہیں ارسال فرمایا اور وہ یہ ہے۔

''مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلہ پر اس اعلان کے مطابق آتے جو آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے خلاف ۱۹۰۷ء میں کیا تھا تو وہ ضرور ہلاک ہوتے۔اور مجھے یہ یقین ہے، جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر جو میں نے مضمون لکھا تھا اس میں بھی لکھ چکا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ

آخری فیصلہ کے متعلق جو کچھ حضرت مسیح موعودؑ نے لکھا تھا وہ دعائے مباہلہ تھی۔ پس چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کے مقابل پر دعا نہیں کی بلکہ اس کے مطابق فیصلہ چاہنے سے انکار کر دیا وہ مباہلہ کی صورت میں تبدیل نہیں ہوئی۔ اور مولوی صاحب عذاب سے ایک مدت کے لئے بچ گئے۔ میری اس تحریر کے شاہد میری کتاب ''صادقوں کی روشنی'' کے یہ فقرات ہیں۔ ''مگر جبکہ اس کے انکار مباہلہ سے وہ عذاب اور طرح بدل گیا تو اس نے منسوخ شدہ فیصلہ کو پھر دہرانا شروع کر دیا۔ نیز ''اگر وہ یسا کرتا تو خداوند تعالیٰ اپنی قدرت دکھاتا اور ثناء اللہ اپنی گندا دہانیوں کا مزا چکھ لیتا۔ غرض میرا یہ ہمیشہ سے یقین ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعا دعائے مباہلہ تھی لیکن بوجہ اس کے کہ مولوی صاحب نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا وہ دعا مباہلہ نہیں تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس عذاب کے طریق کو بدل دیا۔''

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی ۱۶/۳/۳۱

پس حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی مندرجہ بالا تحریر سے صاف کھل گیا کہ آپ بھی ۱۵/اپریل ۱۹۰۷ء والے اشتہار کو دعائے مباہلہ ہی سمجھتے تھے۔

اعتراض

''مرزا صاحب نے آخری فیصلہ میں کاذب کی موت صادق کے سامنے واقع ہونا لکھی تھی اور ہیضہ طاعون وغیرہ مہلک امراض سے لکھی تھی۔ .... واضح رہے کہ مرزا صاحب کے خسر نواب میر ناصر کا بیان ہے کہ وفات سے ایک روز قبل میں مرزا صاحب سے ملنے گیا تو انہوں نے فرمایا کہ

''میر صاحب مجھ کو وبائی ہیضہ ہو گیا ہے۔'' (حیات نواب میر ناصر صفحہ ۱۴)

(محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۶۶۸، ۶۶۹ مطبوعہ ۱۹۱۷ء بار پنجم)

جواب

یہ احادروایت قابل صحت نہیں کیونکہ یہ واقعات کے صریح خلاف ہے۔ واضح ہو کہ آپ کی وفات آپ کے معالج ڈاکٹر سدرلینڈ پرنسپل میڈیکل کالج لاہور نے اپنے سرٹیفیکیٹ میں لکھا کہ آپ کی وفات اعصابی اسہال کی بیماری سے ہوئی ہے جو اطباء آپ کے معالج تھے وہ سب ڈاکٹر سدرلینڈ کی رائے سے متفق تھے۔ لہذا روایت میں یہ غلطی ہوئی ہے کہ میر ناصر نواب صاحب نے وبائی ہیضہ کے متعلق حضرت اقدس کے استفہامیہ جملے کو جملہ خبریہ سمجھ لیا ہوگا اور آپ یہ فقرہ کہہ ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ لاہور میں ان دنوں وبائی ہیضہ نہ تھا۔

لہذا یہ جملہ بطور نمونہ جملہ خبریہ صحیح نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ یہ ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق نہیں۔ پس آپ کی بیماری کی صحیح تشخیص وہی ہے جو ڈاکٹروں نے کی اور وہ پرانی اعصابی تکلیف کا دورہ تھا جس کے نتیجہ میں اسہال سے آپ کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ثناء اللہ امرتسری کی بے نیل ومرام موت

بلاشبہ مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد چالیس برس کی لمبی مہلت پائی کیونکہ خداتعالیٰ چاہتا تھا کہ مولوی صاحب کو شجر احمدیت کی کامیابی دکھائے تا اس کی موت حسرت کی موت ہو جو دلائل کی موت کے بعد بہت بڑا عذاب ہے۔ سو اس نے کافی مہلت دے کر یہ سارا نقشہ دکھا دیا۔ اس عرصہ میں مولوی صاحب نے اپنا پورا زور سلسلہ احمدیہ کو نابود کرنے میں صرف کر دیا مگر دنیا جانتی ہے کہ مولوی صاحب اس مقصد میں بالکل ناکام ہوئے۔ اس حقیقت کا اعتراف حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے شدید معاند بھی کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ فیصل آباد میں مولوی عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر رسالہ المنبر نے سلسلہ احمدیہ کے شدید معاند ہونے کے باوجود ۱۹۵۶ء میں کھلے بندوں اعتراف کرتے

ہوئے لکھا کہ:۔

''ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمامتر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن یہ حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں اکثر تقوی تعلق باللہ دیانت خلوص علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفرلھم کے بارے میں ہمارا احسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر رسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کیلئے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبار اور رسائل چند دن انہیں اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کاوشوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ سے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں اور دوسری طرف ۵۳ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اسکا ۵۷،۱۹۵۶ء کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو۔''

(المنبر لائل پور۔ ۲۳؍فروری ۱۹۶۵ء)

یہ گواہی ۱۹۶۵ء کی ہے اور آج اللہ کے فضل سے جماعت احمدیہ کا قدم بہت آگے ہے۔

پس مولوی صاحب کی وفات بے نیل ومرام ہوئی۔لہٰذاان کے محض چالیس سال زندہ رہنے سے تواحمدیت کی صداقت اوربھی نمایاں ہوئی۔اے کاش لوگ تدبر سے کام لیں۔

غیر مسلموں کو دعوت مباہلہ

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کا مقابلہ صرف مسلمانوں کے ساتھ ہی نہیں تھا بلکہ آپ جملہ مذاہب کے پیروکاروں کوتوحید کے پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔یہ امر بھی آپ کے مقاصد میں تھا کہ غیر مسلموں پر اسلام کی خوبیاں ظاہر کر کے انہیں دعوت اسلام دیں۔سو علماء اسلام کی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ اس مقصد کو بھی آپ نے ہمیشہ سامنے رکھا اور کبھی بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا۔براہین احمدیہ کی اشاعت سے پہلے بھی آپ نے بیسیوں قیمتی مضامین دیگر مذاہب کے رد میں لکھے۔ان کے ساتھ مباحثات کئے۔ نشانات دکھانے پر آمادگی کا اظہار کیا۔لیکن انہوں نے کوئی بھی فیصلہ کن طریق اختیار نہ کیا۔اب آخری حجت کے طور پر حضرت اقدس نے انہیں بھی دعوت مباہلہ دی۔ چنانچہ آپ نے جملہ مذاہب کے علماء وسکالرز کومباہلہ کے متعدد چیلنج دیئے جو درج ذیل ہیں۔

تمام آریہ کو دعوت مباہلہ

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام اپنی کتاب ''سرمہ چشم آریہ'' میں آریہ کوقرآن اورویدوں کے مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگرکوئی آریہ اس مقابلہ کے لئے تیار نہ ہوتو پھر فیصلہ کا آخری طریق مباہلہ رہ جاتا ہے جس کی طرف ہم آریہ صاحبان کو دعوت دیتے ہیں۔چنانچہ حضرت اقدس نے آریہ مذہب کے سکالرز اور پیروکاروں کومباہلہ کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اور اگر پھر باز نہ آویں تو آخر الحیل مباہلہ ہے جس کی طرف ہم پہلے اشارات کرآئے ہیں۔مباہلہ کے لئے وید خوان ہونا ضروری نہیں ہاں باتمیزاور ایک باعزت

اور نامور آریہ ضرور چاہئے جس کا اثر دوسروں پر بھی پڑ سکے سو سب سے پہلے لالہ مرلیدھر صاحب اور پھر لالہ جیونداس صاحب سیکرٹری آریہ سماج لاہور اور پھر منشی اندرمن صاحب مراد آبادی اور پھر کوئی اور دوسرے صاحب آریوں میں سے جو معزز اور ذی علم تسلیم کئے گئے ہوں مخاطب کئے جاتے ہیں کہ اگر وہ وید کی ان تعلیموں کو جن کو کسی قدر ہم اس رسالہ میں تحریر کر چکے ہیں۔ فی الحقیقت صحیح اور سچے سمجھتے ہیں اور ان کے مقابل جو قرآن شریف کے اصول و تعلیمیں اسی رسالہ میں بیان کی گئی ہیں ان کو باطل اور دروغ خیال کرتے ہیں تو اس بارہ میں ہم سے مباہلہ کر لیں اور کوئی مقام مباہلہ کا برضامندی فریقین قرار پا کر ہم دونوں فریق تاریخ مقررہ پر اس جگہ حاضر ہو جائیں اور ہر یک فریق مجمع عام میں اٹھ کر اس مضمون مباہلہ کی نسبت جو اس رسالہ کے خاتمہ میں بطور نمونہ اقرار فریقین قلم جلی سے لکھا گیا ہے تین مرتبہ قسم کھا کر تصدیق کریں کہ ہم فی الحقیقت اس کو سچ سمجھتے ہیں اور اگر ہمارا بیان راستی پر نہیں تو ہم پر اسی دنیا میں وبال اور عذاب نازل ہو۔ غرض جو جو عبارتیں ہر دو کاغذ و مباہلہ میں مندرج ہیں۔ جو جانبین کے اعتقاد ہیں بحالت دروغ گوئی عذاب مترتب ہونے کے شرط پر ان کی تصدیق کرنی چاہئے اور پھر فیصلہ آسمانی کے انتظار کے لئے ایک برس کی مہلت ہوگی پھر اگر برس گزرنے کے بعد مولف رسالہ ہذا پر کوئی عذاب اور وبال نازل ہوا یا حریف مقابل پر نازل نہ ہوا تو ان دونوں صورتوں میں یہ عاجز قابل تاوان پانسو روپیہ ٹھہرے گا جس کو برضامندی فریقین خزانہ سرکاری میں یا جس جگہ بآسانی وہ روپیہ مخالف کو مل سکے داخل کر دیا جائے گا اور درحالت غلبہ خود بخود اس روپیہ کے وصول کرنے کا فریق مخالف مستحق ہوگا اور اگر ہم غالب آئے تو کچھ بھی شرط نہیں کرتے کیونکہ شرط کے عوض میں وہی دعا کے آثار کا ظاہر ہونا کافی ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد۲ صفحہ ۳۰۰، ۳۰۱)

لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل کو دعوت مباہلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ’’قادیان کے آریہ اور ہم‘‘ میں اپنی بعض پوری ہونے والی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ لالہ شرمپت اور لالہ ملاوامل ان تمام پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے عینی گواہ ہیں۔ اگر وہ انکار کرتے ہیں تو وہ دونوں میرے مقابل پر بطور مباہلہ قسم کھائیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

’’یہ چند پیشگوئیاں بطور نمونہ میں اس وقت پیش کرتا ہوں اور میں خداتعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سب بیان صحیح ہے۔ اور کئی دفعہ لالہ شرمپت سن چکا ہے۔ اور اگر میں نے جھوٹ بولا ہے تو خدا مجھ پر اور میرے لڑکوں پر ایک سال کے اندر اس کی سزا نازل کرے۔ آمین و **لعنة اللہ علی الکاذبین**۔ ایسا ہی شرمپت کو بھی چاہئے کہ میری اس قسم کے مقابل پر قسم کھاوے اور یہ کہے کہ اگر میں نے اس قسم میں جھوٹ بولا ہے تو خدا مجھ پر اور میری اولاد پر ایک سال کے اندر اس کی سزا وارد کرے۔ آمین و **لعنة اللہ علی الکاذبین**.

ایسا ہی ملاوامل کو چاہئے کہ چندروزہ دنیا سے محبت نہ کرے اور اگر ان بیانات سے انکاری ہے تو میری طرح قسم کھاوے کہ یہ سب افترا ہے اور اگر یہ باتیں سچ ہیں تو ایک سال کے اندر میرے پر اور میری تمام اولاد پر خدا کا عذاب نازل ہو۔ آمین و **لعنة اللہ علی الکاذبین**۔‘‘

(قادیان کے آریہ اور ہم۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۴۴۲، ۴۴۳)

سردار جندر سنگھ کو قسم کھانے کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۵ء میں ’’ست بچن‘‘ کتاب لکھی۔ اس کتاب میں

آپ نے حضرت باوانا نکؒ کا سچا مسلمان ہونا ثابت کیا۔اس کتاب کے شائع ہونے کے بعد ایک سکھ سردار جندر سنگھ نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ''خبط قادیانی کا علاج'' رکھا۔اس رسالہ میں اس نے حضرت باوانا نک کے مسلمان ہونے سے انکار کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں۔اور آپ پر بے اصل تہمتیں لگا کر آپ کی شان میں گستاخی کی۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے سردار جندر سنگھ کو اس قضیئے کے حل کیلئے درج ذیل چیلنج دیا۔

''اب فیصلہ اس طرح پر ہوسکتا ہے کہ اگر آپنے اس عقیدہ پر یقین رکھتے ہیں تو ایک مجلس عام میں اس مضمون کی قسم کھاویں کہ درحقیقت باوانا نک دین اسلام سے بیزار تھے اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کو برا سمجھتے تھے اور نیز درحقیقت پیغمبر اسلام نعوذ باللہ فاسق اور بدکار تھے اور خدا کے سچے نبی نہیں تھے۔اور اگر یہ دونوں باتیں خلاف واقعہ ہیں تو اے قادر کرتار مجھے ایک سال تک اس گستاخی کی سخت سزا دے اور ہم آپ کی اس قسم پر پانسو روپیہ ایک جگہ پر جہاں آپ کی اطمینان ہو جمع کرا دیتے ہیں۔پس اگر آپ درحقیقت سچے ہوں گے تو سال کے عرصہ تک آپ کے ایک بال کا نقصان بھی نہیں ہوگا بلکہ مفت پانسو روپیہ آپ کو ملے گا اور ہماری ذلت اور روسیاہی ہوگی۔اور اگر آپ پر کوئی عذاب نازل ہوگیا تو تمام سکھ صاحبان درست ہو جائیں گے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد۲ صفحہ ۳۹۹)

سردار صاحب نے اس چیلنج کا کوئی جواب نہیں دیا۔

عیسائیوں کو مباہلہ کے چیلنج

ڈاکٹر مارٹن کلارک کو مباہلہ کی تجویز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۳ء میں عبداللہ آتھم کے ساتھ مباحثہ سے قبل ڈاکٹر مارٹن کلارک کو یہ تجویز پیش کی کہ منقولی اور معقولی بحث کے علاوہ فریقین کے درمیان مباہلہ بھی ہونا چاہئے۔ تاکہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں قطعی فیصلہ ہو جائے۔ اور یہ بات کھل جائے کہ سچا اور قادر خدا کس کے ساتھ ہے؟ چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے درج ذیل تجویز پیش کی۔

''اس اشتہار کے ذریعہ سے ڈاکٹر صاحب اور ان کے تمام گروہ کی خدمت میں التماس ہے کہ جس حالت میں انہوں نے اس مباحثہ کا نام جنگ مقدس رکھا ہے اور چاہتے ہیں کہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں قطعی فیصلہ ہو جائے اور یہ بات کھل جائے کہ سچا اور قادر خدا کس کا خدا ہے۔ تو پھر معمولی بحثوں سے یہ امید رکھنا طمع خام ہے۔ اگر یہ ارادہ نیک نیتی سے ہے تو اسے بہتر کوئی بھی طریق نہیں کہ اب آسمانی مدد کے ساتھ صدق اور کذب کو آزمایا جائے اور میں نے اس طریق کو بدل و جان منظور کر لیا ہے۔ اور وہ طریق بحث جو منقولی اور معقولی طور پر قرار پایا ہے گو میرے نزدیک چنداں ضروری نہیں مگر تاہم وہ بھی مجھے منظور ہے۔ لیکن ساتھ اس کے یہ ضروریات سے ہوگا کہ ہر ایک چھ دن کی میعاد کے ختم ہونے کے بعد بطور متذکرہ بالا مجھ میں اور فریق مخالف میں مباہلہ واقع ہوگا اور یہ اقرار فریقین پہلے سے شائع کر دیں کہ ہم مباہلہ کریں گے۔ یعنی اس طور سے دعا کریں گے کہ اے ہمارے خدا۔ اگر ہم دجل پر ہیں تو فریق مخالف کی نشان سے ہماری ذلت ظاہر کر۔ اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہماری تائید میں نشان آسمانی ظاہر کر کے فریق مخالف کی ذلت ظاہر فرما اور اس دعا کے وقت

دونوں فریق آمین کہیں گے۔ اور ایک سال تک اس کی میعاد ہوگی۔ اور فریق مغلوب کی سزا وہ ہوگی جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔''

(جنگ مقدس۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۴۸، ۴۹)

عبداللہ آتھم کا ردعمل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مندرجہ بالا مباہلہ کے چیلنج کا ڈاکٹر مارٹن کلارک نے تو کوئی جواب نہ دیا البتہ مسٹر عبداللہ آتھم نے درج ذیل جواب دیا۔

''مباہلات بھی از قسم معجزات ہی ہیں۔ مگر ہم بروئے تعلیم انجیل کسی کے لئے لعنت نہیں مانگ سکتے۔ جناب صاحب اختیار ہیں جو چاہیں مانگیں اور انتظار جواب ایک سال تک کریں۔'' (بحوالہ جنگ مقدس۔ روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۵۶)

ڈاکٹر ڈوئی کو مباہلہ کا چیلنج

امریکہ میں ایک شخص ڈاکٹر جان الیگزنڈر ڈوئی کے نام سے مشہور تھا جس نے ۱۸۹۹ء میں پیغمبر ہونے کا دعوی کیا۔ اور بزعم خود یورپ اور امریکہ کی عیسائی اقوام کی اصلاح اور انہیں سچا عیسائی بنانے کا بیڑا اٹھایا۔ یہ امریکہ کا ایک مشہور اور متمول شخص تھا۔ اس نے ۱۹۰۱ء میں ایک شہر صیہون آباد کیا جو اپنی خوبصورتی وسعت اور عمارات کے لحاظ سے تھوڑے ہی عرصہ میں امریکہ کے مشہور شہروں میں شمار ہونے لگا۔ اس شہر سے ڈاکٹر ڈوئی کا ایک اپنا اخبار ''لیوز آف ہیلنگ' نکلتا تھا۔ اس اخبار نے ڈاکٹر ڈوئی کی شہرت اور نیک نامی کو چار چاند لگا دیئے۔ الغرض ڈاکٹر ڈوئی کو امریکہ میں جلد ہی بہت شہرت کا مقام حاصل ہو گیا۔ یہ شخص اسلام اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بدترین دشمن تھا اور ہمیشہ اس فکر میں رہتا تھا کہ جس طرح بھی ہو سکے اسلام کو صفحہ ہستی سے مٹا دے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جب ڈاکٹر ڈوئی کے دعاوی کا علم ہوا تو آپ

نے ۸/اگست ۱۹۰۲ء کو ایک چٹھی لکھی جس میں حضرت مسیح کی وفات اور سرینگر میں ان کی قبر کا ذکر کرتے ہوئے اسے مباہلہ کا درج ذیل چیلنج دیا۔ اور لکھا کہ۔

''غرض ڈوئی بار بار کہتا ہے کہ عنقریب یہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ بجز اس گروہ کے جو یسوع مسیح کی خدائی مانتا ہے اور ڈوئی کی رسالت۔ اس صورت میں یوروپ اور امریکہ کے تمام عیسائیوں کو چاہئے کہ وہ بہت جلد ڈوئی کو مان لیں تا ہلاک نہ ہو جائیں .... ہم ڈوئی کی خدمت میں بہ ادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کو مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا۔ وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سنائیں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کریں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے''۔

(ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۲ء)

ڈاکٹر ڈوئی نے تو حضرت اقدس کے اس چیلنج کا کوئی جواب نہ دیا مگر امریکہ کے اخبارات نے اس پیشگوئی کا ذکر اچھے ریمارکس کے ساتھ کیا۔ چنانچہ ایک اخبار ''اوگوناٹ'' سان فرانسسکو نے اپنی یکم دسمبر ۱۹۰۲ء کی اشاعت بعنوان ''اسلام و عیسائیت کا مقابلہ دعا'' لکھا کہ۔

''مرزا صاحب کے مضمون کا خلاصہ جو انہوں نے ڈوئی کو لکھا یہ ہے کہ............ ہم میں سے ہر ایک اپنے خدا سے یہ دعا کرے کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے خدا اسے ہلاک کرے۔ یقیناً یہ ایک معقول اور منصفانہ تجویز ہے۔''

جب ڈوئی نے حضور کو کوئی معقول جواب نہ دیا اور مباہلہ پر آمادگی کا اظہار بھی نہ کیا تو حضور نے ۱۹۰۳ء میں چٹھی کے ذریعہ اپنے مباہلہ کے چیلنج کو پھر دہرایا اور لکھا کہ۔

''میں ستر سال کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان

ہے۔لیکن میں نے اپنی عمر کی کچھ پروانہیں کی کیونکہ مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا بلکہ خدا جو احکم الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کرے گا اور اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صیہون پر جلد تر آفت آنے والی ہے۔“

(اشتہار ۲۳/اگست ۱۹۰۳ء ریویو آف ریلیجنز اردو اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۴۳،۱۴۴)

مسیح موعود علیہ السلام کے اس چیلنج کا تذکرہ امریکہ کے بہت سے اخبارات میں ہوا۔ جن میں سے ۲۳/اخبارات کے مضامین کا خلاصہ حضرت اقدس نے تتمہ حقیقۃ الوحی میں درج فرمایا ہے۔ آخر جب پبلک نے ڈوئی کو بہت تنگ کیا اور جواب دینے پر مجبور کر دیا تو اس نے اپنے اخبار کے دسمبر کے پرچے میں لکھا کہ۔

”ہندوستان کا ایک بے وقوف محمدی مسیح مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے اور لوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو کیوں اس شخص کو جواب نہیں دیتا۔ مگر کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔ اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب ڈوئی کی اس گستاخی اور بے ادبی اور شوخی و شرارت کی اطلاع ملی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور اس فیصلہ میں کامیابی کے لئے زیادہ توجہ اور الحاح سے دعائیں کرنا شروع کر دیں۔

اس دوران ڈاکٹر ڈوئی امریکہ و یوروپ میں بہت شہرت اور ناموری حاصل کرتا جا رہا تھا اور صحت کے لحاظ سے بھی وہ بھرے جلسوں میں اکثر اپنی شاندار صحت اور جوانی اور عروج پر فخر کیا کرتا تھا۔ مگر اسلام کا خدا اسے تمام دنیا میں مشہور کرنے کے بعد ذلیل و رسوا کرنا چاہتا تھا تا دنیا کو پتہ لگ جائے کہ خدا کے ماموروں کے مقابلہ پر آنے والوں کا خواہ وہ کتنی ہی عظیم شخصیت کے مالک ہوں کیا حشر ہوتا ہے۔

آخر کار خدائی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ کا غضب اور قہر اس پر عین اس وقت فالج کا حملہ ہوا جبکہ وہ اپنے عالی شان وخوبصورت شہر صیحون میں ہزاروں کے مجمع کو مخاطب کر رہا تھا اور اپنے شہر کے مالی بحران کو دور کرنے کے لئے میکسیکو میں کوئی بہت بڑی جائداد خریدنے کا منصوبہ اپنے مریدوں کے سامنے رکھ رہا تھا تا کہ ان سے قرضہ حاصل کر کے وہ منصوبہ مکمل کرے۔ چنانچہ دوران تقریر ہی خدائے منتقم اور قادر و قیوم نے اسکی اس زبان کو بند کر دیا جس سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بدزبانی کیا کرتا تھا۔ آخر اس نے بحالی صحت کے لئے بہت ہاتھ پاؤں مارے شہر بہ شہر پھر کر علاج کرواتا رہا مگر جس شخص کو وہ صیحون میں اپنا نائب مقرر کر گیا تھا اسی نے بعد میں اعلان کر دیا کہ ڈوئی چونکہ غرور تعلیٰ فضول خرچی اور عیاشی اور لوگوں کے پیسوں پر تعیش کی زندگی بسر کرنے کا مجرم ہے اس لئے اب وہ ہمارے چرچ کی قیادت کرنے کے قطعاً نااہل ہے۔ صیحون شہر اور اس کی رونق بھی آہستہ آہستہ کم ہونے لگی اور ڈوئی پر کئی لاکھ روپے کے غبن کا الزام لگایا گیا۔ اور چرچ سے اس کو کلیۃً بے دخل اور علیحدہ کر دیا گیا جس کے نتیجہ میں اس کی صحت دن بدن اور بھی خراب ہوتی چلی گئی اور بقول اس کے ایک مرید مسٹر لنڈز کے ان دنوں میں نہ صرف فالج بلکہ دماغی فتور اور کئی بیماریوں کا شکار ہو گیا۔ بیماری کے دنوں میں اسے نہ صرف اس کے مریدوں بلکہ اس کے اہل وعیال نے بھی اسے چھوڑ دیا ور صرف دو تنخواہ دار حبشی اس کی دیکھ بھال کرتے اور ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ جس کے دوران اس کے پتھر جیسا بھاری جسم کبھی کبھی ان کے ہاتھوں سے چھوٹ کر زمین پر جا گرتا تھا۔

ڈوئی اس قسم کی ہزاروں مصیبتیں سہتا ہوا آخر ۹/مارچ ۱۹۰۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق نہایت ذلت کی حالت میں اس جہان سے رخصت ہوا۔

تمام پادریوں اور عیسائیوں کو مباہلہ کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبداللہ آتھم کی موت کے متعلق جو پیشگوئی کی اس کے پورا

نہ ہونے کے متعلق عیسائیوں نے کافی پروپیگنڈا کیا۔ چنانچہ حضرت اقدس نے عبداللہ آتھم کی وفات کے بعد ایک کتاب ''انجام آتھم'' لکھی اور اس کتاب میں آتھم کے متعلق پیشگوئی کے پورا ہونے کے عقلی و نقلی دلائل دینے کے بعد فرمایا۔

''اسی لئے میں کہتا ہوں کہ آتھم کے معاملہ میں کسی پادری صاحب یا کسی اور عیسائی کو شک ہو اور خیال کرتا ہو کہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی تو لازم ہے کہ مجھ سے مباہلہ کرے۔ ....غرض ہر ایک فریق ہم میں سے اور عیسائیوں میں سے دعا کرے اس طرح پر کہ اول ایک فریق یہ دعا کرے اور دوسرا فریق آمین کہے اور پھر دوسرا فریق دعا کرے اور پہلا فریق آمین کہے اور پھر ایک سال تک خدا کے حکم کے منتظر رہیں اور میں اس وقت اقرار صالح شرعی کرتا ہوں کہ ان دونوں مباہلوں میں دو ہزار روپیہ ان عیسائیوں کیلئے جمع کرا دوں گا جو میرے مقابل پر مباہلہ کے میدان میں آویں گے یہ کام نہایت ضروری ہے جیسا کہ ہم کہتے ہیں کہ زندہ اور قادر خدا ہمارے ساتھ ہے عیسائی بھی کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ ہے۔''

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۲،۳۳)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی اسی کتاب ''انجام آتھم'' میں مزید آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

''پس یہ روز افزوں جھگڑے کیونکر فیصلہ پاویں۔ مباحثات کے نیک نتیجہ سے تو نومیدی ہو چکی بلکہ جیسے جیسے مباحثات بڑھتے جاتے ہیں ویسے ہی کینے بھی ساتھ ترقی پکڑتے جاتے ہیں۔ سو اس نو اُمیدی کے وقت میں میرے نزدیک ایک نہایت سہل و آسان طریقِ فیصلہ ہے۔ اگر پادری صاحبان قبول کرلیں اور وہ یہ ہے کہ اس بحث کا جو حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے خدا تعالیٰ سے فیصلہ کرایا جائے۔ اور ربانی فیصلہ کیلئے طریق

یہ ہوگا کہ میرے مقابل پر ایک معزز پادری صاحب جو پادری صاحبان مندرجہ ذیل میں سے منتخب کئے جائیں۔ میدان مقابلہ کیلئے جو تراضی طرفین سے مقرر کیا جائے تیار ہوں۔ پھر بعد اس کے ہم دونوں معہ اپنی اپنی جماعتوں کے میدان مقررہ میں حاضر ہو جائیں اور خدا تعالیٰ سے دعا کے ساتھ یہ فیصلہ چاہیں کہ ہم دونوں میں سے جو شخص درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں کاذب اور مورد غضب ہے۔ خدا تعالیٰ ایک سال میں اس کاذب پر وہ قہر نازل کرے جو اپنی غیرت کے رو سے ہمیشہ کاذب اور مکذب قوموں پر کیا کرتا ہے۔ جیسا کہ اس نے فرعون پر کیا۔ نمرود پر کیا۔ اور نوح کی قوم پر کیا۔ اور یہود پر کیا۔ حضرات پادری صاحبان یہ بات یاد رکھیں کہ اس باہمی دعا میں کسی خاص فریق پر نہ لعنت ہے نہ بددعا ہے۔ بلکہ اس جھوٹے کو سزا دلانے کی غرض سے ہے جو اپنے جھوٹ کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ایک جہان کے زندہ ہونے کیلئے ایک کا مرنا بہتر ہے۔

نوٹ۔ ان صاحبوں میں سے کوئی منتخب ہونا چاہئے۔ اول ڈاکٹر مارٹن کلارک۔ دوسرے پادری عماد الدین پھر پادری ٹھاکر داس۔ یا حسام الدین بمبئی یا صفدر علی بھنڈارہ یا طامس ہاول یا فتح مسیح بشرط منظوری دیگران۔

(انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۴۰)

کسی پادری یا عیسائی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مذکورہ بالا چیلنجوں کو قبول کرنے کی توفیق نہ مل سکی۔

شیعہ حضرات کو مباہلہ کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۴ء میں فصیح و بلیغ عربی زبان میں ''سر الخلافہ'' کتاب تصنیف فرمائی۔ اس کتاب میں آپ نے مسئلہ خلافت پر جو اہل سنت اور شیعوں میں صدیوں

سے زیر بحث چلا آتا ہے سیر کن بحث کی اور دلائل قطعیہ سے ثابت کر دیا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنھم اگرچہ چاروں خلیفہ برحق تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ سب صحابہ سے اعلیٰ شان رکھتے تھے اور اسلام کیلئے وہ آدم ثانی تھے اور بنظر انصاف دیکھا جائے تو آیت استخلاف کے حقیقی معنوں میں وہی مصداق تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر شیعہ صاحبان کی طرف سے جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کے مدلل اور مسکت جواب بھی دیئے ہیں نیز ان کے اور باقی صحابہ کے فضائل کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اور شیعوں کی غلطی کو قرآن آیات کی روشنی میں الم نشرح کیا ہے۔ پھر اہلسنت اور شیعوں کے آپس کے جھگڑوں کا جن میں اکثر لڑائی اور مقدمات تک نوبت پہنچتی ہے ذکر کر کے فیصلہ کا ایک یہ طریق پیش کیا ہے کہ۔

”ہم دونوں فریق میدان میں حاضر ہو کر خدا تعالیٰ سے نہایت تضرع اور الحاح سے دعا کریں اور **لعنة الله علی الکاذبین** کہیں۔ پھر اگر ایک سال تک فریق مخالف پر میری دعا کا اثر ظاہر نہ ہو تو میں عذاب اپنے لئے قبول کروں گا اور اقرار کروں گا کہ میں صادق نہیں۔ اور علاوہ ازیں ان کو پانچ ہزار روپیہ بھی انعام دوں گا۔ اور یہ روپیہ اگر چاہیں تو میں گورنمنٹ کے خزانے میں جمع کرا سکتا ہوں۔ یا جس کے پاس وہ چاہیں۔ لیکن اس مقابلہ کیلئے جو حاضر ہو وہ عام آدمی نہ ہو اور ایسے شخص کیلئے ضروری ہوگا کہ پہلے وہ میرے اس رسالہ کی طرح عربی زبان میں رسالہ لکھے تا معلوم ہو کہ وہ اہل علم و فضل سے ہے۔“ (سر الخلافہ۔ روحانی خزائن جلد ۸ صفحہ ۳۴۷)

مگر اہل تشیع کی طرف سے صدائے برنخواست۔

سر الخلافہ کے آخر پر حضرت اقدس نے عقیدۂ ظہور مہدی کا ذکر کر کے اپنے دعویٰ مہدویت پر شرح و بسط سے بحث کی۔ اور اس سلسلہ میں شیعہ اور اہل سنت دونوں فرقوں کے خیالات کو باطل قرار دیا۔ اور فرمایا کہ اگر ان تمام دلائل کے باوجود اعراض کرتے ہیں اور قبول نہیں کرتے تو

پھر مباہلہ کر لیتے ہیں۔جیسا کہ آپ نے فرمایا۔

"وان هـذا هـوالحق ورب الكعبة وباطل ما يزعم اهل التشيع والسنة. فـلاتـعـجلوا علی واطلبوا الهدی من حضرة العزة واتونی طالبین. فان تعرضوا ولاتقبلوا فتعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا نساء کم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین."

(سرالخلافہ۔روحانی خزائن جلد۸صفحہ۳۸۰)

ترجمہ:۔اور یقیناً یہ حق ہے اور رب کعبہ کی قسم کہ اہل تشیع اور اہل سنت کا خیال غلط ہے اور میرے متعلق جلدی مت کرو اور خدا کے حضور سے ہدایت طلب کرو۔اور میرے پاس کچھ حاصل کرنے کی نیت سے آ ؤ۔اور اگر آپ نے اعراض کیا اور مجھے قبول نہ کیا تو پھر قرآن کریم کے اس حکم **فتعـالـوا نـدع .... عـلی الکاذبین** کے تحت مباہلہ کرلو۔

باب پنجم

متفرق روحانی چیلنج

عیسائیوں کو دیئے گئے چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کہ روح القدس کی تائید عیسائیوں کے ساتھ ہے یا مسلمانوں کے ساتھ درج ذیل چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو قوم روح القدس سے کسی وقت تائید دی گئی ہے وہ اب بھی دی جاتی ہے کیونکہ اب بھی وہی خدا ہے جو پہلے تھا اور قوم بھی وہی ہے جو پہلے تھی سو اگر حضرات عیسائیوں کو اس بات میں کچھ شک ہو کہ اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضرت مسیح نہیں ہیں تو نہایت صاف اور سہل طریق فیصلہ کرنے کا یہ ہے کہ چالیس دن تک کوئی ایسے پادری صاحب جو اپنی قوم میں نہایت بزرگ اور روح القدس کا بپتسما پانے کے لائق خیال کئے جاتے ہیں اور ان کی بزرگواری اور خدا رسیدہ ہونے پر اکثر عیسائیوں کو اتفاق ہو وہ اس امر کی آزمائش و مقابلہ کے لئے کہ روح القدس کی تائیدات سے کون سی قوم عیسائیوں اور مسلمانوں میں سے فیض یاب ہے کم سے کم چالیس دن تک اس عاجز کی رفاقت اور مصاحبت اختیار کریں پھر اگر کسی کرشمہ روح القدس کے دکھلانے میں وہ غالب آجائیں تو ہم اقرار کرلیں گے کہ یہ پیش گوئی حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں ہے اور نہ صرف اقرار بلکہ اس کو چند اخباروں میں چھپوا بھی دیں گے لیکن اگر ہم غالب آگئے تو پادری صاحب کو بھی ایسا ہی اقرار کرنا پڑے گا اور چند اخباروں میں چھپوا بھی دینا ہوگا کہ وہ پیشگوئی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں نکلی مسیح کو اس سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ اس تصفیہ کے لئے ہماری صحبت میں بھی رہنا کچھ ضروری نہیں۔''

(سرمہ چشم آریہ۔ روحانی خزائن جلد۲ صفحہ ۲۸۵،۲۸۶)

پادری فتح مسیح کا ایک سوال

پادری فتح مسیح متعین فتح گڑھ ضلع گورداسپور نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف ایک نہایت گندا خط بھیجا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت ہی گندے الزامات لگائے اور کئی سوالات کے جوابات دریافت کئے۔ مستفسرہ سوالات میں سے ایک سوال یہ دریافت کیا کہ۔

''اگر آج ایسا شخص جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے گورنمنٹ انگریزی کے زمانہ میں ہوتا تو گورنمنٹ اس سے کیا سلوک کرتی؟''

چنانچہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔

''کیا آپ کو خبر نہیں کہ قیصر روم جو آنجناب ﷺ کے وقت میں عیسائی بادشاہ اور اس گورنمنٹ سے اقبال میں کچھ کم نہ تھا وہ کہتا ہے۔ کہ اگر مجھے یہ سعادت حاصل ہوسکتی۔ کہ میں اس عظیم الشان نبی کی صحبت میں رہ سکتا۔ تو میں آپ کے پاؤں دھویا کرتا۔ سو جو قیصر روم نے کہا۔ یقیناً یہ سعادت مند گورنمنٹ بھی وہی بات کہتی۔ بلکہ اس سے بڑھ کر کہتی۔ اگر حضرت مسیح کی نسبت اس وقت کے کسی چھوٹے سے جاگیردار نے بھی یہ کلمہ کہا ہو۔ جو قیصر روم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کہا۔ جو آج تک نہایت صحیح تاریخ اور احادیث صحیحہ میں لکھا ہوا موجود ہے۔ تو ہم آپ کو ابھی ہزار روپیہ نقد بطور انعام کے دیں گے۔ اگر آپ ثابت کرسکیں۔ اور اگر آپ یہ ثبوت نہ دے سکیں۔ تو اس ذلیل زندگی سے آپ کے لئے مرنا بہتر ہے۔'' (نور القرآن نمبر۲۔ روحانی خزائن جلد۹ صفحہ ۳۸۲، ۳۸۳)

عیسائیوں کو علامات ایمانی میں مقابلہ کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کو اپنے اپنے مذہب کی علامات ایمانی میں مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

’’اگر ایمان کوئی واقعی برکت ہے تو بیشک اس کی نشانیاں ہونی چاہئیں مگر کہاں ہے کوئی ایسا عیسائی جس میں یسوع کی بیان کردہ نشانیاں پائی جاتی ہوں؟ پس یا تو انجیل جھوٹی ہے اور یا عیسائی جھوٹے ہیں۔ دیکھو قرآن کریم نے جو نشانیاں ایمانداروں کی بیان فرمائیں وہ ہر زمانہ میں پائی گئی ہیں۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایماندار کو الہام ملتا ہے۔ ایماندار خدا کی آواز سنتا ہے۔ ایماندار کی دعائیں سب سے زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ ایماندار پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی ہیں۔ ایماندار کی دعائیں سب سے زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ ایماندار پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی ہیں۔ ایماندار کے شامل حال آسمانی تائیدیں ہوتی ہیں۔ سو جیسا کہ پہلے زمانوں میں یہ نشانیاں پائی جاتی تھیں۔ اب بھی بدستور پائی جاتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن خدا کا پاک کلام ہے اور قرآن کے وعدے خدا کے وعدے ہیں۔ اٹھو عیسائیو! اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے بیشک ذبح کر دو۔ ورنہ آپ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں۔ اور جہنم کی آگ پر آپ لوگوں کا قدم ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدی.

الراقم

میرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ ۲۲/ جون ۱۸۹۷ء‘‘

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۷)

الوہیت مسیح

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ کے اپنے الہامات سے ان کی خدائی ثابت کرنے پر ایک ہزار روپیہ بطور انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی بھلا اس سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان عظیم ہے ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر خود ہی منصف ہو کر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہوسکتی ہے تو یہ میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر خود پادری صاحبان سوچ نہیں سکتے تو کسی دوسری قوم کے تین منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں سے یسوع کے وہ کلمات جن سے اس کی خدائی سمجھی جاتی ہے ان منصفوں کے حوالہ کریں۔ پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری دیں اور حلفاً یہ بیان کر دیں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ تر صفائی سے ثابت ہوسکتی ہے تو میں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں۔ اور میں منصفوں سے یہ چاہتا ہوں کہ اپنی شہادت سے پہلے یہ قسم کھالیویں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ ہمارا یہ بیان صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو خدا تعالیٰ ایک سال تک ہم پر وہ عذاب نازل کرے جس سے ہماری تباہی اور ذلت اور بربادی ہو جائے۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ پادری صاحبان ہرگز اس طریق فیصلہ کو قبول نہیں کریں گے۔''

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۱۰۴)

مولوی بٹالوی کے عدالت میں کرسی طلب کرنے کی حقیقت

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف سازش کرتے ہوئے آپ کے خلاف ایک جھوٹا مقدمہ اقدام قتل ڈپٹی کمشنر ایم ڈبلیو ڈگلس کی عدالت میں دائر کیا۔اس مقدمہ کی سماعت پر مولوی محمد حسین بٹالوی ڈاکٹر مارٹن کلارک کی طرف سے بطور گواہ پیش ہوا۔اور عدالت میں بیٹھنے کے لئے کرسی کے حصول کا استحقاق جتلایا۔جس پر ڈپٹی کمشنر نے مولوی صاحب کے استحقاق کوتسلیم نہ کیا مگر مولوی صاحب نے اصرار کیا کہ ان کو کرسی کا استحقاق حاصل ہے۔اس پر ڈپٹی کمشنر نے مولوی صاحب کو سخت جھڑکیاں دیں اور مولوی صاحب کی سخت توہین ہوئی۔اس واقعہ کے بے شمار عینی شاہدوں کے باوجود مولوی صاحب نے اس واقعہ کی تردید کرتے ہوئے یہ تاثر دیا کہ مولوی صاحب کو پوری عزت واحترام کے ساتھ عدالت میں کرسی دی گئی تھی۔ مولوی صاحب کے اس جھوٹ اور دھوکہ دہی کی حقیقت کو آشکار کرنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مولوی صاحب کو اپنا بیان سچا ثابت کرنے کیلئے درج ذیل چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

''اگر درحقیقت اس شیخ بٹالوی کو کرسی ملی تھی اور صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے بڑے اکرام اور اعزاز سے اپنے پاس ان کو کرسی پر بٹھا لیا تھا تو پتہ دینا چاہئے کہ وہ کرسی کہاں بچھائی گئی تھی۔شیخ مذکور کو معلوم ہوگا کہ میری کرسی صاحب ڈپٹی کمشنر کے بائیں طرف تھی اور دائیں طرف صاحب ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ کی کرسی تھی اور اسی طرف ایک کرسی پر ڈاکٹر کلارک تھا۔اب دکھلانا چاہئے کہ کونسی جگہ تھی جس میں شیخ محمد حسین بٹالوی کے لئے کرسی بچھائی گئی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ جھوٹ بولنے سے مرنا بہتر ہے۔ اس شخص نے میری ذلت چاہی تھی اور اسی جوش میں پادریوں کا ساتھ دیا۔خدا نے اس کو عین عدالت میں ذلیل کیا۔یہ حق کی مخالفت کا نتیجہ ہے اور یہ راستباز کی عداوت کا ثمرہ ہے۔اگر اس بیان میں نعوذ باللہ میں نے جھوٹ بولا ہے تو طریق فیصلہ دو۔

اوّل یہ کہ شیخ مذکور ہر ایک صاحب سے جو ذکر کئے گئے ہیں حلفی رقعہ طلب کرے جس میں قسم کھا کر میرے بیان کا انکار کیا ہو اور جب ایسے حلفی رقعے جمع ہو جائیں تو ایک جلسہ بمقام بٹالہ کر کے مجھ کو طلب کرے۔ میں شوق سے ایسے جلسہ میں حاضر ہوں گا۔ میں ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہوں جس نے حلفاً اپنے رقعہ میں یہ بیان کیا ہو کہ محمد حسین نے کرسی نہیں مانگی اور نہ اس کو کوئی جھڑکی ملی بلکہ عزت کے ساتھ کرسی پر بٹھایا گیا۔ شیخ مذکور کو خوب یاد ہے کہ کوئی شخص اس کے لئے اپنا ایمان ضائع نہیں کرے گا اور ہرگز ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ کوئی شخص اشخاص مذکورین میں سے اس کے دعویٰ باطل کی تائید میں قسم کھاوے۔ واقعات صحیحہ کو چھپانا بے ایمانوں کا کام ہے۔ پھر کیونکر کوئی معزز شیخ بٹالوی کے لئے مرتکب اس گناہ کا ہوگا۔ اور اگر شیخ بٹالوی کو یہ جلسہ منظور نہیں تو دوسرا طریق تصفیہ یہ ہے کہ بلاتوقف ازالہ حیثیت عرفی میں میرے پر نالش کرے کیونکہ اس سے زیادہ اور کیا ازالہ حیثیت عرفی ہوگا کہ عدالت نے اس کو کرسی دی اور میں نے بجائے کرسی جھڑکیاں بیان کیں۔ اور عدالت نے قبول کیا کہ وہ اور اس کا باپ کرسی نشین رئیس ہیں اور میں نے اس کا انکار کیا۔ اور استغاثہ میں وہ یہ لکھا سکتا ہے کہ مجھے عدالت ڈگلس صاحب بہادر میں کرسی ملی تھی اور کوئی جھڑکی نہیں ملی اور اس شخص نے عام اشاعت کر دی ہے کہ مانگنے پر بھی کرسی نہیں ملی بلکہ جھڑکیاں ملیں۔ اور ایسا ہی استغاثہ میں یہ بھی لکھا سکتا ہے کہ مجھے قدیم سے عدالت میں کرسی ملتی تھی اور ضلع کے کرسی نشینوں میں میرا نام بھی درج ہے اور میرے باپ کا نام بھی درج تھا لیکن اس شخص نے اس سب باتوں سے انکار کر کے خلاف واقعہ بیان کیا ہے۔ پھر عدالت خود تحقیقات کر لے گی کہ آپ کو کرسی کی طلب کے وقت کرسی ملی تھی یا جھڑکیاں ملی تھیں اور دفتر سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ اور آپ کے والد صاحب کب سے کرسی

نشین رئیس شمار کئے گئے ہیں کیونکہ سرکاری دفتروں میں ہمیشہ ایسے کاغذات موجود ہوتے ہیں جن میں کرسی نشینوں کا نام درج ہوتا ہے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۳۳،۳۴)

برگزیدہ بندوں کو ملنے والے انوار میں مقابلہ کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے برگزیدہ بندوں کو ملنے والے انوار میں مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

''دوسرا نشان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو ان نوروں سے خاص کیا ہے جو برگزیدہ بندوں کو ملتے ہیں جن کا دوسرے لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم کو شک ہو تو مقابلہ کے لئے آؤ اور یقیناً سمجھو کہ تم ہرگز مقابلہ نہیں کرسکو گے۔ تمہارے پاس زبانیں ہیں مگر دل نہیں۔ جسم ہے مگر جان نہیں۔ آنکھوں کی پتلی ہے مگر اس میں نور نہیں۔ خدا تعالیٰ تمہیں نور بخشے تا تم دیکھ لو۔''

(فتح اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۴ ح)

منہاج نبوت پر فیصلہ کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے دعویٰ کو پرکھنے کے لئے جو اصول پیش فرمائے ان میں ایک یہ کہ آپ کے دعویٰ کے صدق و کذب کو منہاج نبوت پر پرکھا جائے۔ چنانچہ آپ اپنے مخالفین کو چیلنج دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکر یوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اِس بات کے لئے چشم پُر آب ہوں

کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں۔“

(تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۹)

تائید الٰہی میں مقابلہ کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تکذیب اور مخالفت کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

”نہ معلوم کہ میری تکذیب کے لئے اِس قدر کیوں مصیبتیں اٹھا رہے ہیں۔اگر آسمان کے نیچے میری طرح کوئی اور بھی تائید یافتہ ہے اور میرے اس دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مکذّب ہے تو کیوں وہ میرے مقابل پر میدان میں نہیں آتا؟ عورتوں کی طرح باتیں بنانا یہ طریق کس کو نہیں آتا۔ ہمیشہ بے شرم منکر ایسا ہی کرتے رہے ہیں۔لیکن جبکہ میں میدان میں کھڑا ہوں اور تیس ہزار کے قریب عقلاء اور علماء اور فقراء اور فہیم انسانوں کی جماعت میرے ساتھ ہے اور بارش کی طرح آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو کیا صرف مُنہ کی پُھونکوں سے یہ الٰہی سِلسلہ برباد ہوسکتا ہے؟ کبھی برباد نہیں ہوگا وہی برباد ہونگے جو خدا کے انتظام کو نابود کرنا چاہتے ہیں۔“

(تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۸۱)

مذہبی توہین آمیزی کا محرک کون؟

تقریباً ہر مذہب مذہبی رواداری کی تعلیم دیتا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مذہبی رواداری کی بجائے مذہبی توہین آمیزی کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ایک دوسرے کے مذہبی بزرگوں کی شان میں گستاخی اور توہین آمیز رویہ اختیار کیا جا رہا تھا۔عیسائی پادریوں اور

بعض آریہ پنڈتوں نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی گستاخانہ اور توہین آمیز رویہ اپنا رکھا تھا۔اور آپ کی ذات بابرکات پر بے بنیاد الزامات لگائے گئے۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی جواباً کسی قدر سخت رویہ اختیار کیا جس پر بعض علماء نے آپ پر یہ الزام لگایا کہ گویا عیسائی پادریوں اور پنڈتوں کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرنے اور توہین کرنے پر آپ نے مجبور کیا ہے۔چنانچہ اس الزام کا رد کرتے ہوئے آپ نے درج ذیل چیلنج دیئے۔

''میں سچے دل سے اس بات کو بھی لکھنا چاہتا ہوں کہ اگر کسی کی نظر میں یہی سچ ہے کہ بدگوئی کی بنیاد ڈالنے والا میں ہی ہوں اور میری ہی تالیفات نے دوسری قوموں کو توہین اور تحقیر کا جوش دلایا ہے تو ایسا خیال کرنے والا خواہ ابزرور کا ایڈیٹر ہو یا انجمن حمایت اسلام لاہور کا کوئی ممبر یا کوئی اور گواہ ثابت کر دکھاوے کہ یہ تمام سخت گوئیاں جو پادری فنڈل سے شروع ہو کر امہات المومنین تک پہنچیں یا جو اندرمن سے ابتدا ہو کر لیکھرام تک ختم ہوئیں۔میری ہی وجہ سے برپا ہوئی تھیں تو میں ایسے شخص کو تاوان کے طور پر ہزار روپیہ نقد دینے کو طیار ہوں''

(البلاغ۔روحانی خزائن جلد۱۳صفحہ۳۷۸)

ایک دوسرے موقع پر فرمایا۔

''اے مولویت کے نام کو داغ لگانے والو!!! ذرا سوچو کہ قرآن میں کیا حکم ہے کیا یہ روا ہے کہ ہم اسلام کی توہین کو چپکے سے سنے جائیں۔کیا یہ ایمان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گالیاں نکالی جائیں اور ہم خاموش رہیں ہم نے برسوں تک خاموش رہ کر یہی دیکھا ہم دکھ دیئے گئے اور صبر کرتے رہے مگر پھر بھی ہمارے بدگمان دشمن باز نہ آئے اگر تمہیں شک ہے اگر تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے ہی عیسائیوں

اور آریوں کو توہین مذہب کے لئے برانگیختہ کیا ہے ورنہ یہ بیچارے نہایت سلیم المزاج اور اسلام کی نسبت خاموش تھے بے ادبی اور توہین نہیں کرتے تھے اور نہ گالیاں نکالتے تھے تو آؤ ایک جلسہ کرو پھر اگر یہ ثابت ہو کہ زیادتی ہماری طرف سے ہے اور ابتداء سے ہم ہی محرک ہوئے اور ہم نے ہی ان لوگوں کے بزرگوں کو ابتداًء گالیاں دیں تو ہم ہر ایک سزا کے سزاوار ہیں لیکن اگر اسلام کے دشمنوں کا ہی ظلم ثابت ہو تو ایسے خبیث طبع مولویوں کو کسی قدر سزا دینا ضروری ہے جو ہماری عداوت کیلئے اسلام کو درندوں کے آگے پھینکتے ہیں ہر یک امر کی حقیقت تحقیقات کے بعد کھلتی ہے اگر سچے ہیں تو ایک جلسہ کریں پھر اگر ہم کاذب نکلیں تو بیشک ہندوؤں اور عیسائیوں کی تائید میں ہماری کتابیں جلا دیں۔''

(آریہ دھرم۔ روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۱۰۸)

منشی الٰہی بخش کو دو طریق پر فیصلہ کی دعوت

حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر نے بہت سے لوگوں کے پاس مولوی عبداللہ غزنوی کے ایک کشف کا ذکر کیا کہ ''مولوی عبداللہ غزنوی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ اک نور آسمان سے قادیان پر گرا اور فرمایا کہ میری اولاد اس نور سے محروم رہ گئی۔'' یہی بیان حافظ صاحب نے دیگر لوگوں کے پاس ذکر کرنے کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی بالمشافہ بتایا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے معاند الٰہی بخش اکاؤنٹینٹ جو مولوی عبداللہ غزنوی کا مرید تھا کی گرفت کرتے ہوئے درج ذیل چیلنج دیا۔ فرمایا۔

''اب کس قدر اندھیر کی بات ہے کہ مرشد خدا سے الہام پا کر میری تصدیق کرتا ہے اور مرید مجھے کافر ٹھیراتا ہے۔ کیا یہ سخت فتنہ نہیں ہے؟ کیا ضروری نہیں کہ اس فتنہ کو کسی تدبیر سے درمیان سے اٹھایا جائے؟ اور وہ یہ طریق ہے کہ اول ہم اس بزرگ کو

مخاطب کرتے ہیں جس نے اپنے بزرگ مرشد کی مخالفت کی ہے یعنی منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹینٹ کو۔ اوران کے لئے دو طریق تصفیہ قرار دیتے ہیں۔ اول یہ کہ ایک مجلس میں ان ہر دو گواہوں سے میری حاضری میں یا میرے کسی وکیل کی حاضری میں مولوی عبداللہ صاحب کی روایت کو دریافت کرلیں اوراستاد کی عزت کالحاظ کر کے اس کی گواہی کوقبول کریں۔ اور پھراس کے بعد اپنی کتاب عصائے موسیٰ کومع اس کی تمام نکتہ چینیوں کے کسی ردی میں پھینک دیں۔ کیونکہ مرشد کی مخالفت آثار سعادت کے برخلاف ہے اوراگر وہ اب مرشد سے عقوق اختیار کرتے ہیں اور عاق شدہ فرزندوں کی طرح مقابلہ پرآتے ہیں تو وہ تو فوت ہو گئے ان کی جگہ مجھے مخاطب کریں اور کسی آسمانی طریق سے میرے ساتھ فیصلہ کریں مگر پہلی شرط یہ ہے کہ اگر مرشد کی ہدایت سے سرکش ہیں تو ایک چھپا ہوا اشتہار شائع کر دیں کہ میں عبداللہ صاحب کے کشف اور الہام کو کچھ چیز نہیں سمجھتا اور اپنی باتوں کومقدم رکھتا ہوں اس طریق سے فیصلہ ہو جائے گا۔ میں اس فیصلہ کے لئے حاضر ہوں۔ جواب باصواب دو ہفتہ تک آنا چاہئے۔ مگر چھپا ہوا اشتہار ہو۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ‘‘

(اربعین نمبر۴۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۶۶، ۴۶۷)

منجموں اور جوتشیوں کوعلم نجوم اورالہام کی رو سے مقابلہ کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا۔

’’افسوس اس زمانہ کے منجم اور جوتشی ان پیشگوئیوں میں میرا ایسا ہی مقابلہ کرتے ہیں جیسا کہ ساحروں نے موسیٰ نبی کا مقابلہ کیا تھا اور بعض نادان ملہم جو تاریکی کے گڑھے میں پڑے ہوئے ہیں وہ بلعم کی طرح میرے مقابلہ کے لئے حق کو چھوڑتے اور گمراہوں کو مدد دیتے ہیں۔ مگر خدا فرماتا ہے کہ میں سب کو شرمندہ کروں گا اور کسی دوسرے کو یہ اعزاز ہرگز نہیں دوں گا۔ ان سب کے لئے اب وقت ہے کہ اپنے نجوم یا

الہام سے میرا مقابلہ کریں اور اگر کسی حملہ کو اب اٹھا رکھیں تو وہ نامراد ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ میں ان سب کو شکست دوں گا اور میں اس کا دشمن بن جاؤں گا جو تیرا دشمن ہے اور وہ فرماتا ہے کہ اپنے اسرار کے اظہار کے لئے میں نے تجھے ہی برگزیدہ کیا ہے اور زمین اور آسمان تیرے ساتھ ہے جیسا کہ میرے ساتھ۔ اور تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میرا عرش۔" (تجلیات الٰہیہ۔ روحانی خزائن جلد۲۰ صفحہ ۳۹۸)

روحانی امور میں مقابلہ کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مخالف علماء کو روحانی امور اور تائیدات سماوی میں مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

"افسوس کہ ہماری قوم کے مولوی اور علماء یوں تو تکفیر کے لئے بہت جلد کاغذ اور قلم دوات لے کر بیٹھ جاتے ہیں لیکن ذرہ سوچتے نہیں کہ کیا یہ ہیبت اور رعب باطل میں ہوا کرتا ہے کہ تمام دنیا کو مقابلہ کے لئے کہا جائے اور کوئی سامنے نہ آسکے کیا وہ شجاعت و استقامت جھوٹوں میں بھی کسی نے دیکھی ہے جو ایک عالم کے سامنے اس جگہ ظاہر کی گئی۔ اگر انہیں شک ہے تو مخالفین اسلام کے جسقدر پیشوا اور واعظ اور معلم ہیں ان کے دروازہ پر جائیں اور اپنے ظنون فاسدہ کا سہارا دے کر انہیں میرے مقابلہ پر روحانی امور کے موازنہ کے لئے کھڑا کریں۔ پھر دیکھیں کہ خدائے تعالیٰ میری حمایت کرتا ہے یا نہیں۔" (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد۳ صفحہ ۱۵۷ح)

بٹالوی صاحب اور دیگر منکرین کو چالیس روز میں آسمانی نشان اور اسرارِ غیب دکھلانے کے مقابلہ کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام منکرین کو عمومی طور پر اور مولوی محمد حسین بٹالوی کو خصوصی طور پر چالیس روز میں آسمانی نشان اور اسرارِ غیب دکھلانے کے مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا۔

''جو لوگ مجھے مفتری اور اپنے تئیں صاف اور متقی قرار دیتے ہوں میں ان کے مقابل پر اس طرز فیصلہ کیلئے راضی ہوں کہ چالیس دن مقرر کئے جائیں اور ہر ایک فریق **اعملوا علی مکانتکم انی عامل** پر عمل کر کے خدا تعالیٰ سے کوئی آسمانی خصوصیت اپنے لئے طلب کرے۔ جو شخص اس میں صادق نکلے اور بعض مغیبات کے اظہار میں خدائے تعالیٰ کی تائید اس کے شامل حال ہو جائے وہی سچا قرار دیا جائے۔

اے حاضرین اس وقت اپنے کانوں کو میری طرف متوجہ کرو کہ میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر حضرت مولوی محمد حسین صاحب چالیس دن تک میرے مقابل پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کر کے وہ آسمانی نشان یا اسرارِ غیب دکھلا سکیں جو میں دکھلا سکوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کر دیں اور جو تاوان چاہیں میرے پر لگا دیں۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''

(الحق مباحثہ لدھیانہ۔ روحانی خزائن جلد ۴ صفحہ ۱۲۴)

تمام عیسائیوں کو نشان نمائی اور قبولیت دعا میں مقابلہ کی دعوت

''سو اگر عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ کفارہ سے پاک ایمان اور پاک زندگی ملتی ہے تو ان کا فرض ہے کہ وہ اب میدان میں آئیں اور دعا کے قبول ہونے اور نشانوں کے ظہور میں میرے ساتھ مقابلہ کریں۔ اگر آسمانی نشانوں کے ساتھ ان کی زندگی پاک ثابت ہو جائے تو میں ہر ایک سزا کا مستوجب ہوں اور ہر ایک ذلت کا سزاوار ہوں''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۳۴۳)

آئمۃ التکفیر کو تائید الٰہی فیض سماوی اور آسمانی نشانوں میں مقابلہ کی دعوت

''(۵) پانچویں علامت اس عاجز کے صدق کی یہ ہے کہ مجھے اطلاع دی گئی ہے کہ میں ان مسلمانوں پر بھی اپنے کشفی اور الہامی علوم میں غالب ہوں۔ ان کے ملہموں کو چاہئے کہ میرے مقابل پر آویں۔ پھر اگر تائید الٰہی میں اور فیض سماوی میں اور آسمانی نشانوں میں مجھ پر غالب ہو جائیں تو جس کارد سے چاہیں مجھ کو ذبح کر دیں مجھے منظور ہے۔ اور اگر مقابلہ کی طاقت نہ ہو تو کفر کے فتوے دینے والے جو الہاماً میرے مخاطب ہیں یعنے جن کو مخاطب ہونے کیلئے الہام الٰہی مجھ کو ہو گیا ہے پہلے لکھ دیں اور شائع کرا دیں کہ اگر کوئی خارق عادت امر دیکھیں تو بلا چون و چرا دعویٰ کو منظور کر لیں۔ میں اس کام کیلئے بھی حاضر ہوں اور میرا خداوند کریم میرے ساتھ ہے لیکن مجھے یہ حکم ہے کہ میں ایسا مقابلہ صرف ائمۃ الکفر سے کروں۔ انہیں سے مباہلہ کروں اور انہیں سے اگر وہ چاہیں یہ مقابلہ کروں۔ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ وہ ہرگز مقابلہ نہیں کریں گے''

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۴۴۸)

تمام مخالفین کو رؤیا صالحہ، مکاشفہ، استجابت دعا اور الہامات صحیحہ میں مقابلہ کی دعوت

’’مخالفین کے دل میں اگر گمان اور شک ہو تو وہ مقابلہ کر کے آزما سکتے ہیں کہ جو کچھ اس عاجز کو رؤیا صالحہ اور مکاشفہ اور استجابت دعا اور الہامات صحیحہ صادقہ سے حصہ وافرہ نبیوں کے قریب قریب دیا گیا ہے وہ دوسروں کو تمام حال کے مسلمانوں میں سے ہرگز نہیں دیا گیا اور یہ ایک بڑا محک آزمائش ہے کیونکہ آسمانی تائید کی مانند صادق کے صدق پر اور کوئی گواہ نہیں۔ جو شخص خدائے تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے بے شک خدا تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے اور ایک خاص طور پر مقابلہ کے میدانوں میں اس کی دستگیری فرماتا ہے۔ چونکہ میں حق پر ہوں اور دیکھتا ہوں کہ خدا میرے ساتھ ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے میں بڑے اطمینان اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ اگر میری ساری قوم کیا پنجاب کے رہنے والے اور کیا ہندوستان کے باشندے اور کیا عرب کے مسلمان اور کیا روم اور فارس کے کلمہ گو اور کیا افریقہ اور دیگر بلاد کے اہل اسلام اور ان کے علماء اور ان کے فقراء اور ان کے مشائخ اور ان کے صلحاء اور ان کے مرد اور ان کی عورتیں مجھے کاذب خیال کر کے پھر میرے مقابل پر دیکھنا چاہیں کہ قبولیت کے نشان مجھ میں ہیں یا ان میں۔ اور آسمانی دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔ اور وہ محبوب حقیقی اپنی خاص عنایات اور اپنے علوم لدنیہ اور معارف روحانیہ کے القاء کی وجہ سے میرے ساتھ ہے یا ان کے ساتھ تو بہت جلد ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ خاص فضل اور خاص رحمت جس سے دل مورد فیوض کیا جاتا ہے اسی عاجز پر اس کی قوم سے زیادہ ہے‘‘ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۷۸، ۴۷۹)

تمام مذاہب کے پیروکاروں کو قبولیت دعا اور امور غیبیہ کے میدان میں مقابلہ کی دعوت

’’اب اگر کوئی سچ کا طالب ہے خواہ وہ ہندو ہے یا عیسائی یا آریہ یا یہودی یا برہمو یا کوئی اور ہے اس کیلئے یہ خوب موقعہ ہے جو میرے مقابل پر کھڑا ہو جائے۔ اگر وہ امور غیبیہ کے ظاہر ہونے اور دعاؤں کے قبول ہونے میں میرا مقابلہ کر سکا تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اپنی تمام جائیداد غیر منقولہ جو سہ ہزار روپیہ کے قریب ہو گی اس کے حوالہ کر دوں گا جس طور سے اس کی تسلی ہو سکے اسی طور سے تاوان ادا کرنے میں اس کو تسلی دوں گا۔ میرا خدا واحد شاہد ہے کہ میں ہرگز فرق نہیں کروں گا۔ اور اگر سزائے موت بھی ہو تو بدل و جان روا رکھتا ہوں۔ میں دل سے یہ کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں سچ کہتا ہوں۔ اور اگر کسی کو شک ہو اور میری اس تجویز پر اعتبار نہ ہو تو وہ آپ ہی کوئی احسن تجویز تاوان کی پیش کرے میں اس کو قبول کر لوں گا۔ میں ہرگز عذر نہیں کروں گا۔ اگر میں جھوٹا ہوں تو بہتر ہے کہ کسی سخت سزا سے ہلاک ہو جاؤں۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۷۶)

مُلہَم ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کو پیشگوئیوں اور قرآنی معارف میں مقابلہ کی دعوت

’’اب جس قدر میں نے بطور نمونہ کے پیشگوئیاں بیان کی ہیں درحقیقت میرے صدق یا کذب کے آزمانے کے لئے یہی کافی ہے۔ اور جو شخص اپنے تئیں ملہم قرار

دے کر مجھے کاذب اور جہنمی خیال کرتا ہے اس کے لئے فیصلہ کا طریق یہ ہے کہ وہ بھی اپنی نسبت چند ایسے اپنے الہامات کسی اخبار وغیرہ کے ذریعہ سے شائع کرے جس میں ایسی ہی صاف اور صریح پیشگوئیاں ہوں تب خود لوگ ظہور کے وقت اندازہ کر لیں گے کہ کون شخص مقبول الٰہی ہے اور کون مردود الٰہی۔ ورنہ صرف دعوؤں سے کچھ ثابت نہیں ہوسکتا۔ اور خدائے تعالیٰ کی عنایات خاصہ میں سے ایک یہ بھی مجھ پر ہے کہ اس نے علم حقائق و معارف قرآنی مجھ کو عطا کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مطہرین کی علامتوں میں سے یہ بھی ایک عظیم الشان علامت ہے کہ علم معارف قرآن حاصل ہو۔ کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے لایمسہ الا المطھرون۔ سومخالف پر بھی لازم ہے کہ جس قدر میں اب تک معارف قرآن کریم اپنی متفرق کتابوں میں بیان کر چکا ہوں اس کے مقابل پر کچھ اپنے معارف کا نمونہ دکھلاویں اور کوئی رسالہ چھاپ کر مشتہر کریں تا لوگ دیکھ لیں کہ جو دقائق علم و معرفت اہل اللہ کو ملتے ہیں وہ کہاں تک ان کو حاصل ہیں مگر بشرطیکہ کتابوں کی نقل نہ ہو۔'' (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۴۴۳)

میاں نذیر حسین، مولوی بٹالوی اور دیگر تمام صوفیاں کو نشان نمائی، پیشگوئیوں اور مباہلہ کے مقابلہ کی دعوت

''بہرحال چونکہ میری طرف سے آسمانی فیصلہ میں ایمانی مقابلہ کیلئے درخواست ہے تو پھر مقابلہ سے دستکش ہو کر خاص مجھ سے نشانوں کیلئے استدعا کرنا اس صورت میں میاں نذیر حسین اور بٹالوی صاحب کو حق پہنچتا ہے کہ حسب تحریر میری اول اس بات کا اقرار شائع کریں کہ ہم لوگ صرف نام کے مسلمان ہیں اور دراصل ایمانی انوار و علامات ہم میں موجود نہیں کیونکہ یکطرفہ نشانوں کے دکھلانے کیلئے بغرض کبر شکنی ان کی

کے میں نے یہی شرط آسمانی فیصلہ میں قرار دی ہے اور نیز ظاہر بھی ہے کہ ان لوگوں کو بجائے خود مومن کامل اور شیخ الکل اور ملہم ہونے کا دعویٰ ہے اور مجھ کو ایمان سے خالی اور بے نصیب سمجھتے ہیں تو پھر بجز مقابلہ کے اور کونسی صورت فیصلہ کی ہے۔ ہاں اگر اپنے ایمانی کمالات کے دعویٰ سے دست بردار ہو جائیں تو پھر یکطرفہ ثبوت ہمارے ذمہ ہے اس بات کا جواب میاں نذیر حسین اور بٹالوی صاحب کے ذمہ ہے کہ وہ باوجود دعویٰ مومن کامل بلکہ شیخ الکل ہونے کے کیوں ایسے شخص کے مقابلہ سے بھاگتے ہیں جو ان کی نظر میں کافر بلکہ سب کافروں سے بدتر ہے اور کس بنا پر یکطرفہ نشان مانگتے ہیں۔ اگر فیصلہ آسمانی کے جواب میں یہ درخواست ہے تو حسب منشاء اس رسالہ کے درخواست ہونی چاہیئے۔ یعنی اگر اپنی ایمانداری کا کچھ دعویٰ ہے تو مقابلہ کرنا چاہیئے جیسا کہ آسمانی فیصلہ میں بھی شرط درج ہے ورنہ صاف اس بات کا اقرار کرے کہ ہم حقیقی ایمان سے خالی ہیں یا یک طرفہ نشان کی درخواست کریں۔

بالآخر ہم یہ بھی ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ دونوں پیشگوئیاں میاں گلاب شاہ اور نعمت اللہ ولی کی اس عاجز کے حق میں حسب منشاء قرآن کریم کے نشان صریح ہیں جس میں کسی دست بازی اور مکر اور فریب کی گنجائش نہیں۔ اب اگر کوئی صوفی پردہ نشین جو پردہ سے نکلنا نہیں چاہتا بقول بٹالوی صاحب اور میر عباس علی صاحب لدھیانوی کے بالمقابل نشان دکھلانے کو طیار ہے تو وہ بھی ایسی ہی دو پیشگوئیاں انہیں ثبوتوں کے ساتھ اپنے حق میں کسی گذشتہ ولی کی طرف سے پیش کرے ہم خدا تعالیٰ کی قسم یاد کر کے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ بھی ایسے ہی نشان اور اسی درجہ ثبوت پر اور ایسی عظمت کے ساتھ باعتبار اپنے بعد زمانہ کے پائے گئے ہیں تو ہم سزائے موت اٹھانے کیلئے بھی تیار ہیں۔ اور اس عاجز کی اپنی گذشتہ پیشگوئیاں جو

تین ہزار کے قریب ہیں جو اکثر استجابت دعا کے بعد ظہور میں آئی ہیں۔ ان میں سے دلیپ سنگھ کے رو کے جانے کی پیشگوئی ہے یعنی یہ کہ وہ اپنے قصد ارادہ پنجاب سے ناکام رہے گا۔ یہ پیشگوئی اجمالی طور پر اشتہار میں چھپ چکی ہے اور صدہا آدمیوں کو زبانی سنائی گئی۔ اسی طرح پنڈت دیانند کے فوت ہونے کی نسبت پیشگوئی اور شیخ مہر علی صاحب رئیس کے ابتلا اور پھر رہائی کی نسبت پیشگوئی۔ بٹالوی صاحب کے مخالف ہو جانے کی نسبت پیشگوئی وغیرہ پیشگوئیاں جن کا مفصل ذکر موجب طول ہے۔ اگر فریق مخالف کے مولویوں میں کچھ ایمان ہے تو ان پیشگوئیوں کے بارے میں بھی ایک جلسہ مقرر کر کے اول ہم سے ثبوت لیں اور پھر اس کے موافق اپنی طرف سے پیشگوئیوں کا ثبوت دیں۔ اور اگر بباعث اپنی تہیدستی کے ان دونوں طوروں مقابلہ سے عاجز آ جائیں تو یہ بھی اختیار ہے کہ ایک سال کی مہلت پر آئندہ کیلئے آزمائش کر لیں کسی بڑے جھگڑ کی ضرورت نہیں۔ ہر یک پیشگوئی جو کسی دعا کی قبولیت سے ظاہر ہو کسی اخبار میں بقید اس کے وقت ظہور کے چھپوا دیں۔ اور اس طرف سے بھی یہی کارروائی ہو سال گذرنے کے بعد معلوم ہو جائے کہ کون موید من اللہ اور کون مخذول اور مردود ہے۔'' (نشان آسمانی۔ روحانی خزائن جلد۴ صفحہ ۳۹۵،۳۹۶)

مولوی محمد حسین بٹالوی کو خوابوں اور قرآن کریم کی رو سے مقابلہ کی دعوت

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اپنی رویا میں صادق تر وہی ہوتا ہے جو اپنی باتوں میں صادق ہوتا ہے۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صادق کی یہ نشانی ٹھہرائی ہے کہ اس کی خوابوں پر سچ کا غلبہ ہوتا ہے اور ابھی آپ

دعویٰ کر چکے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتا ہوں۔ پس اگر آپ نے یہ بات نفاق سے نہیں کہی اور آپ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول میں سچے ہیں تو آؤ ہم اور تم اس طریق سے ایک دوسرے کو آزمالیں کہ بموجب اس محک کے کون صادق ثابت ہوتا ہے اور کس کی سرشت میں جھوٹ ہے۔ اور ایسا ہی اللہ جلشانہ قرآن کریم میں فرماتا ہے لھم البشری فی الحیوہ الدنیا یعنی یہ مومنوں کا یک خاصہ ہے کہ بہ نسبت دوسروں کے ان کی خوابیں سچی نکلتی ہیں۔ اور آپ ابھی دعویٰ کر چکے ہیں کہ میں قرآن پر بھی ایمان لاتا ہوں۔ بہت خوب آؤ قرآن کریم کے رو سے بھی آزمالیں کہ مومن ہونے کی نشانی کس میں ہے۔'' (آئینہ کمالات اسلام۔ روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۲۹۳)

مخالفین کو نشان نمائی، معارف قرآن، عربی انشاء پردازی اور کتب نویسی کے مقابلہ کی دعوت

''واعلموا ان اللہ ینصرنی فی کل موطن ویخزیکم من کل محتضن.

وبدانید کہ خدا تعالیٰ مرا اور ہر میدانے فتح میدہد۔ واز ہر کنارا شمارا رسوامی گرداند۔ و

یردکیدکم علیکم یا معشر الکائدین. وان کنتم تزدرینی عینکم فتعالوا انجعل اللہ

مکر شما بر شما می افگند۔ واگر چشم شما مرا حقیر مے شمارد پس بیائید تا خدارا در ما

حکما بیننا وبینکم. اتریدون ان یظھر مینّنا اومینکم فتعالو انفقم تحت مجاری الارتدار

دشما حکم مقرر کنیم۔ آمی خواہید۔ کہ دروغ ما یا دروغ شما ظاہر شود۔ پس بیائید کہ با مباہلہ

مبـاهلين. وان كنتم تعرضون عن المباهلة. فاتونی وامكثوا عندی الی السنة الكاملة.

بالیستیم۔ واگر شما از مباہلہ کنارہ میکنید پس نزدم بیائید وتا سالے کامل نزدم بمانید۔

لاريـكم بعض آيات حضرة العزه ان كنتم طالبين. وان كنتم تعرضون عن رؤية

تا شمارا بعض نشان حضرت عزت بنمایم اگر شما طالب حق ہستید۔ واگر شما از دیدن ایں نشانہا کنارہ

هـذه الايـات. فـلـكم ان تعارضوا نی فی معارف القران ونكاتٍ. ولن تقدروا عليها

میکنید۔ پس اختیار شما است کہ در معارف قرآن ونکات آن با من معارضہ کنید۔ وہرگز براں تلو رنخواہید شد

ولـو متم حاسرين. فانه علم لا يمسه الا الذی كان من المطهرين. فان لم تفعلوا

اگرچہ بحسرت بمیرید۔ چرا کہ علم قرآن علمے است کہ بجز پاک شدگان دیگرے را در آن کوچہ راہے نیست

هذا فعارضونی فی انشاء لسان العرب. فان العربية لسان الهامية

پس اگر ایں کار نتوانید کرد۔ پس در انشاء زبان عرب بمن مقابلہ کنید۔ زیرا کہ آں زبان الہامی است۔ و

لا يـكـمـل فيهـا الانبـی او ولـی مـن النخب. وان لم تبارزوا فيها ولن

تبارزوا

در وبجز نبی یا ولی دیگرے مکمل نتواندشد۔ واگر دران مقابلہ نتوانید کرد پس کتابے بنویسید ومن نیز

فاکتبوا کتابا واکتب کتابا لاصلاح مفاسد هذه الایام. ورد النصاری. وفرق اخریٰ

بنویسم کہ مشتمل باشد براصلاح مفاسد ایں زمانہ۔ وردنصاریٰ۔ ورددیگر

من عبده الاصنام. وافحاهم بالبرهان النام. وعلینا ان لا نقول

فرقہ ہا از بت پرستان۔ وساکت کردن اوشاں بحجت کامل اما باید کہ ہرچہ نویسیم

شیئا من عند انفسنا ولا انتم من عند انفسکم الا من کتاب الله العزیز العلام

ازقرآن بنویسیم

ولن تفعلوا ذالک ابدا ولن تعطوا عزة هذا لمقام. فان هذا فعل من افعال

وہرگز چنیں توانید کرد۔ وایں مقام عزت ہرگز شمارا دادہ نخواہد شد۔ چرا کہ ایں کار ازکارہائے امام وقت است

امام الوقت ومزیل الظلام. الذی ایدبروح من الله وزید بسطة فی العلم

کہ دورکنندہ تاریکی است۔ وازروح القدس تائید یافتہ۔ ودرعلم وبلاغت وسعت

واعطی بلاغه الکلام. وان تغلبوا فی احد منها فلست من الله العلام.

حاصل کردہ پس اگر شما ازیں ہا۔ دریکے غالب شوید پس من ازخداتعالیٰ نیستم۔ پس اگر شما

فان اعرضتم عن کلما اعرضنا علیکم. فما بقی عذر لدیکم. وشھدتم انکم من الکاذبین.

از ہمہ آنچہ پیش کردم کنارہ کنید۔ پس عذر شما باقی نماند۔ وشما خود گواہ خواہید شد کہ دروغگو ہستید۔''

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد۱۱ صفحہ۱۸۳،۱۸۴)

مکذب علماء کو مباہلہ، نشان نمائی اور عربی دانی کے مقابلہ کی دعوت

" بیدانی لا اظن ان تحضروا لفصل ھذھہ القضیة. والرجاء منقطع

مگر من یقین نمی کنم کہ برائے فیصلہ ایں مقدمہ شما حاضر خواہید شد۔ وازتو واز شال تو درین کار بزرگ

منک ومن امثالک فی ھزہ الخطہ. فکانی استنزل العصم من المعاقل

امید منقطع است۔ پس گویا کہ من بزہائے گوہی راز بلندی کوہ ہا میخوانم

اوا طلب الولد من لاثاقل. او استقری الدھن من الھدید. لو ابغی الطیب من الصدید.

یا از زن فرزند مردہ فرزندی خواہم۔ یا از آہن دہن را تلاش می کنم۔ یا از زرداب خوشبو

واری انی ارجع الیکم کالخاطئین. واضع وقتی فی سوالی

می جویم۔ وی بینم کہ ایں خطا امن است کہ سوئے شما متوجہ می شوم۔ وبسوال از محرومان وقت خود را

من المحرومين. وانی لم افعل ذالک لو لم یکن مقدی اتمام الحجة.

ضائع می کنم ۔ ومن ہیچنیں نکردے اگر مقصد من اتمام حجت واظہار حق نبودے۔

واظهار الحق علی الخاصة والعامة. وانی ادعوکم اولا الی المباهلة.

ومن شمارااول سوءِمباہلہ می خانم ۔پس اگر قبول نہ کنسید

فان لم تقبلوا فادعوکم الی ان یجینی احد منکم لرؤیة آیتی ویلبث عندی الی السنة الکاملة.

پس این دعوت می کنم کہ تا سالے کسے ازشمانزدمن بماند۔ تا نشانم بیند۔واگرایں

وان لم تقبلوا فادعوکم الی المناضلة فی العربیه. بالشریطه المذکورة والاتیة.

ہم قبول نہ کنید۔پس برائے معارضہ زبان عربی میخوانم۔ بشرطیکہ مذکوراست ونیز آئندہ زکرآن خواہدآمد۔

وان لم تستطیعوا فرادی فرادی. فما اضیق الامر علی من عادی. بل اذن لکم ان یجلس بعضکم بالبعض کالناصرین.

اوراگرایک یک طاقت ندارید۔پس بر دشمنان خود امر را تنگ نمی کنم ۔ بلکہ شمارا اجازت می دہم کہ بعض بعض رامددگارشوند۔''

(انجام آتھم۔روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۲۵۰)

چھ طور کے نشانوں میں مقابلہ کی دعوت عام

''ماسوااس کے میں دوبارہ حق کے طالبوں کے لئے عام اعلان دیتا ہوں کہ اگروہ اب بھی نہیں سمجھتے تو نئے سرے اپنی تسلی کرلیں۔اور یادرکھیں کہ خدا تعالیٰ سے چھ طور کے نشان میرے ساتھ ہیں۔اول۔اگرکوئی مولوی عربی کی بلاغت فصاحت میں میری

کتاب کا مقابلہ کرنا چاہے گا۔ تو وہ ذلیل ہوگا۔ میں ہر ایک متکبر کو اختیار دیتا ہوں کہ اسی عربی مکتوب کے مقابل پر طبع آزمائی کرے۔ اگر وہ اس عربی کے مکتوب کے مقابل پر کوئی رسالہ بالتزام مقدار نظم ونثر بنا سکے اور ایک مادری زبان والا جو عربی ہو قسم کھا کر اس کی تصدیق کر سکے تو میں کاذب ہوں۔ دوم۔ اور اگر یہ نشان منظور نہ ہو۔ تو میرے مخالف کسی سورۃ قرآنی کی بالمقابل تفسیر بناویں یعنی روبرو ایک جگہ بیٹھ کر بطور فال قرآن شریف کھولا جاوے۔ اور پہلی سات آیتیں جو نکلیں ان کی تفسیر میں بھی عربی میں لکھوں اور میرا مخالف بھی لکھے۔ پھر اگر میں حقائق معارف کے بیان کرنے میں صریح غالب نہ رہوں تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں۔ سوم۔ اور اگر یہ نشان بھی منظور نہ ہو تو ایک سال تک کوئی مولوی نامی مخالفوں میں سے میرے پاس رہے۔ مگر اس عرصہ میں انسان کی طاقت سے برتر کوئی نشان مجھ سے ظاہر نہ ہو تو ایک سال تک کوئی مولوی نامی مخالفوں میں سے میرے پاس رہے۔ مگر اس عرصہ میں انسان کی طاقت سے برتر کوئی نشان مجھ سے ظاہر نہ ہو تو پھر بھی میں جھوٹا ہوں گا۔ چہارم۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو ایک تجویز یہ ہے کہ بعض نامی مخالف اشتہار دے دیں کہ اس تاریخ کے بعد ایک سال تک اگر کوئی نشان ظاہر ہو تو ہم توبہ کریں گے اور مصدق ہو جائیں گے۔ پس اس اشتہار کے بعد اگر ایک سال تک مجھ سے کوئی نشان ظاہر نہ ہوا۔ جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو خواہ پیشگوئی ہو یا اور تو میں اقرار کروں گا کہ میں جھوٹا ہوں۔ پنجم۔ اور اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو شیخ محمد حسین بٹالوی اور دوسرے نامی مخالف مجھ سے مباہلہ کر لیں۔ پس اگر مباہلہ کے بعد میری بددعا کے اثر سے ایک بھی خالی رہا تو میں اقرار کروں گا۔ کہ میں جھوٹا ہوں یہ طریق فیصلہ ہیں جو میں نے پیش کئے ہیں۔ اور میں ہر ایک کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اب سچے دل سے ان

طریقوں میں سے کسی طریق کو قبول کریں۔............ ششم اور اگر ان باتوں میں سے کوئی بھی نہ کریں تو مجھ سے اور میری جماعت سے سات سال تک اس طور سے صلح کرلیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں۔ اور ہر ایک کو محبت اور اخلاق سے ملیں اور قہر الٰہی سے ڈر کر ملاقاتوں میں سے مسلمانوں کی عادت کے طور پر پیش آویں۔ ہر ایک قسم کی شرارت اور خباثت کو چھوڑ دیں۔ پس اگر ان سات سال میں میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں اور جیسا کہ مسیح کے ہاتھ سے ادیان باطلہ کا مرجانا ضروری ہے یہ موت جھوٹے دینوں پر میرے ذریعہ سے ظہور میں نہ آوے یعنی خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو اور جس سے ہر ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائے۔ اور عیسائیت کا باطل معبود فنا ہو جائے اور دنیا اور رنگ نہ پکڑ جائے تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اپنے تئیں کاذب خیال کرلوں گا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم۔ جلد ۱۱ صفحہ ۳۰۴ تا ۳۱۹)

عربی دانی، قرآنی حقائق و معارف، قبولیت دعا اور اخبار غیبیہ میں مقابلہ کی دعوت

''اگر یہ سوال پیش ہو کہ تمہارے حکم ہونے کا ثبوت کیا ہے؟ اس کا یہ جواب ہے کہ جس زمانہ کیلئے حکم آنا چاہئے تھا وہ زمانہ موجود ہے۔ اور جس قوم کی صلیبی غلطیوں کی حکم نے اصلاح کرنی تھی وہ قوم موجود ہے۔ اور جن نشانوں نے اس حکم پر گواہی دینی تھی وہ نشان ظہور میں آچکے ہیں۔ اور اب بھی نشانوں کا سلسلہ شروع ہے۔ آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے۔ زمین نشان ظاہر کر رہی ہے اور مبارک وہ جن کی آنکھیں اب

بند نہ رہیں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ پہلے نشانوں پر ہی ایمان لاؤ۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اگر میں حکم نہیں ہوں تو میرے نشانوں کا مقابلہ کرو۔ میرے مقابل پر جو اختلاف عقائد کے وقت آیا ہوں اور سب بحثیں نکمی ہیں۔ صرف حکم کی بحث میں ہر ایک کا حق ہے جس کو میں پورا کر چکا ہوں۔ خدا نے مجھے چار نشان دیئے ہیں۔

(۱) میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر عربی بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

(۲) میں قرآن شریف کے حقائق معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔

(۳) میں کثرت قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔

(۴) میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ یہ خدا تعالیٰ کی گواہیاں میرے پاس ہیں۔ اور رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیاں میرے حق میں چمکتے ہوئے نشانوں کی طرح پوری ہوئیں

آسماں بارد نشان الوقت مے گوید زمیں

ایں دو شاہد از پئے تصدیق من استادہ اند ''

(ضرورت الامام۔ روحانی خزائن جلد ۱۳ صفحہ ۴۹۶، ۴۹۷)

فرمایا۔

''میں خدا تعالیٰ کی طرف سے علم پا کر اس بات کو جانتا ہوں کہ جو دنیا کی مشکلات کے

لئے میری دعائیں قبول ہوسکتی ہیں دوسروں کی ہرگز نہیں ہوسکتیں۔ اور جو دینی اور قرآنی معارف حقائق اور اسرار مع لوازم بلاغت اور فصاحت کے میں لکھ سکتا ہوں دوسرا ہرگز نہیں لکھ سکتا۔ اگر ایک دنیا جمع ہو کر میرے اس امتحان کے لئے آوے تو مجھے غالب پائے گی۔ اور اگر تمام لوگ میرے مقابل پر اٹھیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے میرا ہی پلہ بھاری ہوگا۔ دیکھو میں صاف صاف کہتا ہوں اور کھول کر کہتا ہوں کہ اس وقت اے مسلمانوں! تم میں وہ لوگ بھی موجود ہیں جو مفسر اور محدث کہلاتے ہیں اور قرآن کے معارف اور حقائق جاننے کے مدعی ہیں اور بلاغت اور فصاحت کا دم مارتے ہیں اور وہ لوگ بھی موجود ہیں جو فقراء کہلاتے ہیں اور چشتی اور قادری اور نقشبندی اور سہروردی وغیرہ ناموں سے اپنے تئیں موسوم کرتے ہیں۔ اٹھو اور اس وقت ان کو میرے مقابلہ پر لاؤ۔ ''(ایام الصلح۔ روحانی خزائن جلد ۱۴ صفحہ ۴۰۷)

فرمایا۔

''میں تو اب بھی ماننے کو طیار ہوں اگر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي کے معنے بجز مارنے اور ہلاک کرنے کے کسی حدیث سے کچھ اور ثابت کرسکو یا کسی آیت یا حدیث سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مع جسم عنصری آسمان پر چڑھنا یا مع جسم عنصری آسمان سے اترنا ثابت کرسکو۔ یا اگر اخبار غیبیہ میں جو خدا تعالیٰ سے مجھ پر ظاہر ہوتی ہیں میرا مقابلہ کرسکو یا استجابت دعا میں میرا مقابلہ کرسکو یا تحریر زبان عربی میں میرا مقابلہ کرسکو یا اور آسمانی نشانوں میں جو مجھے عطا ہوئے ہیں میرا مقابلہ کرسکو تو میں جھوٹا ہوں۔''

(تحفۂ غزنویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۵ صفحہ ۵۴۳)

فرمایا۔

''اگر آسمانی نشانوں میں کوئی میرا مقابلہ کر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر دعاؤں کے قبول

ہونے میں کوئی میرے برابر اُتر سکے تو میں جُھوٹا ہوں۔ اگر قرآن کے نکات اور معارف بیان کرنے میں کوئی میرا ہم پلّہ ٹھہر سکے تو میں جھوٹا ہوں۔ اگر غیب کی پوشیدہ باتیں اور اسرار جو خدا کی اقتداری قوت کے ساتھ پیش از وقت مجھ سے ظاہر ہوتے ہیں ان میں کوئی میری برابری کر سکے تو مَیں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔''

(اربعین نمبر ا۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۴۴، ۳۴۵)

الاختبار اللطيف لمن كان يعدل اويحيف

''ايهاالناس ان كنتم فى شك من امرى. ومما اوحى الىّ من ربّى. فناضلونى فى اتباء الغيب من حضرة الكبرياء. وان لم تقبلوا ففى استجابة الدعاء. و ان لم تقبلوا ففى تفسير القراٰن فى اللسان العربية. مع كمال الفصاحة درعاية الملح الادبية. فمن غلب منكم بعد ماساق هٰذا المساق. فهو خير منى ولا مِراء ولا شقاق. ثم ان كنتم تُعرضون عن الامرين الاوّلين و تعتذرون تقولون انا ما اعطينا عين رؤية الغيب ولا من قدرة علىٰ اجراء تلك العين. فصارعونى فى فصاحة البينا مع التزام بيان معارف القراٰن واختاروا مسحب نظم الكلام. ولتسحبوا ولا ترحبوا ان كنتم من الادباء الكرام. وبعد ذالك ينظر الناظرون فى تفاضل الانشاء. ويحمدون من يستحق الحماد والابراد. ويلعنون من لعن من السماء. فهل فيكم فارس هٰذا الميدان. وما لك ذالك البستان.''

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۸۵)

''خداتعالیٰ اس زمانہ میں بھی اسلام کی تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ اس بارہ میں میں خود صاحب تجربہ ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہو جائیں اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے اور کس کی دعائیں قبول کرتا ہے ورکس کی مدد کرتا ہے اور کس کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی غالب رہوں گا۔ کیا کوئی ہے؟ کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔ ہزارہا نشان خدا نے محض اس لئے مجھے دیئے ہیں کہ تا دشمن معلوم کرے کہ دین اسلام سچا ہے۔ میں اپنی عزت نہیں چاہتا بلکہ اس کی عزت چاہتا ہوں جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں۔''

(حقیقۃ الوحی ۔روحانی خزائن جلد۲۲صفحہ۱۸۱،۱۸۲)

''اب اس اشتہار میں اس حجت کو آپ لوگوں پر پورا کرنا مقصد ہے کہ وہ مسیح موعود درحقیقت یہی عاجز ہے۔قرآن کریم کو کھولو اور توجہ سے دیکھو کہ حضرت مسیح علیہ السلام بلاشبہ فوت ہو گئے۔ اور اگر اس عاجز کے بارے میں شک ہو تو ایک فیصلہ نہایت آسان ہے کہ ہر ایک شخص آپ لوگوں میں سے جس کا مرید ہے اس کو اس عاجز کے مقابل پر کھڑا کرے تا صداقت کے نشان دکھلانے میں وہ میرے ساتھ میرا مقابلہ کر سکے۔اور یقیناً سمجھو کہ اگر وہ مقابل پر آیا تو اس سے زیادہ رسوائی ہوگی جو حضرت موسیٰ کے مقابل پر بلعم کی ہوئی۔ اور اگر وہ مقابلہ منظور نہ کرے اور حق کا طالب ہو تو خداتعالیٰ اس کی درخواست پر اور اس کے حاضر ہونے سے نشان دکھلائے گا بشرطیکہ وہ اس جماعت میں داخل ہونے کے لئے مستعد ہو۔اور اگر اس اشتہار کے جاری

ہونے کے بعد آپ لوگوں کے پیراور مشائخ اور مجتہد بدگوئی اور تکفیر سے باز نہ آویں اوراس عاجز کی صداقت کوقبول نہ کریں اور مقابلہ سے روپوش رہیں تو دیکھو کہ میں خداتعالیٰ کو گواہ رکھ کر کہتا ہوں کہ خدا انہیں رسوا کرے گا۔اے شوخ چشم اور گرمی دار لوگو جو کسی شیخ اور پیرزادہ کے مرید ہو۔ یہ میرا اشتہار ضرور اپنے ایسے مرشد کو جو میرے مقام کو تسلیم نہیں کرتا دکھلاؤ۔اوراگر وہ اس وقت مقابلہ سے روپوش رہے تو یقیناً سمجھو کہ وہ اپنی مشیخت نمائی میں کذاب ہے۔ مجھے خداتعالیٰ نے کئی قسم کے نشان دیئے ہیں جیسا کہ اس میں سے استجابت دعوات اور مکالمات الٰہیہ کا نشان اور معارف قرآنی کا نشان ہے۔سو اپنے تیئں دھوکہ مت دو۔ ہر ایک کو پرکھو اور پھر سچ کو قبول کرو۔اے ضعیف بندو! خداتعالیٰ سے مت لڑو۔اپنے پلنگوں پر لیٹ کر سوچو اور اپنے بستروں پر غور کرو کہ کیا ضرور نہ تھا کہ ایک دن ہمارے سید اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوتی۔

غافل مشو گر عاقلی دریاب گر صاحبدلی * شاید کہ نتواں یافتن دیگر چنیں ایام را''

(مجموعہ اشتہارات۔جلد ا صفحہ ۴۳۷،۴۳۸)

فتح کی نوید

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے فرمایا:۔

”بار بار کے الہامات اور مکاشفات سے جو ہزارہا تک پہنچ گئے ہیں اور آفتاب کی طرح روشن ہیں خداتعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا کہ میں آخرکار تجھے فتح دوں گا اور ہر ایک الزام سے تیری بریت ظاہر کر دوں گا اور تجھے غلبہ ہوگا اور تیری جماعت قیامت تک اپنے مخالفوں پر غالب ہوگی اور فرمایا کہ میں زورآور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کروں گا“

(انوارالاسلام صفحہ ۵۴)